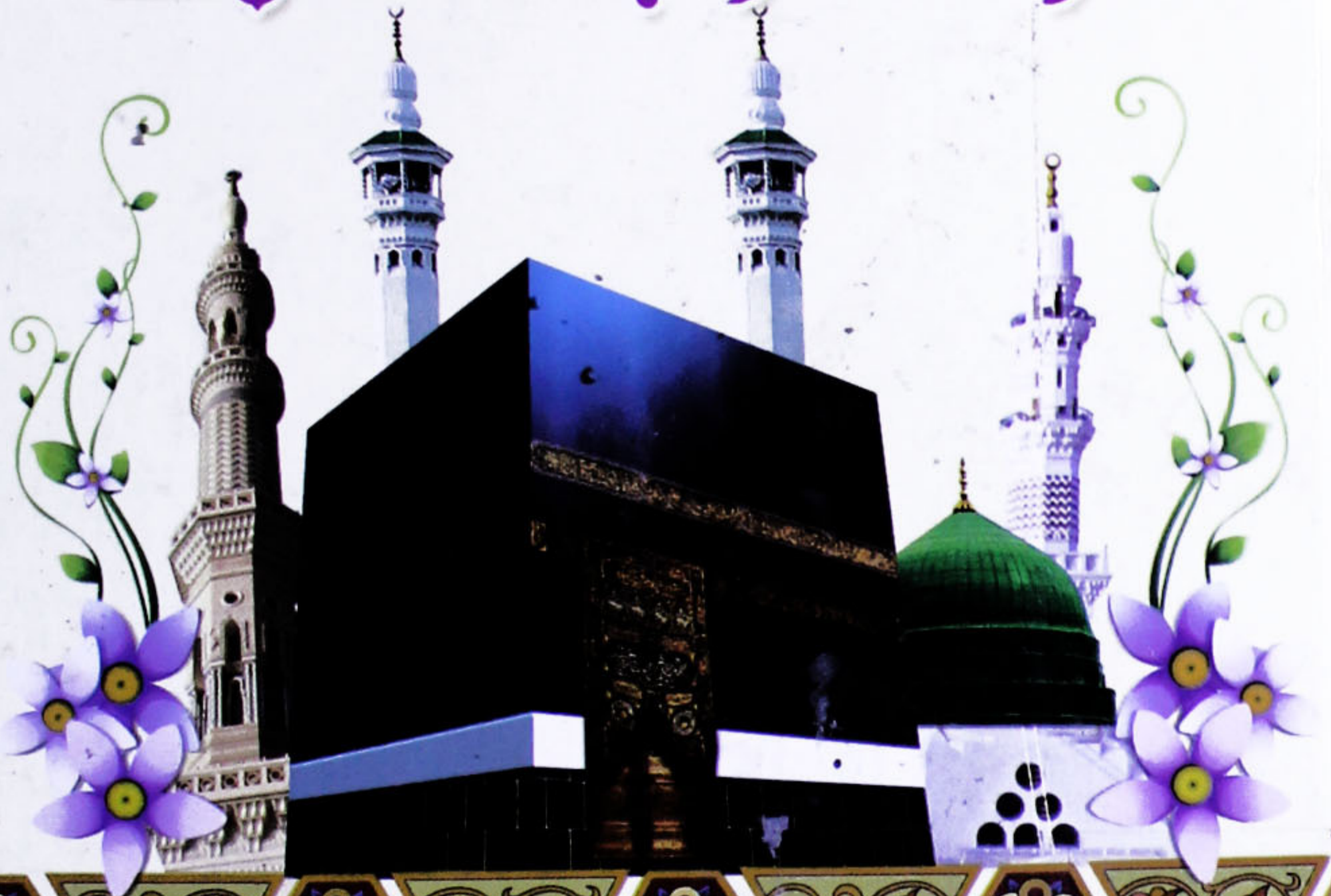


# عقیدہ توحید

اور

# شُرکے و بدعات



ترتیب: مفتی محمد عکاشہ ستوی ظہیر





# عقیدہ توحید اور شُرک و بدعات

ترتیب  
مفتی محمد عکاشہ بستوی

پبلشرز  
البرکات

35- کبیر سٹریٹ اردو بازار، لاہور 03334320877

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	_____	عقیدہ توحید اور شرک و بدعات
ترتیب	_____	مفتی محمد عکاشہ بستوی
ناشر	_____	البرہان پبلشرز
طابع	_____	اشتقاق مشتاق، پرنٹرز پریس
سن اشاعت	_____	مئی 2012ء
قانونی مشیر	_____	سید علی نواز (بار ایٹ لاء ایڈووکیٹ، پریم کورٹ)
قیمت	_____	1-

### ملنے کا پتہ

- مکتبہ انعامیہ قاسم سنٹر اردو بازار، کراچی
- مکتبہ السعدیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی
- ادارہ رشید بنوری ٹاؤن، کراچی
- اشاعت الخیر بوہڑ گیٹ، ملتان
- مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن، کراچی
- ادارۃ النور، بنوری ٹاؤن، کراچی
- مکتبہ صدیقہ نقیہ، رائے ونڈ
- اشاعت الخیر بوہڑ گیٹ، ملتان
- مکتبہ حبیبیہ برہمی چوک، جھنگ
- رضوان خوشبو اسلامی کیسٹ، تبلیغ مرکز ماہرہ
- مکتبہ امینیہ، ہری پور
- مکتبہ امدادیہ، ہری پور
- مکتبہ المشرق للنشر والتوزیع، لاہور

انعام  
محمد طارق ہدایت  
03212565051

پبلشرز  
البرہان

35 - کبیر سٹریٹ اردو بازار، لاہور 042-37122543  
03334320877

## فہرست

پیش لفظ..... 10

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
25	مشیت ایزدی۔ بشاء	12	جہنم سے نجات کی پہلی شرط
27	اللہ کی ربوبیت (رب)		<u>عقیدہ توحید</u>
27	رزق اللہ کے ذمہ ہے	12	توحید کی لغوی تعریف
29	کیا اللہ تعالیٰ کافی نہیں؟	12	توحید کی شرعی تعریف
30	سوالیہ طرز	12	توحید سے کیا مراد ہے؟
30	اللہ کی غیرت	13	توحید کو کیسے کا حکم
30	(اللہ کے علاوہ کسی سے امید باندھنے پر ذلت اور ناکامی)	13	پہلی قسم توحید ربوبیت
31	علم الہی کی چند جھلکیاں، قرآن سے!	15	دوسری قسم: توحید الوہیت
33	علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے	16	تیسری قسم: توحید اسماء و صفات
33	انداز ۱۔ علم غیب	16	توحید الوہیت کے فضائل
34	انداز ۲۔ علم کل	20	توحید کو دل میں راسخ کرنے کے اسباب
35	انداز ۳۔ علم محیط	22	اللہ تعالیٰ کی ملکیت
		23	وہی ہم کے لائق بیکہ عظیم منات کلامک ہے

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
47	نبی کریم ﷺ بھی عالم الغیب نہیں	35	انداز ۴۔ علم وسیع و بسیط
49	اللہ نہ بتائے تو کسی غیب کی بات کا کسی کو بھی علم نہیں ہوتا!	37	انداز ۵۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب جانتا ہے
51	اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو غیب کی جس بات پر چاہیں خبر دے دیتے ہیں	38	انداز ۶۔ متقین و ظالمین، مصلحین و مفسدین، مہتدین و معطلین اور شاکرین و معذبین اللہ سب کو جانتے ہیں
52	رسول کریم ﷺ کے چند واقعات	39	انداز ۷۔ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ
57	فقہاء اسلام کا علم غیب کے مدعی کے بارے میں فیصلہ	39	انداز ۸۔ اللہ دلوں کے راز جانتا ہے!
58	عقیدہ توحید پر ایمان انسانی فطرت ہے	40	انداز ۹۔ اللہ ظاہر و باطن، خفی و جلی، اور عیاں و نہاں سب جانتا ہے
59	توحید کا عوامی تصور	41	انداز ۱۰۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
59	۱۔ انسانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے	41	انداز ۱۱۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ
59	۲۔ ارض و سماء کا خالق اللہ ہے	41	اللہ تعالیٰ سب اعمال خیر کو جانتا ہے
60	۶۲۳، رازق، مالک، موت و حیات کا مالک اور مدبر امور اللہ ہے	42	انداز ۱۲۔ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ
60	۷۔ زمین و آسمان، عرش و فرش سب کا مالک اور رب اللہ ہے	42	انداز ۱۳۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ
61	۸، ۹۔ شہنشاہِ کل، صاحب اختیار و اقتدار اعلیٰ اللہ ہے	43	انداز ۱۴۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ
61	۱۰۔ قادر مطلق اللہ ہے	44	انداز ۱۵۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ
62	۱۱۔ محصر ف علی الاطلاق اللہ ہے	44	انداز ۱۶۔
62	۱۲، ۱۳۔ بارش برسانے والا، زمین سے نباتات اُگانے والا اللہ ہے	45	انداز ۱۷۔ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ
63	۱۴۔ عزیز اور العظیم اللہ ہی ہے	45	انداز ۱۸۔ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ
		46	خلاصہ
		46	اللہ کے سوا ہر ذات سے علم غیب کی نفی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
77	ایک قابل غور امر	63	۱۵۔ الرحمن اللہ ہے
77	شرک باللہ	63	۱۶۔ مصائب سے نجات دینے والا،
77	شرک پر جنت حرام ہے، اس کا ابدی مقام جہنم ہے	64	مشکل کشا و دفع البلاء اللہ ہے
77	شرک کے اعمال صالحہ برباد!	64	مشرکین طوفان و ملاءطم میں صرف خدائے واحد کو پکارتے تھے
79	شرک کے عوامل و محرکات	67	عذاب کو ہٹانے والا اللہ ہے
79	شرک کی بنیاد و اساس بھی توحید و معرفت ربانی پر قائم ہے	68	۱۹۔ مشرکین عرب اپنا رب اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے
81	خلاصہ	69	۲۰۔ ان کے دل ہیبت و جلال الہی سے لبریز و معمور تھے
82	معبودان باطل کا خدائے واحد سے تعلق	69	۲۱۔ خدا سے دعا کرتے تھے
82	۱۔ نسبی تعلق	70	۲۲۔ ان کے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی کا حد درجہ لحاظ اور پاس تھا
82	بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتا!	70	۲۳۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے
83	ان بتوں کے نام ہی اسماء الہی سے مشتق ہیں	71	۲۴۔ عزت ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے
84	شرک بالملائکہ	72	۲۵۔ جزا سزا دینے والا اللہ ہے
84	شرک بالجنات	72	۲۶۔ شفا دینے والا اللہ ہے
86	شرک بالانبیاء	73	۲۷۔ اللہ واحد ہے اور سب سے اعلیٰ
86	سکنی تعلق	73	ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق
87	فتنہ طول و اتحاد	73	مشرکین عرب کے عقائد کا خلاصہ
87	فتنہ وحدت الوجود	75	لوحہ فکریہ
88	شریعت سے کھلی بغاوت	76	دواہم نتیجے
88	اکابر و عمائد تصوف کی طرف سے ان فتنوں کا سد باب	76	ایک سبق

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
124	آنھواں شیطانی عمل ظلم ہے	91	عقیدہ توحید کے مقاصد
125	نواں شیطانی عمل عہد شکنی	95	دو عظیم اصول
127	<u>بدعت اور اسکی خرابیاں</u>	101	توحید سے انحراف کرنے والے اللہ سے
127	بدعت کی تعریف		توبہ کریں
129	بدعت کے ناجائز اور ممنوع ہونے کی وجوہات	104	<u>گناہ کبیرہ</u>
130	دین میں کوئی بدعت نکالنا رسول اللہ ﷺ پر خیانت کی تہمت لگانا ہے		جن سے بچ کر جہنم سے بچنا آسان ہو جاتا ہے
130	بدعت نکالنا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ دین عہد رسالت میں مکمل نہیں ہوا تھا	107	سب سے بڑے گناہ
131	بدعت تحریف دین کا راستہ ہے	108	والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا
131	شریعت اسلام میں نفل کو فرض سے جدا کرنے کا حکم	110	ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچنا
133	بدعت حسنہ اور سینہ	112	سب سے پہلا شیطانی عمل شرک ہے
134	بدعت کی مذمت قرآن و حدیث میں	112	شرک کی تعریف اور اس کی قسمیں
140	صلوٰۃ و سلام کا مروجہ طریقہ	113	دوسرا شیطانی عمل، والدین سے بدسلوکی
146	ہمدردانہ مشورہ	115	تیسرا شیطانی عمل قتل اولاد!
147	حیلہ اسقاط..... یا دور؟	117	اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت نہ کرنا بھی ایک طرح سے قتل اولاد ہے
152	مسائل فدیہ نماز و روزہ وغیرہ	117	چوتھا حرام بے حیائی کا کام ہے
153	عرس وغیرہ کے بارے میں	118	ظاہری و باطنی شیطانی اعمال
159	شادی و دعوت ولیمہ کے موقع پر کی جانہوالی	119	پانچواں شیطانی عمل قتل ناحق ہے
	<u>چند رسومات</u>	120	چھٹا شیطانی عمل یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا ہے
160	تکلفات	122	ساتواں شیطانی عمل ناپ تول میں کمی!
		122	مقررہ ڈیوٹی میں کوتاہی کرنا



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
196	بدعت کے بارے میں آئمہ اربعہ کا موقف	164	رسم و رواج کی لعنت
201	ذکر کے ساتھ رقص و غنا	166	سادگی کا نمونہ
204	ذکر میں تالی بجانا	168	فضول خرچی و محرّمات کا ارتکاب
204	فاتحہ بہ نیت فلاں	169	مہمان نوازی کے آداب
204	عقیدہ سعد و نحس	172	محبت کی شادیاں ناکام شادیاں
206	چھوت چھات، بدھگونی و بدفالی	174	محبت کی شادی اور اسلام
209	<b>متفرقات</b>	176	<b>میت و جنازہ سے متعلقہ منکرات</b>
210	<b>بے نمازیوں کا عبرتناک انجام</b>	177	میت کا کفن
210	تارک نماز کیلئے پندرہ دردناک سزائیں	178	جنازہ سے متعلق بعض رائج منکرات
211	تارک نماز کے لیے دنیا کی سزائیں	181	ماتمی و تعزیتی اجتماع
211	موت کے وقت کی تین سزائیں	183	اہل میت کی تعزیت
211	قبر کے تین عذاب	183	میت کو مقام وفات سے بہت دور لے جا کر دفن کرنا
212	قیامت کے دن کی سزائیں	185	<b>میلا و منانے کی بدعت</b>
213	تارک نماز بد بخت اور محروم ہے	188	اذان جمعہ کے بعد مؤذن کا بعض آیات و احادیث کا پڑھنا
214	قیامت کے دن نماز چھوڑنے والے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی	189	مسجد میں آواز بلند کرنا
215	بے نمازی کے لئے دردناک عذاب	191	مساجد میں گپ شپ اور دنیاوی باتیں کرنا
217	ماں کی ناراضگی کا نتیجہ	193	اجتماعی شکل میں تکبیرات پکارتے ہوئے عید گاہ جانا
218	والدین سے حسن سلوک	194	مساجد کی سجاوٹ
220	والدین کے دس حقوق	195	خود ساختہ اذکار و وظائف

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
240	زبان درازی سنگین گناہ ہے	222	جس سے والدین ناراض اس سے اللہ تعالیٰ ناراض
240	تیسری عورت پر عذاب کا سبب "ناجائز تعلقات"	222	والدین کی نافرمانی کرنے والا آگ کی تہہ میں ہوگا
240	بے حیائی کے سنگین نتائج	22	والدین کی نافرمانی کرنیوالوں کیلئے عذاب
241	باپ اور بیٹی کے درمیان حیا کا پردہ	225	ماں کو اذیت پہنچانے والے کا عبرتناک انجام
241	ٹی۔وی کا وبال	226	<u>نوحہ کرنے کا عذاب</u>
242	چوتھی عورت پر عذاب کا سبب "استہزاء"	227	نوحہ کرنے والی پر اللہ کی لعنت
244	عذاب کا سبب مذاق اڑانا	228	نوحہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے
244	پانچویں خاتون پر عذاب کا سبب "چغلی"	229	قیامت کے دن نوحہ کرنے والی کے چہرہ پر آگ بھڑک رہی ہوگی
245	غیبت اور چغلی میں فرق	231	نوحہ کرنا کفر کے مترادف ہے
245	گھر کے افراد میں چغلی	231	صبر کرنے والے عرش الہی کے قریب ہوں گے
246	عذاب کا سبب "جھوٹ بولنا"	235	رسول اکرم کی نافرمان عورتوں کا <u>عبرتناک انجام</u>
247	چھٹی عورت پر عذاب کا سبب "احسان جتلانا اور حسد کرنا"	236	پہلی عورت کے عذاب کا سبب "بے پردگی"
249	<u>شرم گاہ کی حفاظت</u>	236	ستر اور پردہ
250	سب سے زیادہ خطرہ کی چیز	237	گھر کے اندر رہنے والے نامحرم مردوں سے پردہ کا طریقہ
251	زنا کار کی دعا قبول نہیں ہوتی!	238	بے پردگی کی وجہ سے عذاب جہنم
251	زنا کار آگ کے تنور میں	239	دوسری عورت پر عذاب کا سبب "زبان درازی"
253	زنا کار، بدبودار		
253	زنا، موجب عذاب		
254	زنا موجب فقر و فاقہ		
255	شرم گاہ کی حفاظت پر انعام		

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
296	<u>شراب پینے پلانے</u> <u>والوں کا انجام</u>	257	زنا سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر
297	شرابی کی مدد کرنے والا بھی عذاب میں	258	یہ قرب قیامت کی علامت ہے
297	شرابی سے اللہ اور رسول کا اعلان برأت	260	نظروں کی حفاظت ضروری ہے
298	شرابی کی نیکی قبول نہیں ہوتی	261	بعض احادیث شریفہ
299	شرابی کے لئے دردناک عذاب	262	پردہ کے احکامات
301	شرابی کا ٹھکانہ جہنم میں فرعون اور ہامان	266	باریک اور چست لباس بھی ممنوع ہے
302	کے قریب ہوگا	267	تنہائی میں بلا ضرورت ستر نہ کھولیں
302	<u>زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں</u> <u>کا عبرتناک انجام</u>	268	میاں بیوی بھی ستر کا خیال رکھیں
303	قیامت کے دن زکوٰۃ ادا نہ کرنے	270	میاں بیوی اپنا راز بیان نہ کریں
304	والے کو خوفناک سانپ کاٹنے گا	271	<u>کان کی حفاظت</u>
304	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی نماز قبول	272	احادیث شریفہ میں گانے کی حرمت
	نہیں ہوتی	274	گانا بجانا علما و فقہاء کی نظر میں
305	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے پر روزانہ ستر	275	موسیقی روح کی قاتل
	لعنتیں نازل ہوتی ہیں	279	<u>آمدنی کے حرام ذرائع</u>
306	زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟	279	سود.....
307	زکوٰۃ کن لوگوں پر واجب ہے؟	281	بینک کا انٹرسٹ بھی یقیناً سود ہے
309	زکوٰۃ کن چیزوں پر واجب ہے؟	284	سود خوروں کا عبرتناک انجام
313	مصارف زکوٰۃ	284	جس نے سود کھلایا اس نے ماں کے ساتھ زنا کیا
316	<u>رشوت خوری</u> <u>نافرمانیوں کی مختلف</u> <u>صور میں اور انجام</u>	285	سود خور کی عبادت قبول نہیں ہوتی
318		286	ناپ تول میں ڈٹھی مارنے کا عذاب
318	اللہ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟	287	سود خور کو آگ کی بیڑیاں پہنائی جائیں گی
		287	سود کی قباحتیں
		292	سود کے نقصانات
		295	سود کے متعلق چند مسائل

## پیش لفظ

عقیدہ توحید اسلام کا اولین بنیادی عقیدہ ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اسی عقیدہ کی تعلیم و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور اسی عقیدے کی خاطر دنیا کے مصائب سے ٹکراتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عقیدے سے بال برابر انحراف بھی اللہ رب ذوالجلال کو گوارا نہیں اور کسی سلیم الفطرت مسلمان سے اس کی توقع بھی نہیں۔ البتہ جاہلوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسلمان کہلوانے کے باوجود بھی شیطان کے دام فریب کا شکار ہو کر شرک میں نہ صرف بڑی طرح مبتلا ہے بلکہ دل و دماغ ٹھک لت پت ہے۔ یہ وہی بد نصیب لوگ ہیں جو مردم شماری میں مسلمان لکھے جانے کے باوجود نہ صرف پکے اور غلیظ مشرک ہیں بلکہ اس نحوست میں مبتلا ہو کر کلمہ پڑھنے کے باوجود کفر اختیار کر چکے ہیں۔ ان کے تمام اعمال رائیگاں اور ان کی زندگی محض شرمندگی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء.  
بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہرگز نہیں معاف فرمائے گا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اس کے سوا جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

ان حالات میں دین کا درد رکھنے والوں کا فرض ہے کہ موعظہ حسنہ کے ذریعے ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے محنت فرمائیں، کیونکہ ایسا نہ کرنے سے وہ مد اہنت کے مرتکب ہوں گے اور اللہ کی گرفت سے بچ نکلنا ان کے لئے ممکن نہیں رہے گا۔

برادر محمد طارق صاحب ایک دن اسی احساس سے سرشار ہو کر بندہ کے ہاں تشریف لائے اور عقیدہ توحید کی اہمیت، نیز رد شرک و بدعت کے موضوع پر احادیث مبارکہ کا ایک گلدستہ بندہ کے سپرد کر کے اس موضوع پر کام کرنے کی ترغیب دی اور اسے اہتمام کے ساتھ شائع کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ موصوف کی ترغیب پر زیر نظر کتاب معرض وجود میں آئی اور اب منصف شہود پر لائی جا رہی ہے۔ جس میں عقیدہ توحید کی اہمیت اور شرک و بدعات کے رد کے علاوہ بعض رسوم و رواج جو مسلمانوں میں سرایت کر گئے ہیں، کے موضوع پر قرآن و سنت کے واضح دلائل کے ذریعے بات کی گئی ہے۔ دعا ہے اللہ رب ذوالجلال اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مسلمانوں کے لئے نافع بنائے۔

مفتی محمد عکاشہ بستوی

## عقیدہ توحید اور شرک و بدعات

قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں توحید کی لغوی اور  
 تشریحی تحقیق، شرک اور دیگر کبیرہ گناہوں کا وبال اور  
 عبرتناک انجام نیز بدعات و خرافات اور رسوم و رواج  
 پر شریعت مطہرہ کے اوامر و نواہی کا بیان.....

جہنم سے نجات کی پہلی شرط

## عقیدہ توحید

### توحید کی لغوی تعریف

توحید (وَاحِدٌ) کا مصدر لفظ (وَاحِدٌ) سے مشتق ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے (وَاحِدٌ) اس کو ایک قرار دیا، (أَحَدٌ) اسے ایک کر دیا، (مُتَوَحِّدٌ) اکیلا تھا۔

### توحید کی شرعی تعریف

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اس کی ربوبیت، الوہیت، اچھے ناموں اور بلند صفات میں یکتا اور تنہا قرار دینا اور محمد کی رسالت اور آپ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھنا اور اللہ کی جانب سے آپ جو شریعت لے کر آئے اس کی پیروی کرنا۔

### توحید سے کیا مراد ہے؟

وہ توحید جس کو تمام تر انبیاء لے کر آئے وہ اس بات کو شامل ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی گواہی خالص اسی ایک اللہ کی عبادت، اسی پر توکل، اسی کے لئے دوستی، اسی کی خاطر دشمنی اور اسی کے لئے ہر عمل انجام دے کر صرف ایک اللہ کے لئے الوہیت کو ثابت کیا

جائے، اور واضح رہے کہ توحید سے مراد صرف توحید ربوبیت نہیں ہے، ہر وہ عمل جو توحید سے جڑا ہوا نہ ہو اللہ کے یہاں اس کا کوئی بھی وزن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ  
الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ  
ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ. (ابراہیم: ۱۸)

”ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا، ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے، جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، یہی بہت بڑی گمراہی ہے۔“

### توحید کو سیکھنے کا حکم

ہر مسلمان مرد و عورت پر توحید کا سیکھنا فرض عین ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ  
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾

”سو (اے نبی) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی، اللہ تم لوگوں کے آمد و رفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے“ (محمد: ۱۹)

توحید کی تین قسمیں ہیں:

### پہلی قسم توحید ربوبیت

اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بندوں کا خالق، رازق، زندگی عطا کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔

یا بالفاظ دیگر کہا جائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اس کے جملہ افعال میں یکتا اور تنہا قرار دینا مثلاً پیدا کرنا، روزی دینا، زندہ کرنا، موت دینا وغیرہ۔

عہد نبوی میں مشرکین نے توحید کی اس قسم کا اقرار کیا، بلکہ یہود و نصاریٰ اور مجوس نے بھی اس کو تسلیم کیا، اس کا انکار باطنی میں دہریہ اور عصر حاضر میں کمیونزم کے علاوہ کسی نے بھی نہیں کیا۔

صرف توحید ربوبیت کو تسلیم کر کے ایک شخص دین اسلام میں نہ تو داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں عذاب جہنم سے نجات پاسکتا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ توحید الوہیت کو تسلیم نہ کرے۔

توحید ربوبیت انسان کی فطرت میں رچی بسی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا: ”ہر بچہ فطرتاً اسلام پر پیدا ہوتا ہے اب اس کے والدین یا تو اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔“

توحید ربوبیت کے اثبات پر بہت ہی زیادہ دلائل موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک اللہ عز و جل کا یہ فرمان ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن ینخرج الحی من المیت و ینخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل افلا تتقون۔ فذلکم اللہ ربکم الحق فماذا بعد الحق الا الضلال فانی تصرفون۔ (یونس: ۳۱، ۳۲)

”آپ کہئے وہ کون ہے جو تم کو آسمانوں و زمین سے روزی پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کافروں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ، تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے، سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا حقیقی رب ہے، پھر حق کے بعد



بجز گمراہی کے اور کیا رہ گیا، تو پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟“

## دوسری قسم: توحید الوہیت

ہر قسم کی عبادت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یکتا اور تنہا قرار دینا، یا بالفاظِ دیگر یوں کہا جائے کہ: بندوں کے تمام تر افعال مثلاً دعا، نذر، ذبح، اُمید، خوف، توکل، رغبت، ڈر، انابت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کو یکتا اور تنہا قرار دینا۔

اسی توحید الوہیت کو لے کر تمام تر انبیاء و رسل دنیا کے اندر تشریف لائے اور یہی ہر دور میں لوگوں کے اختلاف کا مرکز رہی، کیونکہ جملہ رسولوں نے توحید ربوبیت کی توضیح و تشریح کی جسے ان کی اُمتیں مانتی تھیں، اور انہیں توحید الوہیت کی دعوت دی، جیسا کہ اللہ عز و جل نے نوح علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ. أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ.

(ہود: ۲۵، ۲۶)

”یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں، کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔“

اور اللہ عز و جل نے ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء: ۳۶) ”اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔“

توحید الوہیت اللہ تعالیٰ کا بندوں پر واجب حق ہے اور دین کے تمام تر امور میں سب سے عظیم اور تمام تر اعمال کی قبولیت کی اساس اور بنیاد ہے، قرآن کریم نے اسے بار بار بیان کیا، اور یہ واضح کر دیا کہ انسان کی نجات اور دنیوی و اخروی سعادت کا سارا دار و مدار اسی توحید الوہیت کو اپنانے میں ہی ہے۔

## تیسری قسم: توحید اسماء و صفات

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں یا اپنے رسول محمد ﷺ کی زبان پر خود کو جن ناموں سے موسوم کیا ہے یا جن اوصاف سے متصف قرار دیا ہے ان تمام میں اللہ تعالیٰ کو منفرد اور یکتا مانا جائے، اس کی تکمیل اسی صورت میں ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے لئے ان تمام اسماء و صفات کو ثابت کیا جائے جن کو اللہ نے اپنے لئے ثابت کیا ہے، نہ تو اللہ کے ان ناموں میں تبدیلی کی جائے اور نہ ہی ان کو بے معنی کیا جائے، نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے، اور نہ ہی مخلوق کی صفات سے تشبیہ دی جائے۔

## توحید الوہیت کے فضائل

اللہ تعالیٰ کو یکتا اور تنہا قرار دیتے ہوئے عبادت کی تمام تر اقسام کو اسی کے لئے خالص کرنا قطعی طور پر سب سے افضل اور سب سے عظیم نعمت ہے، اس کے فضائل و ثمرات شمار و قطار سے باہر، غیر محدود، دنیا و آخرت کی بھلائی کو شامل ہیں، ان میں سے چند ایک ذیل میں ذکر کئے دیتے ہیں۔

۱۔ توحید عظیم ترین نعمت ہے جس کی ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کیا ہے، جیسا کہ سورہ نحل میں جس کو سورۃ النعم بھی کہا جاتا ہے، اللہ عزوجل نے توحید کی نعمت کو ہر ایک نعمت پر مقدم رکھا ہے، چنانچہ سورہ نحل کے ابتداء ہی میں فرمایا:

﴿يُنزِلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ﴾ (النحل: ۳)

”وہی (اللہ) فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم مجھ ہی سے ڈرو۔“

۲۔ اللہ کی عبادت و بندگی ہی جن وانس کی پیدائش کا مقصد ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ۵۶)  
 ”میں نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت  
 کریں۔“

۳۔ توحید ہی کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جملہ آسمانی کتابوں اور قرآن  
 کریم کو نازل فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے  
 قرآن کریم کے بارے میں فرمایا ہے:

الرِّبَّانِ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ.

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ. (ہود: ۲۱)

”الر۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی، پھر صاف  
 صاف بیان کی گئی ہیں، ایک حکیم باخبر کی طرف سے، یہ کہ اللہ کے سوا کسی  
 کی عبادت مت کرو، میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت  
 دینے والا ہوں۔“

۴۔ توحید کے فضائل میں سے یہ ہے کہ وہ دنیوی و اخروی مصائب و مشکلات اور  
 اللہ کی جانب سے نازل ہر عقاب کے ازالہ کا عظیم ترین ذریعہ ہے، جیسا کہ یونس علیہ السلام  
 کے قصہ سے یہ بات آشکارا ہے۔

۵۔ توحید کے عظیم ترین فوائد میں سے یہ ہے کہ اگر بندہ کے دل میں رائی کے  
 دانے کے برابر بھی توحید موجود ہو تو یہ اس کو مخلد فی النار ہونے والی عذاب (ہمیشہ ہمیش کیلئے  
 جہنم میں رہنے) سے بچالے گی۔

۶۔ اگر بندہ کا دل مکمل طور پر توحید سے معمور ہو تو یہ سرے سے اسے جہنم میں  
 جانے سے بچالے گی، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عثمان بن مالک کی حدیث میں  
 ہے۔

۷۔ توحید کے حامل کو دنیا و آخرت دونوں جگہ پوری ہدایت اور مکمل امن و امان  
 حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ عز و جل نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ  
الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾  
(الانعام: ۸۲)

”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے،  
ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہِ راست پر چل رہے ہیں۔“

۸۔ توحید اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اجر و ثواب حاصل کرنے کا عظیم ترین

ذریعہ ہے۔

۹۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جس  
نے سچے دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا ہو۔

۱۰۔ توحید کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ بندے کے ظاہری و باطنی تمام تر  
اقوال و افعال کی قبولیت، ان کے درجہ کمال تک پہنچنے اور ان پر ثواب مرتب ہونے کا دار و  
مدار توحید ہی پر ہے، لہذا توحید جس قدر مضبوط ہوگی اور عمل جس قدر اللہ کے لئے خالص ہو  
گا، اس قدر عمل درجہ کمال کو پہنچے گا، مقام قبولیت حاصل کرے گا اور اس پر عظیم ثواب مرتب  
ہوگا۔

۱۱۔ توحید کے ذریعہ بندہ مسلم کے لئے نیکیوں پر عمل اور گناہوں سے اجتناب  
آسان ہو جاتا ہے اور اسے مشکلات و مصیبت پر صبر کی نعمت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ایمان تو  
توحید میں اللہ کے مخلص بندہ پر نیکیاں آسان ہو جاتی ہیں، کیونکہ وہ اپنے رب سے اجر و  
ثواب اور اس کی رضا و خوشنودی کی امید لگاتا ہے، اسی طرح ان گناہوں کا چھوڑنا بھی  
آسان ہو جاتا ہے جن کی نفسِ امارہ چاہت کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنے رب کی ناراضگی اور اس  
کی سزاؤں کی دردناکی سے ڈرتا ہے۔

۱۲۔ توحید جب بندے کے دل میں کامل ہو جائے تو اللہ اس کے دل میں ایمان  
کو محبوب اور مزین کر دیتا ہے، اور کفر، گناہ اور نافرمانی کو اس کے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیتا اور  
اسے ہدایت یافتہ لوگوں میں کر دیتا ہے۔

۱۳۔ توحید جب بندے کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اس کے لئے ہر قسم

کے رنج و غم اور آلام و مصائب کا برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے، بندہ کے دل میں توحید و ایمان جس قدر مکمل ہوتے ہیں اسی قدر خوشی اور صبر و اطمینان کے ساتھ وہ آلام و مصائب قبول کرتا ہے، اور اللہ کے مقرر کردہ پریشان کن حالات کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

۱۳۔ توحید کی عظیم ترین فضیلت یہ ہے کہ توحید بندہ کو مخلوق کی غلامی، اللہ کے سوا ان سے دل جوڑنے، ان سے ڈرنے، اُمیدیں وابستہ کرنے اور ان کیلئے عمل کرنے سے آزاد کر دیتی ہے، یہی حقیقی عزت اور بلند اعزاز ہے چنانچہ وہ توحید کے ذریعہ بندوں کی غلامی سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا عبادت گزار ہو جاتا ہے تو اس کے علاوہ کسی سے اُمیدیں وابستہ کرتا اور نہ ہی کسی سے ڈرتا، نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ ہوتا اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ رکھتا ہے، اس طرح وہ مکمل کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

۱۵۔ نیز توحید کی فضیلت یہ ہے کہ توحید جب بندہ کے دل میں پورے اخلاص کے ساتھ راسخ و مضبوط ہو جائے اور مکمل طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو وہ تھوڑے عمل کو بھی زیادہ بنا دیتی ہے اور بندہ مسلم کی ہر قولی و فعلی نیکی پر لامحدود طریقہ سے اجر و ثواب ملتا ہے۔

۱۶۔ توحید کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موحدین کے لئے دنیا میں فتح و نصرت کی ذمہ داری لی ہے، نیز توحید کے ذریعہ انہیں عزت و شرف حاصل ہوتا ہے، وہ ہدایت سے بہرہ ور ہوتے، انہیں نیکی و اطاعت کی توفیق ملتی اور اس کی راہیں ان کے لئے آسان ہو جاتی ہیں، نیز حالات کی اصلاحات ہوتی اور ہر قول و فعل میں اللہ کی جانب راہ راست کی رہنمائی ملتی ہے۔

۱۷۔ اللہ تعالیٰ موحدین کو دنیا و آخرت کے شر سے محفوظ رکھتا اور اپنے فضل و کرم سے انہیں پاکیزہ زندگی عطا کرتا اور ذکر الہی سے سکون و اطمینان کی نعمت سے نوازتا ہے، قرآن و حدیث میں اس کے بہت ہی زیادہ دلائل موجود ہیں۔

چنانچہ جس نے توحید کو اس کے تقاضوں کے ساتھ ثابت و قائم کیا اسے مذکورہ بلکہ اس سے بھی زیادہ فضائل حاصل ہوئے اور جس نے توحید سے انحراف کیا یا اس کے

تقاضوں کو پورا نہ کیا تو عذاب سے دوچار ہوگا۔

## توحید کو دل میں راسخ کرنے کے اسباب

توحید کی مثال ایک درخت کی سی ہے جو بندہ مومن کے دل میں پھلتا پھولتا اور پروان چڑھتا ہے چنانچہ جب بھی نیکی و فرمانبرداری کے کاموں میں اس کی آبیاری کی جاتی ہے تو اس کی شاخوں میں بڑھوتری اور اس کی افزائش میں اضافہ ہوتا ہے، اس طرح اس کا حسن و جمال دو بالا ہو جاتا ہے، پھر جب توحید کا درخت پورے طور پر پروان چڑھ جاتا اور اس کی شاخیں ثمر بار ہو جاتی ہیں تو بندہ کے دل میں اللہ کی غایت درجہ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا خوف اور اس کی رحمتوں کی امید میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اللہ پر مضبوط توکل کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے، ذیل میں بعض امور کی رہنمائی کی جاتی ہے جن سے توحید میں بڑھوتری اور اضافہ ہوتا ہے۔

- ۱۔ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے نیکیوں کا انجام دینا۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کی سزا کے ڈر سے گناہ کے کاموں کو چھوڑ دینا۔
- ۳۔ زمین و آسمان کی بادشاہی پر غور و فکر کریں۔
- ۴۔ اللہ کے اسماء و صفات، اس کے تقاضوں، آثار اور جو اللہ کی عظمت و جلالت پر دلالت کرتے ہیں ان کی معرفت حاصل کرنا۔
- ۵۔ نفع بخش علم اور اس پر عمل سے لیس ہونا۔
- ۶۔ غور و فکر کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور اس کے معانی و مقصد کو سمجھنا۔
- ۷۔ فرائض کے اہتمام کے ساتھ نوافل کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا۔
- ۸۔ دل و زباں سے ہر حال میں ہمہ وقت اللہ کا ذکر کرنا۔
- ۹۔ کئی محبوب چیزوں کے اکٹھا ہو جانے پر اللہ کی محبوب چیز کو ترجیح دینا۔
- ۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی نعمتوں پر غور کرنا اور بندوں پر اس کی بھلائی، احسان اور انعام و اکرام کا مشاہدہ کرنا۔

- ۱۱۔ اللہ کے سامنے دل کا جھکا ہوا ہونا اور اسی کا محتاج ہونا۔
- ۱۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا پر نزول کے وقت تہائی اختیار کرنا اور اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور توبہ و استغفار کے ساتھ اس کو ختم کرنا۔
- ۱۳۔ نیک و صالح، مخلص، اللہ عزوجل سے محبت رکھنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھنا، اور ان کی باتوں اور ان کے اخلاق و عادات سے فائدہ اٹھانا۔
- ۱۴۔ ہر اس چیز سے دور رہنا جو دل کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں رکاوٹ ڈالنے والی ہو۔
- ۱۵۔ ضرورت سے زائد گفتگو، زائد کھانا، زائد میل جول، اور بے جا نظر بازی سے گریز کرنا۔
- ۱۶۔ مسلمان بھائی کیلئے وہی چیز پسند کرنا، جو اپنے لئے پسندیدہ ہو، اور اس کے لئے نفس سے مجاہدہ کرنا۔
- ۱۷۔ دل کو مومنوں کے خلاف کینہ و بغض، حسد و تکبر، بڑائی اور خود پسندی سے محفوظ رکھنا۔
- ۱۸۔ اللہ عزوجل کی تدبیر سے راضی ہونا۔
- ۱۹۔ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا، اور مصائب پر صبر کرنا۔
- ۲۰۔ گناہوں کے سرزد ہو جانے پر اللہ عزوجل کی جانب رجوع کرنا۔
- ۲۱۔ بھلائی، حسن اخلاق، صلہ رحمی اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام کرنا۔
- ۲۲۔ ہر چھوٹی بڑی چیز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔
- ۲۳۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔
- ۲۴۔ حلال روزی استعمال کرنا۔
- ۲۵۔ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

## اللہ تعالیٰ کی ملکیت

اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ساری جہتیں  
ہیں (مشرق و مغرب)  
اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے زمین و  
آسمان کی ساری چیزیں۔

اور آخر میں آسمان و زمین اللہ کا رہ جائے  
گا۔

اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان و زمین کی  
بادشاہت ہے۔

آسمان و زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں  
ان کا علم اللہ کو ہے۔

آسمان و زمین میں جتنی مخلوق ہیں وہ اللہ  
کیلئے سجدہ کرتی ہیں

اللہ تعالیٰ کیلئے ہے آسمان و زمین کے لشکر۔

آسمان و زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ  
ساری اللہ کی مطیع ہیں

سارا اختیار خاص اللہ تعالیٰ کو ہے۔

تمام عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

سفارش تو تمام تر اللہ کے اختیار میں ہے۔

پہلے بھی اللہ کے اختیار میں تھا اور بعد میں

بھی اللہ کے اختیار میں ہوگا۔

۱۔ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (بقرہ)

۲۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي  
الْأَرْضِ. (بقرہ)

۳۔ لِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
(ال عمران)

۴۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
(ال عمران)

۵۔ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (ہود)

۶۔ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ (رعد)

۷۔ لِلّٰهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ.  
(فتح: ۴۰)

۸۔ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا  
فِي الْأَرْضِ. (نحل)

۹۔ لِلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا. (رعد)

۱۰۔ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا (فاطر: ۱۰)

۱۱۔ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا (زمر: ۴۴)

۱۲۔ لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ. (روم: ۴)

102 291



- ۱۳۔ لِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ. (انعام: ۱۳ع)
- پس پوری حجت اللہ ہی کے لئے ہے۔
- ۱۴۔ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی. (اعراف: ۱۸۰)
- اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں۔
- ۱۵۔ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی. (نحل)
- اللہ کیلئے تو بڑی اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں۔
- ۱۶۔ لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (زمر: ۳)
- عبادت جو شرک سے خالص ہو اللہ کے لئے ہے۔
- ۱۷۔ اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (انعام: ۱۷)
- حکم کسی کا نہیں بجز اللہ کے۔
- ۱۸۔ اِنْ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحِیَاىِ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (انعام: ۱۶۲)
- بے شک میری نماز اور میری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا خالص اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔
- ۱۹۔ اِنْ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ (بقرہ)
- ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔
- ۲۰۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (بقرہ)
- ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹیں گے۔
- ۲۱۔ اِنْ الْاَمْرَ كُلُّهُ لِلّٰهِ
- تحقیق سارا معاملہ اللہ کے لئے ہے۔
- ۲۲۔ اِنْ الْحَقَّ لِلّٰهِ (قصص)
- بے شک سچی بات اللہ کے لئے ہے۔
- ۲۳۔ اَنْ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (جن: ۱۸)
- جتنی مساجد ہیں وہ سب اللہ کے لئے ہیں۔
- ۲۴۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (یہ لفظ ۲۳ بار آیا ہے)
- ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

### وہی حمد کے لائق ہے کہ وہ عظیم صفات کا مالک ہے

- ۱۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (فاتحہ)
- تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔
- ۲۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ. (انعام)
- تمام تعریفیں اُس اللہ کے لائق ہیں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا ہے اور ہم نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نہ پہنچاتے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ سلطنت میں اس کا شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے۔

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی جس کتاب میں بالکل کجی نہیں ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس کی ملکیت میں آسمان و زمین کی چیزیں ہیں۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں و زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم ورنج کو دور کیا

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں اس سرزمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں ٹھہریں

س۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ .

(اعراف)

س۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ . (ابراهيم)

هـ۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وِليٌّ مِنَ الذَّلِيلِ (اسراء)

٦۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا . (كهف)

٧۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ . (سباء)

٨۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَاطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلِكَةِ رُسُلًا . (فاطر)

٩۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ . (فاطر)

١٠۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَّهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ (زمر)

## مشیتِ ایزدی۔ یشاء

- (۱) يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ  
(بقرہ)
- اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنی رحمت کے ساتھ  
خاص کرتے ہیں۔
- (۲) وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. (بقرہ)
- اللہ تعالیٰ جسے چاہیں ہدایت عطا فرماتے  
ہیں۔
- (۳) يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ (مدثر)
- اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گمراہ کرتے ہیں۔
- (۴) يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ (بقرہ)
- اللہ تعالیٰ جسے چاہیں رزق عطا فرماتے ہیں۔
- (۵) يُؤْتِي مَلَكَهُ مَنْ يَشَاءُ (بقرہ)
- اللہ تعالیٰ جسے چاہیں سلطنت عطا کرتے ہیں
- (۶) يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ (بقرہ)
- اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں حکمت عطاء  
فرماتے ہیں۔
- (۷) يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ (بقرہ)
- اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں، کو دوگنا  
کر دیتے ہیں۔
- (۸) فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (بقرہ)
- پس اللہ تعالیٰ جس کی چاہیں مغفرت فرما  
دیتے ہیں۔
- (۹) وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ (بقرہ)
- اور اللہ تعالیٰ جسے چاہیں عذاب دیتے ہیں
- (۱۰) يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ  
يَشَاءُ (ال عمران)
- اللہ تعالیٰ تمہاری شکلیں بناتا ہے رحموا  
میں جیسے چاہے
- (۱۱) يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ  
(ال عمران)
- اللہ تعالیٰ جس کی چاہے اپنی مدد سے، رعب  
مدد کرتا ہے۔
- (۱۲) يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (ال عمران)
- اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔
- (۱۳) يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (ال عمران)
- اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

(۱۳) ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (مائده)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطاء کرتا ہے۔

(۱۵) يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (مائده)

مشرکین کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے معاف کر دیتا ہے۔

(۱۶) إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (اعراف)

بے شک زمین اللہ کی ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنا تا ہے

(۱۷) يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ (ابراہیم)

اللہ تعالیٰ جس پر چاہیں احسان کرتے ہیں۔

(۱۸) يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (سباء)

اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے رزق تنگ کرتا ہے۔

(۱۹) يَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ (عنکبوت)

اللہ تعالیٰ جس پر چاہتے ہیں رحم کرتے ہیں۔

(۲۰) فَتُبَدِّلُ سَحَابًا مَبْسُوطًا فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ (الرعد)

پھر وہ ہوا بادلوں کو اٹھاتی ہے پھر اللہ بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے جیسے چاہے۔

(۲۱) يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (فاطر)

وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گراتا ہے۔

(۲۲) يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ (فاطر)

اللہ تعالیٰ جتنا چاہے مخلوق کو زیادہ کرتا ہے۔

(۲۳) يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ (فاطر)

اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنا تا ہے۔

(۲۴) يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ (شوری)

اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

(۲۵) يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ (شوری)

اللہ تعالیٰ جسے چاہے جن لیتا ہے۔

(۲۶) يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ (شوری)

اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے اندازے سے اتارتا ہے۔

(۲۷) يَهْبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَّا (شوری)  
 اور اللہ جسے چاہے بچیاں دیتا ہے۔  
 اور اللہ جسے چاہے بچے دیتا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ جسے چاہے بانجھ بنا دے۔  
 تم اللہ رب العالمین کی چاہت کے بغیر  
 کچھ نہیں چاہ سکتے۔

### اللہ کی ربوبیت (رب)

رَبُّ الْعَالَمِينَ  
 رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ - (مؤمنون)  
 رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا  
 بَيْنَهُمَا. (شعراء)  
 رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ (مؤمنون)  
 رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (شعراء)  
 رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ. (شعراء)  
 رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ. (رحمن)  
 رَبُّ الْفَلْقِ .....  
 رَبُّ الْمَشَارِقِ .....  
 رَبُّ النَّاسِ .....

جو پروردگار ہیں ہر ہر عالم کے۔  
 وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔  
 جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور  
 جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے۔  
 وہ ساتوں آسمانوں کا مالک ہے۔  
 وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔  
 وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے  
 اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے۔  
 وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب  
 کا مالک ہے۔  
 وہ صبح کا مالک ہے۔  
 وہ مشرقوں کا مالک ہے۔  
 وہ آدمیوں کا مالک ہے۔

### رزق اللہ کے ذمہ ہے

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ.  
 (ذاریات)  
 اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت  
 والا نہایت قوت والا ہے۔

ہم آپ سے (اور دوسروں سے) معاش (کمواتا) نہیں چاہتے معاش تو ہم آپ کو دینگے۔

اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے اور تنگی کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے۔

اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے (ان سب کا معین وقت) آسمان میں ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا۔

اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کیا کرو۔

اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی۔

اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں انکو عطا فرمائیں۔

لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرِزُقُكَ.

(طہ)

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

(رعد)

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ. (نمل)

يُنزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا. (المؤمن)

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ.

(ذاریات)

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ. (روم)

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ. (المؤمن)

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ. (المنفقون)

وَكَايِنُ مِّنْ ذَابِيَةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ. (عنكبوت)

وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ. (الاسراء)

- جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے کھاؤ۔  
اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں  
سے ان کا حصہ لگاتے ہیں جن کے  
متعلق ان کو کچھ علم نہیں۔
- اور روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں  
بے اندازہ دیتے ہیں۔
- آپ (ان مشرکین سے) کہتے کہ  
(بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان او  
زمین میں رزق پہنچاتا ہے۔
- اور کوئی (رزق کھانے والا) جانور  
روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس  
کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔
- خدا کی روزی میں سے کھاؤ۔
- کُلُوا مِنْ مَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ. (انعام)  
وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّنْ مَّا  
رَزَقْنَاهُمْ. (نحل)
- وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ. (بقرہ)  
قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. (يونس)  
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ  
رِزْقُهَا. (هود)
- كُلُوا مِنْ رِزْقِهِ. (ملک)
- کیا اللہ تعالیٰ کافی نہیں؟
- ۱۔ كَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا (نساء)  
۲۔ كَفَى بِاللَّهِ وَلِيًّا (نساء)  
۳۔ كَفَى بِاللَّهِ نَصِيرًا (نساء)  
۴۔ كَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا (نساء)  
۵۔ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا (نساء)  
۶۔ كَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (نساء)
- اور اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے۔  
اور اللہ تعالیٰ ہی دوست ہونے کے اعتبار  
سے کافی ہے۔
- اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہونے کے لئے  
کافی ہے۔
- اور اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا کافی ہے۔  
اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ ہونے کیلئے کافی ہے۔  
اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہونے کے لئے  
کافی ہے۔

۷۔ کَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا. (فرقان) اور تمہارا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔

۸۔ کَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ (النبیاء) ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔  
 ۹۔ کَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا (اسراء) اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہونے کے اعتبار سے کافی ہے۔

### سوالیہ طرز

- ۱۔ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ (فصلت) کیا تیرا رب کافی نہیں ہے؟  
 ۲۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (زمر) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟

## اللہ کی غیرت

(اللہ کے علاوہ کسی سے امید باندھنے پر ذلت اور ناکامی)

حدیث قدسی: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا قُطْعَنُ أَمَلٌ مِّنْ يَّمْلُ غَيْرِي وَلَا لِبَسْنَةِ ثَوْبِ الْمَدْلَةِ عِنْدَ النَّاسِ وَلَا حِجْبَةٌ عَن قُرْبِي وَلَا بُعْدَةٌ عَن وَصْلِي يَّمْلُ غَيْرِي فِي الشَّدَائِدِ وَالشَّدَائِدُ بِيَدِي وَهُوَ يَطْرُقُ بِأَبْوَابِ غَيْرِي بِالْفِكْرِ وَهِيَ مُغْلَقَةٌ وَبَابِي مَفْتُوحٌ لِمَنْ دَعَانِي.

میری عزت اور میری بزرگی کی قسم میں ضرور اس آدمی کی امیدوں کو توڑوں گا جو میرے غیر پر امید باندھے اور میں ضرور اس کو لوگوں کی نظروں میں ذلت کا لباس پہناؤں گا اور میں ضرور اس کو اپنے قریب آنے سے روک دوں گا اور اس کو ضرور اپنے ملنے سے دور کروں گا وہ سختیوں میں میرے غیر پر امید باندھتا ہے حالانکہ سختیوں کو دور کرنا میرے قبضے میں ہے اور وہ



پریشانی کے وقت میرے غیر کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ وہ دروازے بند ہیں اور میرا دروازہ اس آدمی کے لئے کھلا ہوا ہے جو مجھ سے مانگتا ہے۔

## علمِ الہی کی چند جھلکیاں، قرآن سے!

- (۱) يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ  
اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں اور اصلاح کرنے والوں کو جانتا ہے۔ (بقرہ)
- (۲) يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ  
اللہ کو معلوم ہے جو تمہارے جی میں ہے سو تم اس سے ڈرتے رہو۔ (بقرہ)
- (۳) يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ (احزاب)  
اللہ کو معلوم ہے جو تمہارے دلوں میں ہے
- (۴) يَعْلَمُ مَا كُنْ فِي صُدُورِهِمْ (قصص)  
اللہ جانتا ہے اسکو جس کو ان کے سینے چھپاتے ہیں۔
- (۵) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (بقرہ)  
اللہ جانتا ہے جو انکے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔
- (۶) يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (ال عمران)  
اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔
- (۷) يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ (نمل)  
اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔
- (۸) يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (طہ)  
اللہ کو خبر ہے چھپی ہوئی بات کی اور بالکل پوشیدہ بات کی۔
- (۹) يَعْلَمُ سِرُّكُمْ وَجَهْرَكُمْ (انعام)  
اللہ تمہارے راز کو جانتا ہے اور ظاہر چیزوں کو جانتا ہے۔
- (۱۰) يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ (نور)  
اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

- (۱۱) يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى (اعلیٰ)
- (۱۲) يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ (توبہ)
- (۱۳) يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ (شوریٰ)
- (۱۴) يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (عنکبوت)
- (۱۵) يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ (انعام)
- (۱۶) يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ (محمد)
- (۱۷) يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (انعام)
- (۱۸) يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا (ہود)
- (۱۹) يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ (رعد)
- (۲۰) قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ (نور)
- (۲۱) يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ (لقمان)
- (۲۲) يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا (سباء)
- (۲۳) يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (زمر)
- (۲۴) يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (حجرات)
- (۲۵) وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر)
- اللہ تعالیٰ جانتا ہے ظاہر اور پوشیدہ چیز کو۔  
 اللہ تعالیٰ ان کے راز کو اور ان کے مشوروں کو جانتا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔  
 اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔  
 اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔  
 اللہ جانتا ہے جو خشکی اور تری میں ہے  
 اللہ تعالیٰ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور اس جگہ کو جانتا ہے جہاں سونپا جائے گا۔  
 اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ۔  
 اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس حال کو جس پر تم ہو۔  
 اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو ماؤں کے رحموں میں ہے۔  
 جو زمین داخل ہوتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔  
 اللہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینے میں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔  
 اور تمہارے رب کے لشکروں (ملائکہ کی تعداد) کو اللہ ہی جانتا ہے۔

- (۲۶) وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا  
يَعْلَمُهَا (انعام)
- اور جو پتہ بھی زمین پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ  
اس کو جانتے ہیں۔
- (۲۷) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا  
إِلَّا هُوَ (انعام)
- اور اللہ کے پاس ہے خزانہ غیب کی چابیاں  
، اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
- (۲۸) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْبِمِينَ  
مِنْكُمْ (حجر)
- ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں۔
- (۲۹) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاخِرِينَ  
(حجر)
- اور ہم تمہارے پچھلوں کو جانتے ہیں

## علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے

علم غیب، علم کُل، علم محیط و علم بسیط خاصہ خدا ہے۔ اللہ عالم الغیب والشہادۃ کے  
سوا نہ کسی کو علم غیب ہے نہ علم کُل، ہر کسی کا علم محدود ہے، غیر محدود و محیط علم ایک اللہ رب  
العزت کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم قرآن حکیم میں اپنے علم کی وسعت و بے کرائی  
اور کلیت و ہمہ گیری سے متعلق نہایت بسط و تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور بار بار متعدد  
اسلوب و انداز سے اپنی ذات واحد کے لئے علم غیب و علم کُل کا جو اثبات فرمایا ہے اس کی  
ایک جملک ملاحظہ ہو:

### انداز ۱۔ علم غیب

- |    |                                  |                               |
|----|----------------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ | عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ | (پورے قرآن میں ۱۰ بار آیا ہے) |
| ۲۔ | عَلَامُ الْغُيُوبِ               | " " " " " "                   |
| ۳۔ | عَالِمُ الْغَيْبِ                | " " " " " "                   |

- ۴۔ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. // // ۶ بار
- ۵۔ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ. (یونس: ۲۷) // // ۱ بار
- ۶۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ (مئل ع ۵) // // ۱ بار
- ۷۔ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ. (انعام ع ۷) // // ۱ بار
- میزان = ۲۵ بار

## انداز ۲۔ علمِ کل

- ۱۔ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ. (پورے قرآن میں ۱۶ بار آیا ہے)
- ۲۔ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. // // ۴ بار
- ۳۔ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ. (یس ع ۵) // // ۱ بار
- ۴۔ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ. (انبیاء: ۶۷) // // ۱ بار
- ۵۔ وَأَخْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا. (آخر جن، یس ع ۱) // // ۳ بار
- میزان = ۲۵ بار

۱۔ سورہ انعام ع ۹، توبہ ع ۱۲، ۱۳، رعد ع ۲، مومنون ع ۵، زمر ع ۵، السجدہ ع ۱، آخر حشر، خاتمہ تغابن، صرف اعراب میں فرق ہے۔

۲

۳۔ آخر جن اور سباء ع اول، اعراب میں فرق ہے۔

۴۔ سورہ بقرہ ع ۴، نحل ع ۱۱، کہف ع ۴، فاطر ع ۵ اور حجرات میں الفاظ کے تغیر کے ساتھ

۵۔ بقرہ ع ۳، ۲۹، ۳۹، خاتمہ نساء، خاتمہ انفال، توبہ ع ۱۳، مائدہ ع ۱۳، انعام ع ۱۳، عکبوت ع ۶، شوریٰ

ع ۲، نور ع ۵، خاتمہ نور، حجرات ع ۲، حدید ع ۱ اور مجادلہ ع ۲ ادنیٰ تغیر الفاظ کے ساتھ۔

۶۔ نساء ع ۵، احزاب ع ۵، فتح ع ۳، ادنیٰ تغیر کے ساتھ۔

## انداز ۳۔ علم محیط

- ۱۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔ (پورے قرآن میں) ۳ بار آیا ہے
  - ۲۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔ (ہود۔ ع ۸) ۱ بار
  - ۳۔ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَخَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (آخر طلاق) ۱ بار
  - ۴۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا۔ (نساء ع ۱۸) ۱ بار
  - ۵۔ وَاَخَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ۔ (آخر سورہ جن) ۱ بار
- میزان = ۷ بار

## انداز ۴۔ علم وسیع و بسیط

بسیط کے معنی وسیع، کشادہ، پھیلا ہوا کے ہیں، یعنی جس سے کوئی چیز باہر نہ ہو۔

- ۱۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا۔ (مومن، ع اول) ۱ بار
- ۲۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (انعام، ع ۹ و طہ ع ۵، و اعراف ع ۱۱) ۳ بار
- ۳۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ (پ ۷ انعام ع ۷)

اور وہ بروبحر کی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر یہ سب کتابِ مبین (لوح محفوظ) میں ہے۔ ۱ بار

- ۴۔ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْاَرْضَ حَامًا وَمَا تَزْدَادُ ط  
وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ  
الْمُتَعَالِ۔ سِوَاةٍ مِّنْكُمْ مِّنْ اَسْرَ الْقَوْلِ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ

۱۔ آل عمران ع ۱۲، نساء ع ۱۶، باری تغیر الفاظ

مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٍ بِالنَّهَارِ. (پ ۱۳. رعد، ع ۲۴)  
 اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی  
 بیشی ہوتی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک خاص اندازے پر ہے۔ وہ  
 تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، سب سے بڑا اور عالی قدر  
 ہے۔ تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کرے یا جو پکار کر کہے اور جو  
 شخص رات کو کہیں چھپ جائے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب (خدا  
 کے علم میں) برابر ہیں۔ ابار

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

۵- يَا بَنِيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي  
 السَّمَوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ.

(لقمان: ۲۴)

اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی عکے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر  
 کے اندر ہو، یا آسمان کے اندر ہو یا زمین کے اندر (تب بھی) اس کو اللہ  
 تعالیٰ حاضر کر دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، باخبر ہے۔ ابار

۶- وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
 وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ.

(پ ۱۱، یونس ع ۷۔ وپ ۲۲ شروع سہ ماہی بادی تغیر الفاظ)

”اور آپ کے رب (کے علم) سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ  
 زمین میں اور نہ آسمانوں میں، اور نہ کوئی اس (ذرہ) سے چھوٹی اور نہ  
 بڑی، مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الہی) کتاب مبین میں ہے (یعنی لوح  
 محفوظ میں ہے)۔ ۲ ابار

۷- وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ. (پ ۲۰، نمل، ع ۶)

اور آسمان و زمین میں ایسی کوئی چیز مخفی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔ ابار

۸- إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ لَمَرَاتٍ مِنْ أَكْثَامِهَا وَمَا

تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ط (پ ۲۵ شروع، پ ۲۲، فاطر ع ۲۴)  
 ”قیامت کا علم خدا ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں  
 سے نہیں نکلتا اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب  
 اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔

۲ بار  
 میزان = ۱۲ بار

## انداز ۵۔

### آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب جانتا ہے

- ۱۔ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. (عنكبوت ع ۶، تغابن ع ۱) ۵ بار آیا ہے
- ۲۔ وَرَبِّكَ اعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. (نبي اسرائيل)
- ۳۔ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. (انبیاء ع ۱)
- ۴۔ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ. ۲ بار  
 (ابراهيم ع ۶، آل عمران ع ۱)
- ۵۔ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. (فرقان ع ۱)
- ۶۔ يَعْلَمُ مَا يَلْعَجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ  
 السَّمَاءِ وَمَا يَعْرَجُ فِيهَا. (سباء ع ۱، الحديد ع ۱)
- ” جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش، پانی) اور جو  
 چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات، معدنیات) اور جو کچھ  
 آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے، یہ سب کچھ اللہ  
 جانتا ہے۔

۲ بار  
 میزان = ۱۲ بار

۱۔ آل عمران ع ۳، مائدہ ع ۱۳ اور حج ع ۹ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہی الفاظ ہیں۔

## انداز ۶

متقین و ظالمین، مصلحین و مفسدین، مہتدین و مہتدین

اور شاکرین و معتدین اللہ سب کو جانتے ہیں

- ۱۔ واللہ علیم بالمتقین۔ (آل عمران ع ۱۲، توبہ ع ۷) ۲ بار آیا ہے
  - ۲۔ ہو اعلم بمن اتقی۔ (نجم ع ۲) ۱ // //
  - ۳۔ واللہ علیم بالظالمین۔ (بقرہ ع ۱۱، آل عمران ع ۳۲، توبہ ع ۷، انعام ع ۷) ۵ // //
  - ۴۔ فان اللہ علیم بالمفسدین۔ (آل عمران ع ۶، یونس ع ۳) ۲ // //
  - ۵۔ ان ربک ہو اعلم من یضل عن سبیلہ وهو اعلم بالمہتدین۔ (انعام ع ۱۳، نحل ع ۶، آل عمران ع ۳، قلم ع اول) ۵ // //
  - قصص ع ۶۵ و نجم ع ۲
  - ۶۔ ان ربک ہو اعلم بالمعتدین۔ (انعام ع ۱۳) ۱ // //
  - ۷۔ (انعام ع ۶، بقرہ ع ۲۷ اور بنی اسرائیل ع ۹ میں شاکرین وغیرہ کے متعلق یہی مضمون ہے۔) ۳ // //
- میزان = ۱۹ بار

۱۔ علیم کی جگہ اعلم ہے۔

۲۔ بادلنی تخریر الفاظ

۳۔ من یضل کی جگہ بمن ضل ہے۔

۵۔ آیت کا صرف آخری حصہ ہے

۶۔ بالمہتدین کی جگہ بمن اہتدی ہے۔



## انداز ۷

### رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ

(تمہارا پروردگار تم سب کا حال خوب جانتا ہے)

- ۱۔ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ (نبی اسرائیل ع ۶) ۱ بار آیا ہے
- ۲۔ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ. (نور آخر سورہ) ۱ // //
- ۳۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ. (نساء ع ۴، متحدہ ع ۲) ۲ // //
- ۴۔ إِنْ رَبِّي بِكَيْدِهِمْ عَلِيمٌ. (یوسف ع ۷) ۱ // //
- ۵۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَقَلْبِكُمْ وَتَثُوكُمْ. (محمد ع ۲) ۱ // //
- ۶۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَاءِكُمْ. (نساء ع ۷) ۱ // //
- ۷۔ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا. (نساء ع ۶) ۱ // //
- ۸۔ سورہ توبہ ع ۶، نور ع ۹، عنکبوت ع ۴، احزاب ع ۲، شوریٰ ع ۴ ۶ اور خاتمہ قرآن میں بھی یہی مضمون ہے۔

میزان = ۱۴ بار

## انداز ۸

### اللہ دلوں کے راز جانتا ہے!

- ۱۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ. (پورے قرآن میں) ۱۴ بار آیا ہے

۱۔ ایک لفظ میں فرق ہے۔

۲۔ آل عمران ع ۱۶، حدید رکوع اول، تغابن رکوع اول، آل عمران ع ۱۲، مائدہ ع ۲، انفال ع ۵، ہود ع ۱، لقمان ع ۳، فاطر رکوع آخر، زمر ع اول، شوریٰ ع ۳، اور ملک رکوع اول ادنیٰ فرق کے ساتھ

- ۲۔ يعلم خائنة الاعين وما تخفي الصدور. (مومن ع ۲) ۱ // //
- ۳۔ وربك يعلم ما تكن صدورهم وما يعلنون. ۶ // //
- ۴۔ والله يعلم ما في قلوبكم. (احزاب ع ۶، نساء ع ۹) ۲ // //
- ۵۔ الله اعلم بما في انفسهم. (هود ع ۳، اسراء ع ۳) ۳ // //
- ۶۔ بقره ع ۳۰، فتح ع ۳ اور ق ع ۲ میں بھی یہی مضمون ہے۔ ۳ // //
- میزان = ۲۳ بار

## انداز ۹

### اللہ ظاہر و باطن، خفی و جلی، اور عیاں و نہاں سب جانتا ہے

- ۱۔ ان الله يعلم ما يسرون وما يعلنون. (پورے قرآن میں) ۴ بار آیا ہے
- ۲۔ ويعلم ما تسرون وما تعلنون. ۵ // //
- ۳۔ انه يعلم الجهر وما يخفي. (پ ۳، علی ط ع اول) ۶ // //
- ۴۔ والله يعلم ما تبدون وما تكتمون. ۳ // //
- ۵۔ انه يعلم الجهر من القول ويعلم ما تكتمون. (آخر انبياء) ۱ // //
- ۶۔ يعلم سرکم وجهرکم ويعلم ما تكسبون. (انعام ع ۱) ۱ // //
- ۷۔ آل عمران ع ۳ و ۷، مائدہ ع ۹، توبہ ع ۱۰، ابراہیم ع ۶، بنی ۸ // //
- اسرائیل ع ۵، محمد ع ۳ اور ممتحنہ ع اول میں بھی یہی مضمون ہے۔

میزان = ۲۲ بار

۱۔ نمل ع ۶ و قصص ع ۷۔ ۲، ۳ الفاظ میں فرق ہے۔

۲۔ بقرہ ع ۹، ہود رکوع اول، نمل ع ۳، یس رکوع آخر الفاظ میں فرق ہے۔

۳۔ تغابن رکوع اول، نمل ع ۲، الفاظ میں فرق ہے۔

۴۔ الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔

۵۔ مائدہ ع ۱۳، نور ع ۴، بقرہ ع ۴، الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ ایک لفظ زیادہ ہے۔

## انداز ۱۰

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(اللہ تعالیٰ ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو خوب جانتا ہے)

۱۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ۔ ۳ بار آیا ہے

(بقرہ ع ۲۳۴، طہ ع ۶، انبیاء ع ۲ اور حج ع آخر)

۲۔ قال فما بال القرون الاولى. قال علمها عند ربى فى كتاب. (طہ: ۲۴)

۳۔ هو اعلم بكم اذ انشاكم من الارض واذ اناجنتكم فى بطون امهتكم۔ (نجم ع ۲)

اور وہ تم کو (اس وقت سے خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بنے تھے۔

۱ = ۶ بار

## انداز ۱۱

فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ سب اعمال خیر کو جانتا ہے

۱۔ وما تفعّلوا من خیر فان الله به علیم۔ ۵ بار آیا ہے

۱۔ بقرہ ع ۲۵ و ۲۶ و ۳۷، آل عمران ع ۱۰ و نساء ع ۱۹، ایک دو لفظوں میں معمولی سا فرق ہے۔

۲۔ وما انفقتم من نفقة أو يلبسكم من نذر فان الله يعلمه. ا // //

(بقرہ ع ۳۷)

میزان = ۶ بار

## انداز ۱۲

# إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا، انہیں دیکھنے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں اور ان کے گناہوں کی خبر ہے

۱۔ انہ کان بعبادہ خبیراً بصیراً. ۴ بار آیا ہے

(بنی اسرائیل ع ۳۷، طہ ع ۳۷، شوری ع ۳۷)

۲۔ وكفى بربك بذنوب عباده خبیراً بصیراً. // //

(بنی اسرائیل ع ۲۷)

۳۔ وكفى به بذنوب عباده خبیراً. (طرقان: ۵۷) ۱

میزان = ۶ بار

## انداز ۱۳

# وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

(اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کو سب اعمال و افعال کا علم ہے:

۱۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ. (پورے قرآن میں) ۳ بار آیا ہے

۲۔ تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ۔

۳۔ بقرہ ع ۳۹، نور ع ۴۲، یوسف ع ۲۲ اور مومنون ع ۴۲، بادی تغیر الفاظ

- ۲۔ ان اللہ علیم بما کتتم تعملون۔ (نحل: ع ۴) ۱ // //
- ۳۔ فقل اللہ اعلم بما تعملون۔ (حج ع ۹، شعراء ع ۲۰) ۲ // //
- ۴۔ واللہ یعلم اعمالکم۔ (محمد ع ۴، انعام ع ۷، رعد ع ۶) ۳ // //
- ۵۔ ان اللہ علیم بما یفعلون۔ (یونس ع ۴، نحل ع ۱۳) ۷ // //
- ۶۔ واللہ اعلم بما تصفون۔ (یوسف ع ۹، مومنون ع آخر) ۲ // //
- میزان = ۱۹ بار

## انداز ۱۴

### وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

(اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہیں)

### اللہ تعالیٰ کو سب اعمال کی خبر ہے

- ۱۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ ۷ بار آیا ہے
- (بقرہ ع ۳۷، آل عمران ع ۱۸، حدید ع اول، مجادلہ ع ۲، اور تغابن ع اول)
- ۲۔ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ ۷ // //
- (آل عمران: ع ۱۶۔ توبہ ع ۲)
- بجادلہ ع ۲، منافقون خاتمہ سورۃ اور مائدہ ع ۲، نور ع ۷، حشر ع ۳)
- ۳۔ اِنَّهُۥٓ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ ۴ // //
- (ہود ع ۱، لقمان ع ۳، احزاب ع ۱)
- رکوع اول اور فتح ع ۲)
- ۴۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ ۲ // //
- (نور ع ۳، نمل ع ۷)
- ۵۔ ان اللہ کان بما تعملون خبیراً۔ ۳ // //
- (نساء ع ۱۳، ع ۱۹، نور ع ۲۰)
- میزان = ۲۳ بار

۱۔ ایک دو لفظوں میں فرق ہے۔

۲، ۳ نور ع ۶، عکبوت ع ۵، فاطر ع ۲، زمر ع ۷ و شوریٰ ع ۳

۴ ادنیٰ تغیر کے ساتھ ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ایضاً۔

## انداز ۱۵

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ.

(اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال سے بے خبر نہیں

۱۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ. ۵ بار آیا ہے

(بقرہ ع ۹، ۱۶، ۱۸۔ آل عمران ع ۱۰)

۲۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ. (بقرہ ع ۷۷، انعام ع ۲۶) // // ۲

۳۔ وَمَا رُبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ. (ہود آخری آیت، نمل آخری آیت) // // ۲

۴۔ وَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهُ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ. (ابراہیم آخری رکوع) // // ۱

میزان = ۱۰ بار

## انداز ۱۶

مختصر انداز محض دو الفاظ میں اللہ رب العزت نے اپنی صفت علم کو جو بیان فرمایا

ہے، اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

۱۔ واسع علیم کا ارشاد قرآن کریم میں قریباً..... کے مقامات پر ہے

۲۔ علیم حکیم یا علیم حکیم یا العلیم الحکیم یا حکیم علیم یا علیم خبیر یا

الحکیم العلیم یا الحکیم الخبیر یا حکیم خبیر کم و بیش..... ۴۰ مقامات پر ہے

۳۔ علیم قدیر یا العلیم القدیر یا العزیز العلیم یا الخلاق العلیم یا علیم حلیم یا

علیمًا حلیمًا یا شا کرًا علیمًا یا لطیف خبیر وغیرہ ۱۹ مقامات پر ہے

۴۔ سمیع علیم یا السميع العلیم کم و بیش ۲۸ مقامات پر ہے

میزان = ۹۴ بار

۱۔ ادنیٰ تغیر کے ساتھ

## انداز ۱

قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

(ارشاد فرمایا: بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا

فرشتوں سے فرمایا:

۱۔ قال انی اعلم ما لا تعلمون (بقرہ ع ۳) ۱ بار آیا ہے

صحابہ کرام نیز مسلمانوں سے اور اہل کتاب وغیرہ سے فرمایا:

۲۔ واللہ یعلم واتم لا تعلمون (بقرہ ع ۲۶، آل عمران ع ۷، نور ع ۲، نحل ع ۱۰) ۵ // //

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

۳۔ لا تعلمہم نحن نعلمہم. (توبہ ع ۱۳، انفال ع ۷) ۲ // //

۴۔ لا یعلمہم الا اللہ. (ابراہیم ع ۲) ۲ // //

۵۔ وما یعلم جنود ربک الا هو. (مدثر رکوع اول) ۱ // //

۶۔ فاعلم ما لم تعلموا. (فتح ع ۳) ۱ // //

میزان = ۱۱ بار

## انداز ۱۸

قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

(آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم (خاص) اللہ کو ہے)

قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں

۱۔ واللہ کی جگہ ان اللہ ہے۔

۲۔ الفاظ میں معمولی سا فرق ہے۔

- ۱۔ قُلْ إِنَّمَا عَلَّمَهَا عِنْدَ اللَّهِ (اعراف ع ۲۳ و احزاب ع ۸ و اعراف ع ۲۳) ۳ بار آیا ہے
- ۲۔ ان الله عنده علم الساعة. (لقمان آخر سورة، زخرف ع ۲ آخر) // //
- ۳۔ قل انما العلم عند الله. (ملک ع ۲) // //
- ۴۔ التي ربك منتهاها. (النازعات ع ۲) // //
- میزان = ۷ بار

### خلاصہ

جہاں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اٹھارہ مختلف اسلوب و انداز سے ۳۳۱ بار اپنے لیے صفتِ علم کا بیان اور علمِ غیب، علمِ کل، علمِ محیط اور علمِ بسیط کا اثبات فرمایا ہے، وہاں اپنے سوا کسی برگزیدہ سے برگزیدہ مخلوق، کسی فرشتہ یا ولی یا نبی حتیٰ کہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دفعہ بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا، بلکہ اللہ ان سے علمِ قیامت وغیرہ علوم کی نفی کی ہے، علیٰ ہذا تمام ماسویٰ اللہ کے لئے علمِ غیب کی نفی فرمائی۔

## اللہ کے سوا ہر ذات سے علمِ غیب کی نفی

اپنے محبوب و مقبول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے اعلان کرایا،

فرمایا:

۱۔ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ. (پ ۲۰۔ نمل: ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں (ان میں سے) کوئی بھی غیب نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

ارض و سماء، زمین و آسمان کی کوئی خاک، نوری یا تاری مخلوق ”الغیب“ نہیں جانتی،

۱۔ اللہ کی جگہ ربی ہے۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ كِى جگہ د ہے



غیب اگر جانتا ہے تو صرف ایک اللہ جانتا ہے۔ علم غیب خاصہ خدا ہے۔  
 کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو خود اس ذاتِ اقدس ﷻ کے لئے علم غیب کا ادعاءِ  
 باطل کرتے ہیں، جن کی زبانِ پاک سے اللہ رب العزت نے یہ اعلان کرایا کہ  
 زمین و آسمان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا، مگر اللہ.....! تو عالم الغیب ہونے کی  
 صفت اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہے۔ یہ صفت کسی مخلوق کے لئے ثابت  
 نہیں۔ ارشاد فرمایا:

۲۔ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعَلِّمُهَا إِلَّا هُوَ. (پ۔ انعام: ۶ع)  
 اور غیب کی کنجیاں (یا خزانے) اللہ ہی کے پاس ہیں، اس کے سوا ان کو کوئی نہیں  
 جانتا۔

تو غیب کے خزانے اور کنجیاں سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اور کسی کو ان تک  
 رسائی نہیں۔ غیب صرف اللہ جانتا ہے، اس کے سوا اور کسی کو غیب کا علم نہیں۔

### نبی کریم ﷺ بھی عالم الغیب نہیں

منصب رسالت کے فرائض و وظائف انذار و تبشیر..... کی ادائیگی و سرانجامی کے  
 لئے نہ تو ملک و اختیار کی ضرورت ہے اور نہ ہی علم غیب کی۔ یہ دونوں صفات ذاتِ پاک  
 رب العزت کے لئے خاص ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے ان دونوں  
 صفتوں کی نفی فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

۳۔ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط وَلَوْ كُنْتُ  
 أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا مَسْكَرَاتٍ مِنَ الْخَيْرِ ؕ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ ؕ إِنْ أَنَا إِلَّا  
 نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ. (پ۔ اعراف، ۲۳ع)

آپ کہہ دیجئے میں اپنی ذات کے لئے (بھی) نفع و ضرر کا اختیار نہیں رکھتا، مگر جو  
 اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی  
 مضرت مجھے مس نہ کرتی۔ میں تو محض اہل ایمان کو ڈرانے والا اور بشارت دینے

والا ہوں۔

علمِ قیامت کے ساتھ چند اور علوم کی تمام نفوس و ذوات سے نفی ہو رہی ہے۔

ارشاد فرمایا:

۳۔ ان اللہ عندہ علم الساعة ۷ وينزل الغيث ۸ ويعلم ما فی الارحام ۹  
وما تدري نفس ما ذات کسب غذا وما تدري نفس باى ارض  
تموت ۱۰ ان اللہ علیم خبیر۔ (آخر لقمان)

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا، سب خبر رکھنے والا ہے۔

الف۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ان پانچ باتوں کو نہ تو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ نبی، اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ ان میں سے کوئی بات جانتا ہے تو اس نے قرآن کا انکار کیا کیونکہ قرآن کی مخالفت کی۔ ہذہ خمسة لا يعلمها ملک مقرب ولا نبی مصطفیٰ فمن ادعى انه يعلم شیء من ہذہ فانه کفر بالقرآن لانه خالفه۔

ب۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جس نے تجھے خبر دی کہ (حضرت) محمد (ﷺ) نے اپنے رب کو دیکھا یا کلام اللہ میں سے کوئی بات چھپالی۔

او يعلم الخمس التي قال الله تعالى ان الله عنده علم الساعة  
وينزل الغيث ..... فقد اعظم الفرية۔

یا پانچ باتیں جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عنده علم الساعة میں فرمائی ہیں تو اس نے بہت ہی بڑا افتراء کیا۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ المصابیح باب رویۃ اللہ تعالیٰ)  
ج۔ اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

من حدثك ان محمداً صلى الله عليه وسلم رأى ربّه فقد كذب  
وهو يقول لا تدركه الابصار ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد  
كذب وهو يقول لا يعلم الغيب الا الله.

(صحیح بخاری کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ عالم الغیب)

جو تجھ سے بیان کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ بولا  
حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تدركه الابصار، اور جس نے تجھ سے بیان  
کیا کہ آپ غیب جانتے ہیں تو بے شک اس نے جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں: لا يعلم الغيب الا الله.....

د اور بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا:

مفاتيح الغيب خمس لا يعلمها الا الله، لا يعلم ما في غد الا الله  
وما يعلم ما تغيض الارحام الا الله ولا يعلم متى ياتي المطر احد  
الا الله ولا تدري نفس باي ارض تموت ولا يعلم متى تقوم  
الساعة الا الله. (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ رعد)

غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اللہ کے سوا کوئی نہیں  
جانتا کہ (۱) کل کیا ہوگا اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو (۲) رحم میں نامکمل بچے  
ساقط ہوتے ہیں، اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی یہ جانتا ہے کہ (۳) بارش کب ہوگی،  
اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ (۴) وہ کہاں مرے گا اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی جانتا  
ہے کہ (۵) قیامت کب ہوگی۔

اللہ نہ بتائے تو کسی غیب کی بات کا کسی کو بھی علم نہیں ہوتا!

یہاں یہ مراد نہیں کہ صرف ان پانچ باتوں کا علم اللہ کے سوا دوسرے کسی کو نہیں اور  
ان کے علاوہ دوسری غیب کی باتوں کا علم لوگوں کو ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ غیب کی کسی بات کا

بھی کسی کو کوئی علم نہیں۔

جب قیامت کے وقت کی خبر کسی کو نہیں جس کا آنا بہت مشہور اور نہایت یقینی ہے تو اور کسی چیز کے ہونے کی خبر کسی کو کیا ہوگی، جیسے کسی کی فتح، شکست، بیماری، تندرستی وغیرہ، کہ یہ باتیں نہ تو قیامت کے برابر مشہور ہیں نہ وہی یقینی!

اسی طرح مینہ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں حالانکہ اس کا موسم معلوم ہے، اور نبی، ولی، بادشاہ، حکیم سارے اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ پھر ایسی چیزوں کا علم کسی کو کیا ہوگا جن کا نہ تو موسم معلوم ہے اور نہ سب لوگ مل کر ان کی خواہش رکھتے ہیں، مثلاً مرنا، جینا، اولاد کا ہونا، یا غنی یا فقیر ہونا۔

اسی طرح جب کسی کو یہ علم نہیں کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، نہ ہے یا مادہ؟ ایک ہے یا دو، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں، تو آدمی کے دل و دماغ میں اور مخفی چیزوں کا کسی کو کیا علم ہوگا، مثلاً خیالات، ارادے، اور نیتیں اور ایمان اور نفاق۔

اسی طرح جب کسی کو اپنا حال معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا تو وہ دوسرے کے حالات کا علم کیسے رکھ سکتا ہے۔

اسی طرح جب کسی کو اپنی موت کا علم نہیں کہ کس جگہ آئے گی تو دوسروں کی موت و حیات، وغیرہ کا کسی کو کیا علم ہوگا۔

غرض کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آئندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا۔

۵۔ يعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء۔  
(پ ۳، آیت الکرسی)

(اللہ تعالیٰ) جانتا ہے جو کچھ خلقت کے روبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب اس کے معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے، مگر جتنا وہی چاہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم محیط اور کامل ہے۔ مخلوقات میں سے کسی کا بھی علم کامل اور محیط

نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو جس قدر علم دینا چاہتے ہیں دے دیتے ہیں۔

۶۔ يعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم ولا یحیطون بہ علماً. (پ ۱۶، ط: ۶ع)

اللہ تعالیٰ ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا۔

خدا کا علم سارھی مخلوق کو محیط ہے۔ اور کسی کا علم اللہ رب العزت کی ذات کا یا اس کی معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ سب کا علم محدود ہے اور اتنا ہے جتنا اللہ رب العزت نے کسی کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو غیب کی جس بات پر چاہیں خبر دے دیتے ہیں

علم غیب تو کسی کو حاصل نہیں، غیب کی کنجیاں صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں، کسی مخلوق کو ان تک رسائی اور دسترس نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو بعض غیوب پر مطلع فرما دیتے ہیں، ارشاد فرمایا:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولكن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء. (پ ۳ آل عمران ۱۸ع)

اور اللہ تعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کرتے، لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہیں منتخب فرما لیتے ہیں۔

عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب پر اطلاع نہیں دی جاتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو غیب کی جس بات پر چاہیں اطلاع دے دیتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدنا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصنا. (آخزجن)

(اللہ) عالم الغیب ہے، سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، تو اس کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) چلاتا ہے۔

تو غیب حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ اپنے برگزیدہ و پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب کی جس بات پر چاہے اطلاع دے دیتا ہے۔ اور یہ اطلاع بذریعہ وحی ہوتی ہے اور وحی کے ساتھ فرشتوں کا چوکی پہرہ ہوتا ہے۔

## رسول کریم ﷺ کے چند واقعات

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

غزوہ تبوک میں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی، آپ کے اصحاب اس کی تلاش میں نکلے، زید بن اللہبی (منافق) کہنے لگا: ”محمد تو نبی ہونے کے مدعی ہیں اور تمہیں آسمانوں کی خبر دیتے ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟“ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانی واللہ ما اعلم الا ما علمنی اللہ وقد دلی اللہ علیہا  
وہی فی ہذہ الوادی فی شعب کذا وکذا وقد حبستہا  
شجرۃ بزمامہا.

”واللہ! میں نہیں جانتا مگر وہ جس کا اللہ مجھے علم دیتا ہے۔ اور ابھی اللہ نے مجھے دکھلایا ہے کہ وہ اس وادی میں اس درہ میں موجود ہے، درخت کی شاخ میں اس کی مہار اٹکی ہوئی ہے“

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور اونٹنی کو لے آئے۔

اگر اللہ رب العزت اپنے محبوب رسول کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ایک بندے کو بھی بطور معجزہ و کرامت کسی غیب پر اطلاع دے دیں، تو اس کا انکار نہیں۔ یہ خود کتاب و سنت سے بھراحت ثابت ہے، اور یہ وحی والہام کے واسطہ و ذریعہ سے جو علم و خبر کسی نبی یا ولی کو حاصل ہوگی، یہ غیب نہیں، اور جو غیب ہے یعنی بغیر واسطہ و ذریعہ، بغیر علامت و دلیل غیر مشہود و غیر موجود حقائق و اشیاء کا علم، یہ خاصہ خدا ہے۔ یہ نہ کسی آسمان والے کو حاصل ہے نہ زمین والے کو، نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ کسی فرشتے کو اور نہ ہی کسی اور کو۔

۱۔ سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۶۶، ذکر غزوہ تبوک۔ ”اصابہ“ جلد اول نمبر ۲۳، ۲۹۔

۲۔ بروایت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ان کی شادی کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انصار کی بچیاں دف بجا کر ان کے آباء کے مناقب پڑھ رہی تھیں جو بدر میں شہید ہو گئے تھے، ان بچیوں میں سے ایک نے کہہ دیا ”وینا نبی يعلم ما فی غد“ کہ ہم میں نبی موجود ہیں جو (آنے والے) کل کی باتیں جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین. (رواہ البخاری) ۱

”اس بات کو چھوڑو، وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی“

اللہ اکبر! مجلسِ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ محفلِ فرح و سرور ہے، پھر کہنے والی ایک معصوم لڑکی ہے، کوئی ”شیخ الحدیث“ یا علامہ نہیں، پھر بات گیت کے ایک مصرعہ کی ہے، کسی عقیدہ و ایمان سے متعلق کوئی عبارت نہیں، مگر اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس ایک کلمہ کو بھی برداشت نہ فرما سکے، اپنے متعلق علمِ غیب کی ذرا سی نسبت کی بھی اجازت نہ دی اور فوراً منع فرما دیا کہ یہ نہ کہو، اسے چھوڑ دو۔ اللہ اللہ!!

۳۔ بروایت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہا ایک انصاری بی بی حضرت أم العلاء صحابیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات پر جب انہیں غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے کہا: ابوسائب (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) تم پر خدا کی رحمت! میں تمہارے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ضرور تمہیں اپنی رحمت سے سرفراز فرمایا ہوگا۔ اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ کیسے علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور ان کو سرفراز فرمایا ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، (اگر ان کو نہیں) تو پھر اللہ تعالیٰ اور کس کو نوازے گا؟ ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! ان کی وفات ہو گئی اور خدا کی قسم مجھے بھی ان کے متعلق خیر کی امید ہے، مگر

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح باب اعلان النکاح

والله لا ادري وانا رسول الله ما ذا يفعل بي. (البخاری) ۱  
 ”خدا کی قسم! گو میں اللہ کا رسول ہوں مگر میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا  
 معاملہ ہوگا۔“

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے رات کو سوتے میں کروٹ بدلی تو اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور کا دانہ پایا۔ اسے اٹھایا اور  
 تناول فرمایا۔ پھر باقی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف سے بچ و تاب کھاتے رہے، آپ  
 کو نیند نہ آئی۔ آپ نے اپنی کسی زوجہ رضی اللہ عنہا کو یہ کیفیت بیان کی اور فرمایا:

انى وجدت نمرة تحت جنبى فاكلتها ثم تخوفت ان  
 تكون من الصدقة. ۲

”میں نے اپنے پہلو تلے ایک کھجور کا دانہ پڑا پایا اور اسے کھا لیا۔ اب مجھے  
 خوف ہے کہ کہیں وہ صدقہ کے مال میں سے نہ ہو۔“

اللہ اللہ! کھجور کھا تو لی مگر اس خوف سے کہ..... مبادا یہ عشر کے مال میں سے ہو جو  
 عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ میں جمع ہوتا اور پھر مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا  
 تھا..... اس فکر سے آپ کی نیند اُچاٹ ہو گئی، شب بھر آپ بچ و تاب کھاتے رہے۔ یہ ساری  
 کیفیت اس بات کا علم نہ ہونے کی وجہ سے پیش آئی کہ وہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں۔ اگر  
 معلوم ہوتا کہ صدقہ کی ہے تو حضرت تناول ہی نہ فرماتے اور اگر علم ہوتا کہ صدقہ کے مال  
 میں سے نہیں تو رات بھر پریشان اور فکر مند اور بے چین نہ رہتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے سے  
 گزرے تو آپ کو ایک کھجور پڑی ہوئی ملی۔ ارشاد فرمایا:

لولا انى اخاف ان تكون من الصدقة لا ألتها. (متفق علیہ)

۱۔ ترجمان السنۃ جلد دوم حدیث نمبر ۸۰۱

۲۔ طبقات ابن سعد، جلد اول ص ۳۹۰



”اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی کھجور ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔“  
(صحیح بخاری، صحیح مسلم) ۱

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عدم علم و یقین کی وجہ سے کہ وہ کھجور صدقہ کی نہیں،  
کھجور کو تناول نہ فرمایا۔ اگر مال صدقہ میں سے نہ ہونے کا یقین ہو جاتا تو تناول فرما لیتے۔

۶۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دیں۔ مسلمانوں میں سے دو شخص  
باہم جھگڑنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آیا تھا تاکہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر  
دوں، لیکن فلاں فلاں باہم جھگڑنے لگے:

فرفعت وعسی ان یکون خیر الکم فالتمسوها فی  
التاسعة والسابعة والخامسة. (رواہ البخاری) ۲

لہذا (اس کی تعین) اٹھالی گئی، اور شاید یہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ پس تم  
اسے پچیسویں، ستائیسویں اور اسیسویں (شب) میں تلاش کرو۔“

۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، ارشاد فرمایا:

اریت هذه الليلة ثم انسيها فالتمسوها في العشر  
الاولى والتمسوها في كل وتر. (متفق عليه) ۳

”مجھے یہ رات بتلائی گئی تھی پھر میں اسے بھول گیا۔ پس تم اسے آخری  
عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک اور ابوداؤد وغیرہ میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۸۔ ایک روایت میں ہے، ارشاد فرمایا:

انسی اريت ليلة القدر واني نسيها فالتمسوها في العشر  
الاولى والتمسوها في كل وتر.

۱ ”مكثوة الصائغ“ باب من لا تحل له الصدقة

۲ ”مكثوة الصائغ“ باب ليلة القدر، مؤطا امام مالک میں یہ روایت حضرت انس سے مروی ہے۔

۳ ”مكثوة الصائغ“ باب ليلة القدر

”بے شک مجھے لیلة القدر بتلائی گئی تھی، مگر وہ بھلا دی گئی، پس اب تم

اسے (رمضان کے) آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔“

یہ عظیم رات جو ہزار مہینوں سے بھی قدر و عظمت میں خیر و افضل اور برتر ہے، اُمت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کر کے نہ بتلا سکے کہ کون سی رات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا قطعی علم عطا نہیں فرمایا۔ عطا فرمایا بھی تھا مگر دو مسلمانوں کے باہمی نزاع کی وجہ سے وہ علم واپس لے لیا گیا۔ اب آپ نے انداز سے فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔ کیونکہ رمضان المبارک میں اس کا ہونا تو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ باقی قطعی تاریخ کا تعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا۔

۹۔ اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱۰) عاشوراء (۱۰ محرم) کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس دن کی تو یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع. (رواہ مسلم) ۱

”اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو ۹ محرم کا روزہ (بھی) رکھوں گا (تا کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو جائے)“

مگر آپ اگلے سال تک زندہ نہ رہے، ربیع الاول ۱۰ھ ہی میں وفات پا گئے۔

صلی اللہ علیہ وسلم  
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات شریفہ اور رحلت مبارکہ کا بھی علم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو ۹ محرم کا روزہ بھی رکھوں گا، مگر خالق و مالک جل جلالہ کی طرف سے پیغام وصال آ پہنچا اور آپ (۱۰ محرم سے ۱۱، ۱۰)

۱ ”مکلوۃ المصابیح“ باب صیام التطوع۔

ربیع الاول تک) صرف دو ماہ بعد ہی اپنے رب اعلیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

### خلاصہ:

کتاب اللہ کی متعدد نصوص قطعہ کے بعد سنت رسولؐ سے نور بار خود نبی الانبیاء۔  
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے لئے علم غیب و علم کل کی نفی ثابت ہے۔  
اس کے بعد اور کون ماں کالال ہے جس کے لئے علم غیب کا دعویٰ کیا جائے۔

### فقہاء اسلام کا علم غیب کے مدعی کے بارے میں فیصلہ

کتاب و سنت کے بعد اس مسئلہ سے متعلق فقہاء امت کے چند اقوال درج ذیل

ہیں:

۱۔ امام الفقہاء حسن بن منصور المعروف بہ قاضی خاں (المتوفی ۵۹۲ھ) لکھتے ہیں:  
ایک شخص نے ایک عورت سے (گواہوں کے بغیر) اللہ اور رسول ﷺ کو  
گواہ بنا کر نکاح کیا، یہ باطل ہے.....

وبعضہم جعلوا ذالک کفراً لآنہ یعتقد ان الرسول  
صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وهو کفر۔

(فتاویٰ قاضی خاں جلد اول کتاب النکاح)

اور بعض نے اسے کفر قرار دیا ہے، کیونکہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، اور یہ کفر ہے۔

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم المصری (المتوفی ۷۶۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

لو تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد النکاح ویکفر  
لاعتقاده انہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب۔

(بحر الرائق جلد ۵ ص ۱۶)!

۱۔ فقہ حنفی کے مشہور فتاویٰ "تاتارخانیہ" میں بھی قریباً یہی الفاظ ہیں، اور خزانیہ المغتیبین، بزازیہ، مجمع الزوائد،  
شامی وغیرہ میں بھی!

۳۔ السلطان العادل اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۱۸ھ) کے مرتب کرائے ہوئے فتویٰ میں ہے:

تزوج رجل امرأة ولم يحضر الشهود وقال:

”خدائے را اور رسول راہ گواہ کر دیم..... یکفر۔“ (فتاویٰ عالمگیری“ جلد ۲ ص ۳۱۲)

۴۔ نیز امام فقیہ علی بن ابی بکر صاحب ہدایہ (المتوفی ۵۹۳ھ) اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹۷ پر، علامہ طاہر بن احمد (۵۳۲ھ) خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲ ص ۳۵۴ پر، امام عبدالرحیم (۵۶۱ھ) فصول عمادیہ ص ۶۴ پر، امام محمد بن محمد الخوارزمی المعروف بالترازی (۸۲۷ھ) فتویٰ بزازیہ ص ۳۲۵ پر اور محدث کبیر علامہ بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) عمدۃ القاری جلد ۱ ص ۵۲۰ پر، امام ابن ہمام محمد بن عبدالواحد (۹۶۱ھ) مسائرہ جلد ۲ ص ۸۸ مع المسامرہ پر، اور علامہ ابن عابدین الحنفی (۱۲۵۲ھ) شامی جلد ۳ ص ۳۰۶ اور دوسرے جلیل القدر و شہرہ آفاق فقہاء اسلام نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ ”ملا بدمنہ“ ص ۷۶ پر خاتم الفقہاء حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) رحمہ اللہ بھی یہی لکھتے ہیں۔

### عقیدہ توحید پر ایمان انسانی فطرت ہے

اللہ رب العزت کی توحید انسانی فطرت کا تقاضا ہے، ہر انسان پیدائشی طور پر خدائے واحد کی وحدت و وحدانیت اور توحید کا قائل ہے، اور یقین رکھتا ہے کہ اللہ کی ذات واحد کے سوا کوئی مالک و متصرف نہیں، چنانچہ رئیس المفسرین، حبر امت، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دَعَوُ اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ کی تفسیر میں مروی ہے کہ مشرکین مکہ سمندر میں سفر کے دوران شرک نہ کرتے ہوئے خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔

یعنی اسی تقاضائے فطرت سے مجبور ہو کر مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم و عرفان اور احساس و ادراک رکھتے تھے، عالم اضطراب میں وہ خدا کی توحید کے بھی قائل و معترف تھے۔ یہ تمام تفصیلات حضرت مولانا محمد سرفراز خان صمدی رحمہ اللہ کی تالیف ”ہتیرید النواظر“ طبع ششم ص ۶۸، ۷۰، ۷۱ سے ماخوذ ہیں۔

تھے، نامساعد حالات اور مصائب و مشکلات میں وہ خالص اللہ رب العزت ہی کو پکارتے تھے۔  
لیکن حوادث و آفات سے نجات پا کر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے لگ جاتے تھے۔

### توحید کا عوامی تصور

آج عامۃ المسلمین یہ سمجھتے ہیں یا نہیں یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ خدا کی ہستی کا اقرار اور ذاتِ پاک باری تعالیٰ کا اعتراف ہی توحید ہے۔ ہم خدا کو مانتے ہیں لہذا ہم سچے مسلمان اور بکے موحد ہیں۔ مشرک تو مکے کے قریش تھے، جو اللہ رب العزت کی ہستی کے منکر تھے اور جو باری تعالیٰ کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔

یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے، یہ ایک بے حد خطرناک فریب خوردگی ہے، اس مغالطہ و فریب خوردگی کے سولہ آنے خلاف حقیقت یہ ہے کہ قریش مکہ نہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے قائل و معترف تھے، صفاتِ ربانی پر بھی ایمان رکھتے تھے، بلکہ اللہ واحد کی عبادت بھی کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم، احادیثِ رسول ﷺ کی تصریحات اور سیرت و تاریخ کی مستند صحیح روایات ملاحظہ ہوں:

کتاب اللہ قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق مشرکین مکہ کے درج ذیل عقائد و نظریات معلوم ہوتے ہیں۔

### ۱۔ انسانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے

اللہ رب العزت اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:  
ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله. (پ ۲۵، زخرف روع آخر)  
”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے!“

### ۲۔ ارض و سماء کا خالق اللہ ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله.

(پ ۲۱، سورہ لقمان، رکوع ۳ و پارہ ۲۳، زمر ع ۴)

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا

ہے؟ تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے!

تو معلوم ہوا کہ مشرکین عرب، کفار قریش زمین و آسمان اور انس و جن کا خالق

ذات باری تعالیٰ کو مانتے تھے، اسی طرح مالک و رازق، محی و ممیت اور مدبر امور بھی اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے۔

۶۳۳، رازق، مالک، موت و حیات کا مالک اور مدبر امور اللہ ہے

ارشاد فرمایا:

قل من يرزقكم من السماء والارض امن يملك السمع والابصار ومن يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ومن يدبر الامر فسيقولون الله فقل افلا تتقون.

(پ ۱۱، یونس: ع ۴)

”آپ (ان مشرکین سے) پوچھئے کہ تم کو آسمان اور زمین سے کون رزق

دیتا ہے؟ یا (تمہارے) کانوں اور (تمہاری) آنکھوں کا مالک کون

ہے؟ اور مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو کون نکالتا ہے؟ اور تمام

کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ سو وہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ!.....“

۷۔ زمین و آسمان، عرش و فرش سب کا مالک اور رب اللہ ہے

قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون. سيقولون لله قل افلا تدكرون. قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم سيقولون لله قل افلا تتقون.

(پ ۱۸، مومنون: ع ۵)

”آپ ان سے پوچھئے کہ اگر تم جانتے ہو (تو بتلاؤ) یہ زمین اور جو کچھ اس پر (موجود) ہیں سب کس کے ہیں؟ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے، آپ کہئے پھر تم سوچتے (کیوں) نہیں؟ آپ کہئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ) ان سات آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے، آپ کہئے کہ پھر تم (اس سے کیوں) نہیں ڈرتے؟“

### ۹،۸۔ شہنشاہِ کل، صاحبِ اختیارِ اعلیٰ اللہ ہے

قل من بیدہ ملکوت کل شیءٍ وہو یجیر ولا یجار علیہ  
ان کنتم تعلمون۔ سیقولون لیلہ قل فانی تسحرون۔  
(پ ۱۸، مومنون: ۵ع)

”آپ (ان سے) پوچھئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ اگر تم جانتے ہو، وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ (یہ سب صفتیں) اللہ ہی کی ہیں، آپ کہئے کہ پھر تم کہاں سے جادو کیے جاتے ہو؟..... یعنی مسکور و مدہوش ہو کر (ان تمام مقدمات کو ماننے کے بعد) حقیقت تو حید کو نہیں سمجھتے۔“

### ۱۰۔ قادرِ مطلق اللہ ہے

ان کا ایمان تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم اور اس کی رضا و مشیت سے ہوتا ہے، چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا یہ شرک اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے، اگر وہ نہ چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے۔

۱. وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من  
شیءٍ نحن ولا اباؤنا ولا حرمنا من دونہ من شیءٍ

كذالك فعل الذين من قبلهم. (پ ۱۳، نحل: ۵ع)  
 ”اور مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو اس کے سوا کسی چیز کی  
 نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم سوائے اس کے  
 (حکم کے) کسی چیز کو حرام کر ڈالتے، اسی طرح ان سے پہلے (کافر)  
 لوگوں نے کیا۔ (یعنی ایسا ہی کہا تھا)

۲. سيقول الذين اشرکوا لو شاء الله ما اشرکنا ولا

اباؤنا ولا حرمنا من شيء. (پ ۸، انعام: ۱۸ع)  
 ”یہ مشرک لوگ یوں کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ  
 ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے۔“

### ۱۱۔ مُتَّصِرْفٍ عَلَى الْاِطْلَاقِ اللّٰهِ

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض وسخر  
 الشمس والقمر ليقولن الله فأنى يؤفكون.

(پ ۲۱، عنکبوت: ۶ع)

”اور اگر آپ ان (مشرکین مکہ) سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور  
 زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ  
 اللہ نے! پھر کدھرا لٹے چلے جا رہے ہیں؟“

### ۱۲، ۱۳۔ بَارِشٍ بَرَسَايَا وَالْاَرْضِ مِنَ السَّمَاوَاتِ اُكَاغَانِ وَاللّٰهِ

ولئن سألتهم من نزل من السماء ماء فاحيا به الارض

من بعد موتها ليقولن الله. (پ ۲۱، عنکبوت، ۶ع)

”اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے  
 پانی برسایا، پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیا تو بہر حال کہیں گے کہ وہ  
 اللہ ہے۔“



## ۱۴۔ العزیز اور العلیم اللہ ہی ہے

کفارِ قریش اللہ تعالیٰ کو العزیز اور العلیم بھی مانتے تھے، اور اس کے غلبہ و زور اور علمِ کُل کے قائل و معترف تھے، ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسْنَا سَأَلْتَهُمْ مِنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَقُولُنَّ  
خَلَقْنَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ. (پ ۲۵، زخرف، ۱۴)

”اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو غالب، علم والے (خدا) نے پیدا کیا ہے۔“

تو مشرکین مکہ نہ صرف اللہ رب العزت کی ذات کو مانتے تھے بلکہ اس ذاتِ پاک کی صفاتِ قدسیہ کو بھی جانتے تھے۔ چنانچہ اللہ کی صفتِ رحمت کو بھی مانتے تھے۔

## ۱۵۔ الرحمن اللہ ہے

رحمن بھی اللہ کو جانتے اور مانتے تھے۔

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاكُمْ. (پ ۲۵، زخرف ۲۴)  
”اور انہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم ان (ملائکہ) کی عبادت نہ کرتے۔“

## ۱۶۔ مصائب سے نجات دینے والا، مشکل کشا و دافع البلاء اللہ ہے

کفارِ قریش و مشرکین مکہ شداکد و مصائب سے نجات دینے والا، کاشفِ عذاب، مشکل کشا اور دافعِ بلا اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے۔ چنانچہ دکھ، درد، تکلیف اور مصیبت کے وقت وہ اللہ ہی کو پکارتے تھے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے:

۱. وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ

قَائِمًا.

(پ ۱۱، یونس: ۱۲۴)

”اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے، لیٹے ہوئے یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے!“

۲. واذا مس الانسان ضرٌ دعوا ربهم منيبين اليه. (۲۱ روم: ۴۴)  
”اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتے ہیں۔ اسی کی طرف رجوع ہو کر۔“

۳. واذا مس الانسان ضرٌ دعا ربه منيبًا اليه. (۲۳ زمر: ۱)  
”اور جب پہنچتی ہے انسان کو تکلیف پکارنے لگ جاتا ہے اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع ہو کر۔“

### مشرکین طوفان و تلاطم میں صرف خدائے واحد کو پکارتے تھے

جب وہ دریاؤں میں سفر کرتے، باد و باراں کے ہلاکت خیز طوفان اٹھتے، کشتیوں کے غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا تو اُس وقت غیر اللہ کو بھول کر خالص ایک الہ واحد کو پکارتے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۱. فاذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجاهم الى البر اذا هم بيشركون. (۲۱، عنكبوت: ۷۴)  
”پس جب (مشرکین مکہ) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ پر خالص اعتقاد کر کے اسے پکارتے ہیں، پھر جب ان کو (طوفان وغیرہ سے) نجات دے کر اللہ <sup>خاکلی</sup> پر لے آتا ہے تو وہ فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔“

۲. واذا غشيهم موج كالأضلال دعوا الله مخلصين له الدين. (۲۱ لقمان)

”اور جب ان کو موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ اللہ کے لئے عبادت کو خالص کر کے اسے پکارتے ہیں۔“

۳. وجرين بهم بریح طيبة وفرحوا بها جاءتها ريح

عاصف وجاءهم الموج من كل مكان وظنوا انهم  
احيط بهم دعوا الله مخلصين له الدين. (۱۱، یونس: ۳ع)  
”اور کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں، اور لوگ  
ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں کہ (دفعہ مخالف اور تیز و تند) ہوا  
کشتیوں کو آلتی ہے اور ہر طرف سے ان کو موجیں گھیر لیتی ہیں اور وہ سمجھتے  
ہیں کہ (بڑی طرح) گھر گئے (اس وقت) سب اللہ ہی کے لئے عبادت  
خالص کر کے اسے پکارتے ہیں۔“

اس موقع پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان مدعیان اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے جو جہاز (یا کشتی)  
کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے  
پکارتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان نہ ہوا تھا، مکہ سے بھاگ کر بحری  
سفر اختیار کیا، تھوڑی دور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا۔ ناخدا نے مسافروں سے کہا  
کہ ایک خدا کو پکارو، یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دیں گے۔ عکرمہ نے کہا کہ یہ ہی تو وہ  
خدا ہے جس کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر دریا میں رب محمد کے  
بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال  
ہے۔ اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ  
وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا، مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمہ سے میری  
تقصیرات کو معاف فرمائیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر  
مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ عنہ (حاشیہ قرآن کریم از شیخ الاسلام رحمہ اللہ)

خاتم المفسرین حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح  
المعانی میں مندرجہ بالا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت بروایت حضرت سعد بن  
ابی وقاص رضی اللہ عنہ ابوداؤد اور نسائی وغیرہما کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں  
کہ ”اور ابن سعد میں حضرت ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عکرمہ رضی اللہ

عنه كشتى میں سوار ہوا اور اسے طوفانِ باد نے آلیا:

فجعلوا يدعون الله تعالى ويوحدهونه قال ما هذا؟ فقالوا:  
هذا مكان لا ينفع فيه الا الله تعالى، قال: فهذا لله محمد  
صلى الله عليه وسلم الذى يدعوننا اليه فارجعوا بنا.  
فرجعوا وسلم.

”تو اہل کشتی صرف ایک الہ واحد کو پکارنے لگے، عکرمہ نے کہا: یہ کیا؟  
انہوں نے کہا: اس موقع پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نفع نہیں دے سکتا۔  
(اس پر) عکرمہ نے کہا کہ محمد ﷺ بھی تو ہم کو اسی طرف بلا تے تھے، ہمیں  
واپس لے لو۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ آئے اور اسلام لے آئے۔“

اس کے بعد علامہ موصوف نہایت دل سوزی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:  
”چنانچہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مشرکین (مکہ) مصیبت کے وقت  
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے تھے اور اس حقیقت سے تو باخبر ہے کہ  
آج لوگوں کو زمین پر یا سمندر میں جب کوئی بہت بڑا مہلک واقعہ اور سخت  
خطرناک حالت پیش آجاتی ہے تو وہ ان کو پکارنے لگتے ہیں جو نہ نفع و  
نقصان پر قادر ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں، بعض تو خضر اور الیاس کو  
پکارتے ہیں اور بعض ابوالخیمس اور عباس کو بندادیتے ہیں اور بعض کسی امام  
سے مدد طلب کرتے ہیں اور بعض امت کے کسی بزرگ سے عاجزی کے  
ساتھ دعا کرتے ہیں اور ان میں سے آپ کسی کو خاص اپنے خدا کے  
سامنے گڑگڑا کر دعا کرتے نہ دیکھیں گے اور ان کے دل میں یہ خیال بھی  
نہیں گزرتا کہ اگر اس نے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا تو وہ ان خوفناک  
مصائب سے نجات پا جائے گا۔ پس تجھے خدا کی قسم! مجھے بتلائیے کہ ان  
دونوں (مشرکین مکہ اور مسلمین عہد حاضر) میں سے کون راہ ہدایت پر  
ہے اور ان پکارنے والوں میں سے کون سیدھی صحیح بات کرتا ہے؟ اور عہد

حاضر کی شکایت اللہ ہی کی بارگاہ میں ہے جس میں جہالت کی آندھی چل رہی ہے، اور گمراہی کی موجوں میں طوفان و تلاطم ہے، شریعت کی کشتی میں شکاف پڑ گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو مدد کے لئے پکارنا نجات کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور اہل علم و عرفان کے لیے امر بالمعروف انتہائی دشوار ہو گیا ہے اور نہی عن المنکر کی راہ میں انواع و اقسام کی ہلاکتیں حائل ہو گئی ہیں۔“

### عذاب کو ہٹانے والا اللہ ہے

ایک خاص نوعیت کے عذاب یعنی قحط شدید کا ذکر فرماتے ہیں، کفار قریش نے اس موقع پر اور تمام معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کی بارگاہ میں گڑگڑا کر خود بھی دعا کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دعا کرائی، قولہ تعالیٰ:

ربنا اكشف عنا العذاب انا مؤمنون. انى لهم الذكري  
وقد جاءهم رسول مبين. ثم تولوا عنه وقالوا معلم  
مجنون. انا كاشفوا العذاب قليلا انكم عاندون.

(پ ۲۵، دخان)

”اے ہمارے رب! ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے، ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے، حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آچکا، پھر بھی یہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے (یہ تو کسی دوسرے کا) سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔ (اچھا) ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ عذاب ہٹا دیتے ہیں (مگر) تم پھر وہی کرو گے۔“

صحیح بخاری میں ان آیات کی تفسیر میں مختلف سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جب قریش نے آپ کی تکذیب اور مخالفت کی تو آپ نے ان کے خلاف قحط کی دعا کی، چنانچہ (ایسا)

قحط پڑا کہ قریش نے ہڈیاں، چمڑے اور مردار کھائے۔ (آخر قریش کا سردار) ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم (بھوکوں) مر گئی، آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ ان سے قحط دور کرے، فإدع الله ان يكشف عنهم، چنانچہ آپ نے دعا کی، قریش نے خود بھی دعا کی، ربنا اكشف عنا العذاب اننا مومنون، کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس مصیبت کو دور فرما دیجئے، ہم ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ان سے قحط کا عذاب ٹال دیا۔ جب وہ خوشحال ہو گئے تو اپنے پہلے حال پر لوٹ گئے یعنی پھر پہلے کی طرح کفر و شرک کرنے لگے۔

اس مضمون کی روایت مسند احمد، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں متعدد سندوں سے مروی ہے، جس سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آگئی کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب، مشکل کشا اور دافع البلاء جانتے مانتے تھے، اور ابتلاء و مصیبت کے وقت اللہ رب العزت ہی کو پکارتے تھے۔

کتاب اللہ کے بعد اب حدیث، سیرت اور تاریخ کی مشہور و معتبر کتب سے مشرکین عرب، قریش مکہ کے عقائد و نظریات ملاحظہ ہوں:

### ۱۹۔ مشرکین عرب اپنا رب اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال تھی کہ قریش نے کعبۃ اللہ کو پھر سے بنانے کا ارادہ کیا تو:

قالوا لو بنينا بيت ربنا. ۱

۱۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ الدخان

۲۔ طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۳۵، ”الطبقات الکبریٰ“ امام ابن سعد کی مشہور و معروف کتاب ہے، حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے حالات و سوانح پر اس سے بہتر کوئی کتاب دنیا میں نہیں ہے، آٹھ جلدوں پر مشتمل بڑی مفصل کتاب ہے، امام محمد بن سعد رحمہ اللہ بڑے بلند پایہ امام ہیں، سنہ وفات ۲۴۰ھ ہے۔

”کہنے لگے کاش! ہم اپنے رب کا گھر بناتے۔“

## ۲۰۔ ان کے دل ہیبت و جلال الہی سے لبریز و معمور تھے

قریش کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کعبۃ اللہ کی پرانی عمارت کو گراتے ہوئے ڈرتے تھے۔

ثم ان الناس هابوا هدمها و فزعوا منه. ۱

”لوگ کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے سے ہیبت زدہ ہو گئے اور اس کے تصور

سے گھبرا اٹھے۔“

ولید بن مغیرہ کے ابتدا کرنے پر بھی اس دن لوگ رُکے رہے، کہنے لگے، دیکھتے ہیں اگر ولید کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو ہم قطعاً نہیں گرائیں گے اور اسے اسی حال پر رہنے دیں گے۔

وان لم يصبه شيء فقد رضى الله صنعنا فهدمنا.....

”اور اگر اسے کوئی گزند نہ پہنچا تو ہم سمجھیں گے کہ اللہ ہماری کارروائی سے

خوش ہے، پھر ہم بھی گرائیں گے۔“

چنانچہ جب صبح کو ولید بھلا چنگا پھرا اپنے کام میں لگا نظر آیا تو لوگوں نے اس کے ساتھ گرانا شروع کر دیا۔ ۲

## ۲۱۔ خدا سے دعا کرتے تھے

جب لوگ کعبۃ اللہ کو منہدم کرتے تھے تو ولید بن مغیرہ نے کہا: انا ابدؤ کم میں

اس کی ابتداء کرتا ہوں، چنانچہ اس نے پہل کرتے ہوئے رب العزت سے دعا کی:

اللهم لا ترع انما نريد الخير. ۳

۱ ”سیرت ابن ہشام“ جلد اول ص ۲۰۷

۲ ”سیرت ابن ہشام“ جلد اول ص ۲۰۷، سیرت ابن ہشام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر سب سے قدیم اور بڑی ضخیم کتاب ہے، چار جلدوں پر مشتمل ہے، مصنف کتاب ابو محمد عبد الملک بن ہشام بڑے جلیل القدر امام ہیں، سنہ وفات ۲۱۸ھ ہے۔

۳ ”طبقات ابن سعد“ جلد اول ص ۱۳۵ و ”سیرت ابن ہشام“ جلد اول ص ۲۰۷

”اے اللہ! ہم خوف زدہ نہ ہوں، تو ہماری ہمت بندھا، کیونکہ ہمارا ارادہ نیکی ہی کا ہے۔“

## ۲۲۔ ان کے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی کا حد درجہ لحاظ اور پاس تھا

مشرکین مکہ و عمائد قریش کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اس درجہ پاس اور احساس تھا کہ اللہ کے گھر کی تعمیر کے وقت کہنے لگے:

۱. لا تدخلوا فی بنائها من کسبکم إلا طیباً لم تقطعوا  
فیہ رحماً ولم تظلموا فیہ احداً۔<sup>۱</sup>

”لوگو! بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی خرچ کرو۔ قطع رحم کر کے یا کسی پر ظلم کر کے جو روپیہ کمایا ہو وہ یہاں نہ لگاؤ۔“

۲۔ سیرت ابن ہشام رحمہ اللہ میں ہے کہ ابو وہب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کا ماموں تھا اور قریش کا سردار تھا اس نے کہا اور لوگوں کا خیال ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا:

یا معشر قریش لا تدخلوا فی بنائها من کسبکم إلا طیباً،  
لا یدخل فیہا مہزبغی ولا بیع رباً، ولا مظلمة احد من  
الناس۔<sup>۲</sup>

”اے قریش! بیت اللہ کی تعمیر میں پاک کمائی ہی لگاؤ، کوئی اس میں زنا کی کمائی، سود کی رقم یا کسی کا ظلم سے مارا ہوا مال نہ لگانے پائے۔“

## ۲۳۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے

عام قریش اللہ تعالیٰ سے کس درجہ خوف کھاتے ہوں گے جبکہ امیہ بن خلف جیسا شقی القلب بھی خدا سے ڈرتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا

۱۔ ”طبقات“ جلد اول ص ۱۴۵۔

۲۔ سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۰۶ حدیث بنیان کعبہ



بلال رضی اللہ عنہ کو مظالم و شدائد کے شکنجے میں بے طرح گسے ہوئے دیکھا تو ظالم اُمیہ بن خلف وغیرہ سے فرمایا:

أَلَا تَتَّقَى اللّٰهَ فِي هَذَا الْمَسْكِينِ؟.....

”تو اس غریب کو ہدفِ تعذیب بنا کر خدا سے نہیں ڈرتا؟“

امیہ نے جواب دیا: آپ ہی نے اسے خراب کیا ہے لہذا آپ ہی اسے اس عذاب سے چھڑائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔<sup>۱</sup>

”آپ ہی نے اسے خراب کیا ہے“ کے الفاظ سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہو رہی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کی سعی و تبلیغ سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔

## ۲۴۔ عزتِ ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے

قریش مکہ کا یہ بھی عقیدہ و یقین تھا کہ عزتِ ذلت دینے والا بھی اللہ ہے۔ چنانچہ امام ابن ہشام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، آپ نے انہیں اذان کا حکم دیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو عتاب بن اُسید کہنے لگے:

لقد اکرم اللہ اسیداً ان لا یكون سمع هذا فیسمع منه ما یفیظہ۔<sup>۲</sup>

”اللہ تعالیٰ نے (میرے باپ) اُسید کی عزت رکھ لی، (وہ پہلے مر گیا

اور) اس نے یہ آواز نہ سنی جو وہ بلال سے سنتا تو سخت غضبناک ہوتا۔“

بعد میں حضرت عتاب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لے آئے۔

<sup>۱</sup> ”سیرت ابن ہشام“ جلد اول ص ۳۴۰

<sup>۲</sup> ”سیرت ابن ہشام“ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۶

## ۲۵۔ جزا سزا دینے والا اللہ ہے

مشرکین مکہ جزا سزا دینے والا بھی اللہ ہی کو سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم کے خلاف معاہدہ کیا تو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے وہ افراد بھی جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے محض قرابت داری کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں جمع ہو گئے۔ بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب نے اپنے خاندان کو چھوڑ دیا، اس نے قریش کا ساتھ دیا۔ وہ ہند بنت عتبہ سے ملا تو کہا، اے عتبہ کی بیٹی! کیا میں نے لات وعزیٰ کی مدد کی؟ جنہوں نے انہیں چھوڑا میں نے انہیں چھوڑ دیا، تو ہند نے کہا:

نعم فجزاک اللہ خیراً یا ابا عتبہ۔<sup>۱</sup>

”ہاں! ابولہب! اللہ تجھے جزائے خیر دے۔“

۲۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو صبح سویرے ابو جہل کے گھر پہنچے۔ ابو جہل نے کہا، مڑ جا واپس! کیسے آنا ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں خبر دینے آیا ہوں کہ میں خدا اور رسول پر ایمان لے آیا ہوں۔ اس پر ابو جہل نے دروازہ میرے منہ پر مارا اور کہا:

قبحک اللہ وقبح ما جئت بہ۔<sup>۲</sup>

”اللہ تیرا اکرے اور جو خبر آپ لائے ہیں اس کا بھی!“

## ۲۶۔ شفا دینے والا اللہ ہے

مشرکین مکہ مرض و شفا بھی اللہ کے ہاتھ میں جانتے تھے۔ چنانچہ جھاڑ پھونک کرنے والے ضاد نے، جبکہ وہ کافر تھا، سنا کہ مکہ کے بے وقوف کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہو گئے ہیں تو کہنے لگا: کاش اگر میں اس شخص (محمد) کو دیکھ لیتا۔

<sup>۱</sup> سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۳۷۶

<sup>۲</sup> سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۳۷۵

لعلّ الله يشفيّ عليّ يدئ. (رواه مسلم) ۱  
 ”تو شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے آپ کو شفا دے دیتا۔“

## ۲۷۔ اللہ واحد ہے اور سب سے اعلیٰ

حد ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانتے تھے۔ مشرکین مکہ کو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت کو وہ الہ مانتے تھے، اور اپنے تمام معبودان باطل کو اسفل (فی الارض) اور اللہ واحد کو ان سب سے افضل و اعلیٰ (فی السماء) جانتے تھے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ابا سے فرمایا: اے حصین! تم کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ میرے والد جواب دیا: سات کی!

ستاً فی الارض وواحدًا فی السماء قال فايهم تعدّ، لرغبتك  
 ورهبتك؟ قال الذی فی السماء. (رواه الترمذی) ۲

”چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اپنی محبت اور خوف کے لئے تم نے کس کو بنا رکھا ہے؟ (میرے والد نے) جواب دیا: آسمان والے کو!“

تو مشرکین مکہ تو متعدد خداؤں کی پوجا کرتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ کو وہ ایک ماننے والے اور سب سے بلند جانتے تھے، اور محبت اور خوف کا علاقہ صرف خدائے واحد الہ آسمانی سے رکھتے تھے۔

## ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق مشرکین عرب کے عقائد کا خلاصہ

ذات پاک واجب الوجود اللہ جل جلالہ سے متعلق مشرکین مکہ، کفار قریش کے عقائد و تصورات تفصیل و تطویل سے بیان کر دیے گئے ہیں، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

۱ ”مکلوۃ المصانع“ باب علامات النبوت

۲ ”مکلوۃ المصانع“ باب الاستعاذہ

اس باب کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔

ان کا ایمان و عقیدہ تھا کہ:

۱۔ ساری کائنات کا خالق اللہ ہے۔

۲۔ ساری مخلوق کا رازق اللہ ہے۔

۳۔ سب کا مالک اللہ ہے۔

۴۔ موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔ مدبر امور اللہ ہے۔

۶۔ زمین و آسمان، عرش و فرش سب کا مالک اور رب اللہ ہے۔

۷۔ شہنشاہِ کُل اللہ تعالیٰ ہے۔

۸۔ صاحب اختیار و اقتدارِ اعلیٰ اللہ ہے۔

۹۔ قادرِ مطلق اللہ ہے۔

۱۰۔ مُخَصَّرٌ فِی الْاِطْلَاقِ اللہ ہے۔

۱۱۔ بارش برسانے والا اللہ ہے۔

۱۲۔ زمین سے نباتات اُگانے والا اللہ ہے۔

۱۳۔ العزیز، العظیم اور الرحمن اللہ ہے۔

۱۴۔ مشکل کشا و دافع البلاء اللہ ہے۔

۱۵۔ مصائب و شدائد سے نجات دینے والا صرف اللہ ہے۔

۱۶۔ کاشف العذاب صرف اللہ ہے۔

۱۷۔ عزت، ذلت، جزاء، سزا، مرض، شفا دینے والا اللہ ہے۔

۱۸۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔

۱۹۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔

۲۰۔ وہ دُکھ، درد اور مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے تھے۔

۲۱۔ ان کے دل جلال و ہیبتِ الہی سے لبریز و معمور تھے۔

- ۲۲۔ ان کے دل میں اللہ کی عظمت و کبریائی کا بے حد پاس تھا۔
- ۲۳۔ وہ اللہ تعالیٰ کو واحد اور سب سے اعلیٰ و بالا مانتے تھے۔
- کفار عرب مشرکین مکہ کے اعمال و کردار کی ایک جھلک بھی ملاحظہ ہو:
- ۱۔ اللہ کا گھر بیت اللہ انہوں نے تعمیر کیا تھا۔
  - ۲۔ وہ حج کرتے تھے۔ ۳۔ شعائر اللہ کی تعظیم کرتے تھے۔
  - ۴۔ بیت اللہ کی خدمت کرتے تھے۔ ۵۔ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے۔
  - ۶۔ عمرہ اور طواف کعبہ کرتے اور تلبیہ پڑھتے تھے۔
  - ۷۔ نماز ادا کرتے تھے۔ ۱۰۔ غلام آزاد کرتے تھے۔
  - ۱۱۔ اللہ کی نذر منت مانتے تھے۔ ۱۲۔ اعتکاف کرتے تھے۔
  - ۱۳۔ عبد اللہ نام رکھتے تھے۔
  - ۱۴۔ اپنی اہم دستاویزات کا آغاز اسمِ الہی سے کرتے تھے۔
  - ۱۵۔ قسمیں بھی خدا کی کھاتے تھے۔ ۱۶۔ نکاح کرتے تھے۔
  - ۱۷۔ ختنہ وغیرہ جمعی خصائلِ فطرت پر کار بند تھے۔
  - ۱۸۔ ذبح و نحر کرتے تھے۔ ۱۹۔ استغفار کرتے تھے۔

### لمحہ فکریہ

ذرا کفار عرب و مشرکین قریش کے عقائد و ایمان، اعمال و کردار اور اخلاق و صفات کی ان تفصیلات پر ایک اجمالی نگاہ ڈال لیجئے، اخلاق ہیں تو عظیمہ، صفات ہیں تو کریمہ، اعمال ہیں تو حسنہ، کردار ہے تو عالیہ، مکارم اخلاق و محاسن اعمال سے قطع نظر، عقائد و تصورات پر نظر کرو، تو اللہ رب العزت کو خالقِ کل، رزاقِ مطلق، مالکِ الملک، مدبّر امور، محیی و ممیت وہ مانیں، متصرف علی الاطلاق، علی کل شیءٍ قدير، مشکل کشا، حاجت روا اور واحد خدا وہ جانیں، ان کا ایمان و یقین یہ تھا کہ مصائب و شدائد سے نجات دینے والا اور کاشف العذاب اللہ واحد کے سوا اور کوئی نہیں، چنانچہ وہ طوفان و تلاطم اور قحط کے عذاب

میں مبتلا ہوتے تو صرف اللہ کو، خالص ایک اللہ کو پکارتے (مخلصین لہ الدین)، پھر ان کے قلوب و اذہان میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت اور جلال و کبریائی کا وہ عمیق و نقید المثال اثر و احساس تھا کہ انسان اس کا تصور کرتا ہے تو بحر حیرت میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ اگر قرآن کریم، احادیث پاک اور سیرت و تاریخ کی مستند و مشہور روایات سے یہ حقائق معلوم و منکشف نہ ہوتے تو ان پر اعتبار و یقین مشکل ہو جاتا، اب ہم یہ سارے احوال و کوائف دل سے مانتے ہیں، مگر تحیر و تعجب اور حیرت و استعجاب کی انتہا ہے کہ ہوں تو کافر و مشرک مگر معرفت ربانی، توحید باری تعالیٰ اور قدرت و تصرف الہی پر یہ ایمان و یقین! عظمت و جلال خداوندی کا یہ احساس و ادراک! شخصی کردار و وظائف حیات کی یہ بلندی و رفعت اور قومی اخلاق و عادات و ملی اطوار و روایات کی یہ پاکیزگی و طہارت!

### دوا ہم نتیجے

اس مفصل و مطوّل بحث سے دو مجمل و مختصر نتیجے برآمد ہوتے ہیں جو ہر مسلمان کے ہمیشہ پیش نظر و ذہن نشین رہنے چاہئیں۔

اول: یہ کہ ان اخلاق و اعمال کا بایں مکارم و محاسن کچھ بھی وزن نہیں، اور قیامت کے دن یہ سب غبارِ راہ کی طرح اڑ جائیں گے۔

دوم: یہ کہ ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق یہ ایمان و عقائد رکھنے کے باوجود وہ حقیقی توحید کو نہ پاسکے، مشرک جیسے مشرک مرے اور اللہ تعالیٰ کو واحد اور معائب و مشکلات میں نجات دہندہ و مشکل کشا، قادر و قدیر اور مالکِ کل و غالب علیٰ کل مان کر اور جان کر بھی وہ مشرک کے مشرک ہی رہے، جادہ توحید پر گامزن نہ ہو سکے۔

### ایک سبق

ان دو نتائج سے ہر صاحب عقل و ایمان کو ایک سبق یاد کر لینا چاہئے، وہ یہ کہ صرف اعمال و کردار کے حسن و کمال پر فریب نہیں کھا جانا چاہئے، اگر عقیدہ و ایمان صحیح نہیں تو اعمال کی کوئی قیمت نہیں۔

## ایک قابل غور امر

دوسرے اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ ذات و صفات ربانی سے متعلق کفار و مشرکین عرب کے عقائد و تصورات سے ماوراء وہ کون سا عقیدہ ہے، جس کے بغیر انسان شرک کی لعنت سے نہیں نکل سکتا اور موحد نہیں ہو سکتا، یعنی انتہائی احتیاط کے ساتھ اس حقیقت کا پتہ لگانا چاہئے کہ توحید کی حقیقت کیا ہے، جس سے قریش مکہ محروم رہ کر واصل جہنم ہوئے۔

## شرک باللہ

اللہ کے ساتھ شرک کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا ظلم عظیم ہے۔  
ان الشرك لظلم عظیم. (لقمان: ۲۴)

## مشرک پر جنت حرام ہے، اس کا ابدی مقام جہنم ہے

شرک ایسی بڑی لعنت ہے، اتنا بڑا ظلم ہے کہ مشرک جنت میں کبھی داخل نہیں ہو گا، یہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ارشاد فرمایا:

انہ من یشرک باللہ فقد حرّم اللہ علیہ الجنة وما وہ النار.  
(مائدہ: ۱۰۴)

”بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا بالتحقیق اس پر اللہ نے بہشت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔“

## مشرک کے اعمال صالحہ برباد!

مشرک کے اعمال صالحہ غارت و برباد ہو جائیں گے، قیامت میں اس کی نیکیوں کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اٹھارہ حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کے نام ذکر فرما کر ارشاد فرمایا:

ومن ابناء هم وذرياتهم واخوانهم واجتبيئهم وهدينهم  
الى صراط مستقيم. ذالك هدى الله يهدى به من  
يشاء من عباده.

”اور ان کے کچھ باپ دادوں اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو (ہدایت  
دی) اور ہم نے ان کو پسند کیا، اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی، یہ  
ہے اللہ کی ہدایت، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت کرتا  
ہے۔“

ولو اشرکوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون. (العام: ع ۱۰)  
”اور اگر یہ شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے سب اکارت ہو  
جاتے۔“

یہ حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام، اللہ کے منتخب و مقبول بندے، ہدایت یافتہ  
بلکہ دنیا کے ہادی و رہنما..... بفرض محال..... اگر یہ حضرات بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال  
صالحہ، خدمات دینی، فریضہ نبوت کی ادائیگی کے سلسلہ میں جانکسل و روح فرسا مشکلات و  
مصائب، یہ تمام کار خیر، اعمالِ حسنہ برباد ہو جاتے۔ معاذ اللہ  
کتنی بڑی لعنت ہے شرک! کہ فرض کرو، اگر اس کا ارتکاب کرتے تو اس کی  
شامت و نحوست سے معاذ اللہ حضرات انبیاء و رسل تک کے اعمال کا بھی کوئی وزن نہ رہتا۔  
اللہ اس ظلمِ عظیم و لعنت سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

دوسری جگہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتے ہیں:

۲. ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك لئن اشرکت

ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين. (زمر: ع ۷)

”بلاشبہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے (انبیاء علیہم السلام) کی طرف  
وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے  
اور تو خسارہ میں رہے گا۔“



تو جس طرح توحید کا حکم اجماعی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر نبی کو اپنی ہی عبادت کا حکم دیا ہے، اسی طرح شرک کی بھی اجماعی ہے۔ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام شرک کی بھی و ممانعت پر متفق ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اس حقیقت سے باخبر کر دیا ہے کہ آخرت میں مشرک کے اعمال ضائع جائیں گے۔ بفرض محال اگر کسی نبی سے بھی شرک کا ارتکاب ہو جائے تو اس کے عمل بھی برباد ہوئے اور اسے قیامت کے دن حرمان و خسران کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ معاذ اللہ

بہر حال شرک بہت بڑی لعنت ہے اور اس کا وبال عظیم ہے۔ اتنی بڑی لعنت کہ گو حضرات انبیاء و رسل معصوم ہیں، ان سے شرک ایسے ظلم عظیم تو کیا عام گناہ کا بھی ارتکاب و صدور ممکن نہیں، لیکن بالفرض ان حضرات میں سے بھی کوئی شرک کا مرتکب ہو جائے تو اس سے بھی کوئی رعایت نہیں ہوگی، اور بارگاہِ الہ میں ان کی کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہے گی، العیاذ باللہ

اب ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ شرک کو انسانی زندگی میں کیسے راہ ملی۔

## شرک کے عوامل و محرکات

### شرک کی بنیاد و اساس بھی توحید و معرفت ربانی پر قائم ہے

اللہ رب العزت کی معرفت، انسانی فطرت ہے۔ انسان نے اپنے جبلی تقاضوں سے مجبور ہو کر اللہ کو جانا اور مانا ہے، اور اپنے قلب کی گہرائیوں میں اپنے خالق و رازق اور مالک کی محبت کے جذبات کو ہمیشہ مضطرب پایا ہے۔

جب ناخلف انسان نے فطرت سے بغاوت کی اور اللہ رب العزت کی بجائے اپنے دل کی بستی میں غیر اللہ کو بسالیا تو بھی فطرت کے تقاضے برابر اس کے دل میں موجود رہے۔ گوان میں وہ گرمی، حرارت وہ جوش و خروش اور وہ اشتعال و اضطراب نہ رہا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے منکر و مشرک بندوں کو ان کے کفر و شرک کے باوجود نہیں

بھلایا اسی طرح کافر و مشرک بندے بھی اپنے کفر و عصیان اور شرک و طغیان کے باوصف اپنے اللہ کو نہ بھلا سکے، اور اللہ کی معرفت و محبت کی چنگاری ان کے دل کی دنیا میں غیر اللہ کی طلب و عبادت کی خاکستر کے اندر دبی رہی۔ گو وہ باغی و سرکش اور طاغی و مشرک بندگانِ خدا تعبدِ غیر اللہ میں مشغول ہو گئے تاہم اللہ کے تصور سے اپنے قلوب و اذہان کو بیگانہ نہ کر سکے۔ نہ صرف اللہ کا تصور ان کے دل میں برابر موجود و متمکن رہا بلکہ اصنام و طواغیت کی عبادت کا محرک بھی یہی تصور رہا اور توحیدِ باری تعالیٰ کے جذبات ہی سے غیر اللہ کی پرستش کی بنیاد پڑی۔

ذیل کی قرآنی تصریحات سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آ جائے گی کہ مشرک کے شرک میں بھی برابر معرفت و محبتِ ربانی کا جذبہ کار فرما رہا اور اللہ واحد کی توحید و تعلق ہی سے تعدد و تعبدِ آہلہ کو راہ ملی۔

۱. **ويعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم**

وَيَقُولُونَ هُوَ لَآءِ شَفَاعُونَ عِنْدَ اللَّهِ. (پ ۱۱، یونس، ۲۴)

”اور یہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان

پہنچا سکیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“

تو غیر اللہ کی عبادت کا منشاء اور سبب، شفاعت عند اللہ کا زعم و خیال ہے کہ وہ معبود ہستی چونکہ اللہ تعالیٰ کی محبوب و مقبول شخصیت ہے، ہم اس کی پرستش محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ بارگاہِ الہی میں ہماری سفارش کر کے ہماری نجات کا موجب ہوگی، یا دنیا میں ہماری حاجتیں پوری اور مشکلات حل کرادے گی۔

۲. **وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهًا لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا كَلَّا**

سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا. (پ ۱۲، مریم، ۵۴)

”اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ

(عند اللہ) باعثِ عزت ہوں، ہرگز نہیں۔ (بلکہ) وہ تو ان کی عبادت ہی

کا انکار کریں گے اور (الٹا) ان کے مخالف ہو جائیں گے۔“

تو غیر اللہ کو الہ و معبود بنانے کا باعث محض یہ زعمِ باطل ہے کہ وہ معبود چونکہ مقرب بارگاہِ الہی ہیں، ہم ان کی پوجا کریں گے تو وہ ہم سے خوش ہو کر عند اللہ ہماری عزت و نجات کا سبب بن جائیں گے۔

حالانکہ وہ معبودانِ عابدین کی عبادت ہی سے برأت و انکار کریں گے اور قربانیت کے دن اُلٹان کے مقابل و مخالف ہو جائیں گے۔  
تیسرا ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

۳. وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ  
لِيُقَرَّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى. (پ ۲۳، زمر: ۱۷)

”اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (کہتے ہیں) تو ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کے قریب کر دیں۔“  
۳۔ اُمم سابقہ کی بستیوں کی تباہی و ہلاکت کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

فَلَوْ لَا نَصْرُهُمُ الَّذِي اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اِلٰهَةً.  
(پ ۲۶، احقاف، رکوع آخر)

سو خدا کے سوا جن لوگوں کو انہوں نے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنا معبود بنا رکھا تھا، انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟

### خلاصہ

قرآن کریم کی ان تصریحات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نہ صرف مشرکین مکہ بلکہ سابقہ مشرک اقوام و اُمم نے بھی من دون اللہ اوثان و اصنام، اولیاء و صلحاء جن جن کی بھی عبادت کی محض اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق اور فطری تقاضا کے تحت کی۔ ان غیر اللہ کی پرستش اور بندگی سے ان کا مقصد و مطلب صرف یہ تھا کہ یہ اللہ کے محبوب و مقبول بندے ہیں، ہم ان کی پوجا پاٹ کریں گے تو یہ خوش ہو کر بارگاہِ الہی میں ہماری سفارش کریں گے، ہمیں درجہ و مرتبہ میں خدا کے قریب و نزدیک کر دیں گے، اور آخرت میں بھی بارگاہِ رب

العزت میں ہماری عزت و سرخروئی اور نجات کا موجب ہوں گے۔  
محض حصول قرب و تقرب الہی کا جذبہ و ادعیہ اور عند اللہ عزت و قبولیت اور بلندی  
مرتبہ کی طلب، تڑپ سے مغلوب و متاثر ہو کر مشرکین نے شرک کا ارتکاب کیا، اور غیر اللہ  
کی بندگی میں مبتلا ہوئے۔

## معبودانِ باطل کا خدائے واحد سے تعلق

بندے نے اللہ سے اپنی فطری تعلق اور جذبہ توحید و معرفت ربانی کے تقاضوں  
ہی کی بناء پر اس باطل معبود کی پرستش شروع کر دی، جس کا اسے ذات پاک رب العزت  
سے کوئی ربط و تعلق یا رشتہ و علاقہ نظر آیا۔

## ۱۔ نسبی تعلق

چنانچہ مشرکین نے بعض معبودوں کی پرستش اس لیے کی کہ وہ اپنے زعمِ باطل میں  
خدا تعالیٰ سے ان کا صلیبی تعلق سمجھتے تھے اور اپنی دانست میں انہیں خدا کے بیٹے یا بیٹیاں قرار  
دیتے تھے۔

مثلاً مشرکین مکہ بتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے، اور وہ انہیں خدا سے ان کے صلیبی  
تعلق کی بناء پر پوجتے تھے۔

## بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرانا!

لغات القرآن میں ہے:

”مشرکین اپنے دیوتاؤں کے نام زیادہ تر مؤنث رکھتے تھے، چنانچہ

لات، عزیٰ اور منات تینوں مؤنث ہیں۔ وہ ان کو العیاذ باللہ خدائے

قدوس کی بیٹیاں سمجھ کر پوجتے تھے۔“ (جلد چہارم ص ۲۹۴)

خود کتاب اللہ قرآن کریم میں ہے:

افرایتم اللت والعزیٰ. ومنوة الثالثة الاخریٰ. الکم

الذکر وله الأنثی۔ (پ ۲۷، نجم، ۱۷)

”بھلا تم نے لات اور عزی اور تیسرے منات کے حال میں کچھ غور کیا؟

کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں؟“

تو مشرکین مکہ لات و منات اور عزی کو ”خدا کی بیٹیاں“ ہونے کی بناء پر خدا کے ہاں مقرب و مقبول اور ان کی شفاعت کو عند اللہ منظور سمجھتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں کفار قریش کے ساتھ تشریف فرما تھے، آپ نے ان کے سامنے پڑھا: والنجم اذا هوى، جب آپ افرایتم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری پر پہنچے تو مشرکین مکہ

وقالوا قد عرفنا ان الله يحيى ويميت ويخلق ولكن الهتنا هذه تشفع لنا عنده.

”کہنے لگے بالیقین ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے اور وہی پیدا کرتا ہے اور وہی رزق دیتا ہے، لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے یہ معبود بارگاہ الہی میں ہماری سفارش کرتے ہیں۔“

### ان بتوں کے نام ہی اسماء الہی سے مشتق ہیں

۱۔ الامام الکبیر والعلامة الشهير امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی شہرہ آفاق تفسیر اسمی ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“ المعروف بہ ”تفسیر ابن جریر“ میں لکھتے ہیں:

اللات وهي من الله الحقت فيه التافانث كما قيل عمرو للذکر وللأنثی عمرة او كما قيل للذکر عباس ثم قيل للأنثی عباسة فكذاک سمی المشرکون اولئانهم باسماء الله تعالى ذکره وتقدست اسماءه فقالوا من

اللہ اللات من العزیز العزی وزعموا انهن بنات اللہ۔

! تفسیر ابن جریر، تفسیر آیت الہر ایتم اللات.....

”اللات“ ”اللہ“ سے مشتق ہے۔ ”اللہ“ کے ساتھ ”تا“ ملا دی گئی تو اللہ کی مؤنث ”اللات“ بن گیا، جیسے ”عمرو“ کی مؤنث ”عمرة“ اور عباس کی عبا۔ اسی طرح مشرکین نے اپنے بتوں کے نام اسماء الہی پر رکھے تھے، چنانچہ ”اللہ“ سے ”اللات“ اور ”العزیز“ سے ”العزی“ اور ان کا زعم (باطل) یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر کا یہی قول اپنی تفسیر میں نقل کر دیا ہے اور علامہ علاء الدین بغدادی نے اپنی تفسیر ”حازن“ میں اور علامہ بغوی نے اپنی تفسیر ”معالم التنزیل“ میں یہی مضمون رقم فرمایا ہے۔

### شُرک بالملائکہ

اسی طرح بعض مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔

۱. ویجعلون لله البنات سبحانہ ولہم ما یشتہون۔

(پ ۱۳-نحل، ع ۷)

”اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (حالانکہ) وہ پاک ہے اور اپنے لیے جو چاہتے ہیں (یعنی بیٹے)۔“

۲. افاصفاکم ربکم بالبینین واتخذ من الملائکة اناثا۔

(پ ۱۵، بنی اسرائیل ع ۴)

”کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود (اپنے لیے) فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے۔“

### شُرک بالجنات

مشرکین اللہ تعالیٰ سے جنوں کا بھی نسبی رشتہ قائم کرتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ

ہے: وجعلوا بينة وبين الجنة نسبا. (۲۳، الصافات) اور انہوں نے خدا اور جنوں میں (بھی) رشتہ داری قائم کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ سے اسی نسبی تعلق کی بناء پر مشرکین مکہ جنوں کی پرستش بھی کرتے تھے۔

وجعلوا لله شركاء الجن وخلقهم. (پ، انعام ۱۲۷)  
 ”اور لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے حالانکہ ان کو خدا نے پیدا کیا ہے۔“

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آدمی جنوں کی پناہ پکڑتے تھے۔ کان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن (سورہ جن) غالباً عہد جاہلیت میں مشرکین جنوں کو غیب دان سمجھ کر ان سے غیب کی خبریں پوچھتے تھے اور انہیں نفع نقصان پر قادر سمجھ کر ان سے ڈرتے تھے، ان سے پناہ مانگتے، مدد طلب کرتے تھے اور ان کی رضا اور خوشی کے لئے نذر نیاز پیش کرتے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ حالانکہ جن بھی انسانوں کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے اور مخلوق کی پرستش و عبادت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبادت تو صرف خالق کا حق ہے۔

قرآن نے آکر مشرکین کے ان تصورات و عقائد کو مٹایا، مگر آہ! آج اہل اسلام، نام نہاد مسلمان، جنات سے ڈرتے ہیں۔ اپنی جہالت سے انہیں اپنے بیماروں خصوصاً بیمار عورتوں کے ”سر پر چڑھاتے“ ہیں۔ پیشہ ور بد معاش و بد قماش قسم کے لوگوں کو بلا کر اپنی معصوم و مظلوم بہو بیٹیوں کو ان کے آگے پیش کر دیتے ہیں۔ وہ ان کو سر کے بالوں سے پکڑ کر ان کے ”جن نکالتے“ ہیں۔ ان جنات کو عالم الغیب سمجھ کر ان سے غیب کی خبریں پوچھی جاتی ہیں، پھر ان کو ”نکلنے“ اور چھوڑنے پر راضی کرنے کے لئے نذریں نیازیں پیش کی جاتی ہیں۔ مرنے بکرے وغیرہ کے چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ جہالت کی اس ساری مہم میں عورتوں کو بے عزت کیا جاتا ہے اور بسا اوقات اس کھیل میں ان بیچاروں کی عصمتیں لوٹ لی جاتی ہیں۔

پھر تعجب اور تحیر کا مقام ہے کہ ”جن“ نہ کبھی کسی ہندو عورت کو پکڑتے ہیں نہ سکھ

عورت کو۔ نہ کسی یہودی کی بہو بیٹی کے سر پر یہ سوار ہوتے ہیں نہ نصرانی کی بہن اور بیوی پر۔ ان ”شریف جنوں“ کو جب سوار ہوتے دیکھا گیا ہے غریب مسلم بہو بیٹیوں کے سر پر دیکھا گیا ہے۔ ”یہ جن“ مشرک، کافر اور بے دینوں سے تو ڈرتے ہیں، مگر کلمہ گو مسلمانوں پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ دین کی مظلومی اور جہالت و حماقت کی حد ہو گئی۔

## شُرک بالانبياء

یہود و نصاریٰ کی ضلالت کی بنیاد بھی یہی تھی اور وہ حضرت عزیر و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے صلبی تعلق کی بنا پر انہیں پوجتے تھے۔  
قولہ تعالیٰ:

وقالت اليهود عزيز بن الله وقالت النصارى المسيح

ابن الله. (پ ۱۰، توبہ: ۵۷)

”اور (بعض) یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ

مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔“

## سکنی تعلق

بعض مشرکین نے بعض معبودانِ باطل کی پرستش اس زعم پر کی ہے کہ ان میں خدا رہتا ہے، خدا ان کے اندر رہتا ہے۔ مثلاً مشرکین ہند اپنے معبود جنوں کو خدا کا مسکن یا مظہر خیال کرتے تھے، انہیں خدا کا اوتار کہتے تھے، ان کا زعم باطل یہ تھا کہ اللہ ان دیوی دیوتاؤں میں حلول کر گیا ہے۔

عیسائیوں کے ایک گروہ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیا ہے یعنی ان میں داخل ہو گیا ہے۔ جس سے دونوں میں وحدت و اتحاد پیدا ہو گیا ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ اب عینِ خدا ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس فرقے کو کافر فرمایا۔  
فرمایا: لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم۔ (پ ۶، مائدہ: ۱۰۷)



## فتنہ حلول و اتحاد

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت میں بھی بعض ضال و مضل بلکہ ملحد و بے دین فرقے ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف بعض مشرکین عرب و ہند کی طرح اپنے معبودانِ باطل کو ذاتِ باری تعالیٰ کا مسکن و مظہر جانا، بلکہ بعض عیسائیوں کی طرح عقیدہ حلول و اتحاد کے بھی قائل ہوئے۔

بعض متصوف یعنی مدعیانِ تصوف کا مذہب یہ ہے کہ انسان جب کثرتِ عبادت سے اللہ تعالیٰ کا حبیب و محبوب بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں حلول کر لیتے ہیں (معاذ اللہ)۔ اب اس شخص کا وجود جدا نہیں رہتا۔ اب خالق و مخلوق اور عابد و معبود میں کوئی تغایر اور فرق نہیں رہتا۔ اور بندہ اس مقام پر شریعت کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے، حلال و حرام اور جمیع شرعی احکام کا مکلف نہیں رہتا۔ اس سے اوامر و نواہی ساقط ہو جاتے ہیں۔ عابد و معبود، رب اور مربوب میں دوئی و غیریت مٹ جاتی ہے۔ اب دونوں ایک ہیں۔ جب مکمل وحدت ہے تو عبادت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

## فتنہ وحدت الوجود

عوام کو گمراہ و مرعوب کرنے کے لئے اس الحاد و ضلالت کو ایک مسئلہ کی شکل دے دی گئی ہے اور اسے مسئلہ ”وحدت الوجود“ سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ عجیبی خرافات ”تصوف“ کے نام سے ساتویں صدی ہجری میں اسلام کے اندر داخل ہوئیں اور شریعت کی حد تک تو بلا شک و شبہ اس قسم کی خرافات زندقہ و الحاد ہیں، چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ وحدت و وجود پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بطل قول اهل الالحاد القائلين بوحدۃ الوجود.

(تفسیر سورہ فاتحہ) ۱

۱۔ نام نہاد ”تصوف“ کے اس مردود سلسلہ حلویہ کا بانی ابو حلمان دمشقی ہے۔ (”تصوف اسلام“ ص ۵۳)  
۲۔ التفسیر القیم لابن القیم، امام ابن قیم ”شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تلمیذ اور ان کے جانشین ہیں، بڑے نامور امام ہیں۔ ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی۔

ان ملحدین کا قول باطل ہوا جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔  
مگر صرف شریعت میں یہ حلول و وحدت کا فلسفہ الحاد نہیں، صحیح تصوف میں بھی اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

## شریعت سے کھلی بغاوت

یہ اکابر اہل تصوف کے نزدیک بھی مردود ہے۔ ”وحدت الوجود“ کی تان جا کر ”اباحیت“ پر ٹوٹی ہے۔ غایت محبت اور کثرت عبادت سے بندہ خدا کا محل و ظرف ہی نہیں بلکہ ”محلول“ بن جاتا ہے۔ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ اس میں حلول کر لیتے ہیں۔ پھر اتحاد و وحدت کے بعد عبادت کا کیا سوال؟ عبادت تو عبد، معبود کی کرتا ہے۔ جب بندہ عین خدا بن گیا، عبد خود معبود بن گیا، تو اب بندہ مکلف بالشریعت نہیں رہتا۔ اب اوامر و نواہی اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

درحقیقت یہ وحدت الوجود، حل و حلول اور اباحیت و بغاوت کے فلسفے انسان اسی وقت گھڑ سکتا ہے جب شریعت سے آزاد ہو جائے۔ شریعت کی حدود کے اندر رہ کر انسان اس قسم کی ملحدانہ خرافات کہاں بک سکتا ہے؟

## اکابر و عمائد تصوف کی طرف سے ان فتنوں کا سد باب

اہل شریعت حضرات علماء کرام نے جہاں الحاد کے قلع قمع اور اس خرافات کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی وہاں شکر ہے کہ اس فتنہ کے سر اٹھاتے ہی اکابر و اعظم اصحاب تصوف نے بھی اس کی سرکوبی کی۔

۱۔ امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الفرقہ بین الاسلام والزندقہ“ میں رقمطراز ہیں:

ومن جنس ذالک ما یدعیہ بعض من یدعی التصوف  
انہ بلغ حالۃ بینہ وبين اللہ تعالیٰ اسقطت عنہ الصلوٰۃ  
وحلّٰ لہ شرب المسکر والمعاصی فهذا مما لا اشک

۱۔ مشہور و معروف امام ہیں، صاحب تصانیف کثیرہ، متوفی ۵۰۵ھ

فی وجوب قتلہ اذ ضررہ فی الدین اعظم۔  
 ازیں قسم بعض مدعیان تصوف کا اذعا (باطل) ہے کہ وہ عند اللہ ایسی حالت  
 کو پہنچ گیا ہے کہ اس سے نماز ساقط ہو گئی اور اسے شراب نوشی وغیرہ گناہ  
 حلال ہو گئے، یہ ایسی صورت ہے کہ میں اس کے قائل کے قتل کے وجوب  
 میں کوئی شک نہیں کرتا جبکہ اس کا دینی نقصان عظیم ہے۔

۲۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ طریقت و تصوف کے مسلمہ امام ہی  
 نہیں بلکہ ایک مستقل سلسلہ سہروردیہ کے بانی بھی ہیں۔ آپ قدیم اکابر صوفیہ میں سے  
 ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مرید خاص اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا  
 ملتانی رحمہ اللہ، حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ وغیرہم کے مرشد ہیں۔ آپ کا زمانہ  
 ۵۳۹ھ تا ۶۳۲ھ ہے۔ آپ ابن العربی کے ہم عصر ہیں۔ ان کے وقت میں یہ حلول و  
 اتحاد، وحدت الوجود اور اباحت وغیرہ کا فتنہ شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ بانی سلسلہ سہروردیہ رحمہ  
 اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”عوارف المعارف“ میں اس فتنہ کو الحاد و زندقہ قرار دیتے ہوئے  
 لکھتے ہیں:

”اہل فتنہ کا ایک گروہ ملامتیہ کہلاتا ہے۔ یہ اہل اباحت کی راہ چلتے ہیں اور  
 ان کا زعم یہ ہوتا ہے کہ ان کے ضمائر خدا کی جانب خالص اور راجع ہو گئے  
 ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی مقصود میں کامیابی ہے۔

والارتسام بمراسم الشریعة رتبة العوام..... و هذا هو  
 عين الالحاد و الزندقہ.

اور شریعت کی پابندیاں عوام کے لئے ہیں..... اور یہ عین الحاد اور زندقہ  
 ہے۔

اگلے صفحہ پر قطر از ہیں:

”اہل فتنہ میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو حلول کے قائل ہیں، اور یہ گمان  
 باطل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حلول کرتا ہے..... اللہ تعالیٰ اس سے پاک

ہے کہ اس میں کوئی چیز حلول کرے یا وہ کسی شے میں حلول کرے۔

(عوارف المعارف جلد اول، باب ۹)

۳۔ حضرت سہروردی رحمہ اللہ سے اسبق واقدم سید الطائف حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۸ھ)..... جو پیر پیران، مرشد مرشدان و شیخ المشائخ ہیں..... سے ایک شخص نے پوچھا کہ اہل معرفت ترکیبہ و تقویٰ کے مقام تک بھی پہنچ جاتے ہیں؟..... فرمایا:

ان ہنا قول قوم تکلموا باسقاط الاعمال و ہذا عندی عظیمۃ

والذی یسرق و یزنی احسن حالا من الذی یقول ہنا۔

”یہ قول ان لوگوں کا ہے جو ترک اعمال کے قائل ہیں۔ یہ میرے نزدیک

بہت بڑی (بے باکی کی) بات ہے، اور جو چوری کرتا اور زنا کرتا ہے اہل

کا حال بھی ایسی بات کرنے والے سے بہتر ہے۔

(عوارف المعارف جلد اول، باب ۹)

یہ اس لئے کہ چور اور زانی تو گنہگار ہے، وہ چوری اور زنا کو گناہ سمجھتا ہے اور یہ تو

شریعت محمدیہ کا منہ چڑاتا ہے، یہ طرد و بے ایمان ہے۔

۴۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۶ھ) رقمطراز ہیں:

واما من قال ان اللہ عزوجل هو فلان للانسان بعینہ او

ان اللہ یحل فی جسم من اجسام خلقہ او ان بعد محمد

صلی اللہ علیہ وسلم نبیا غیر عیسیٰ بن مریم لا یختلف

اثنان فی تکفیرہ۔<sup>۱</sup>

”جو شخص کسی معین انسان کے متعلق یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے، یا یہ کہے کہ

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی جسم میں حلول کرتا ہے، یا یہ کہے کہ محمد صلی

اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے حضرت عیسیٰ بن مریم کے کوئی اور نبی ہے تو

اس کی تکفیر میں (آج تک) دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔“

۱۔ ”کتاب الفصل“ باب الکلام فی من یکفر ومن لا یکفر۔

## عقیدہ توحید کے مقاصد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا: ﴿وَمَا النَّصْرَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ (آل عمران: ۱۲۶) ”اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔“

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

ان ينصركم الله فلا غالب لكم وان يخذلكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده. (آل عمران: ۱۶۰)

”اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟“

کتاب و سنت کے دلائل اور اجماع امت سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا اور اسی عبادت کی توضیح و تشریح اور اس کی جانب دعوت دینے کے لئے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل کیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

وما خلقت الجن والانس إلا ليعبدون. (الذاریات: ۵۶)

”میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد بعثنا في كل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت. (النحل: ۳۶)

”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں کی عبادت سے بچو۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ الا نوحى اليه انه لا اله الا انا فاعبدون. (الانبياء: ٢٥)

”تجھ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔“  
نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:

الر. كتاب احکمت ايلنه ثم فصلت من لدن حكيم خبير.  
الا تعبدوا الا الله اننى لكم نذير وبشير. (هود: ٢١)

”الر، یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں، ایک حکیم باخبر کی طرف سے، یہ کہ اللہ کے ہوا کسی کی عبادت مت کرو، میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مذکورہ بالا واضح آیات میں بیان فرما دیا کہ اس نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور اس اللہ کا کوئی شریک و سا جھی نہیں ہے، اس نے رسولوں کو اس عبادت کا ہی حکم دینے اور اس کے منافی امور سے منع کرنے کے لئے مبعوث فرمایا اور اللہ عزوجل نے یہ بھی بتلا دیا کہ اس نے قرآن کریم کی آیات کو واضح کھلا ہوا نازل فرمایا تا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔  
عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ایک گردانا جائے اور اس کے حکموں کو بجالا کر اور منع کردہ چیزوں کو چھوڑ کر اس کی فرمانبرداری کی جائے، اللہ نے بہت سی آیات میں اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ ایک آیت کریمہ میں فرمایا:

وما أمروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء. (البینہ: ٥)

”انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے تمام تر باطل دینوں سے اجتناب کر کے۔“  
نیز فرمان الہی ہے:

وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه. (الاسراء: ٢٣)  
 ”اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم سب اس کے سوا کسی  
 کی عبادت نہ کرنا“

نیز فرمانِ الہی ہے:

فاعبدوا الله مخلصاً له الدين. ألا له الدين الخالص.

(الزمر: ٢٤)

”پس اللہ ہی کی عبادت کریں اس کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے،  
 خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔“

اس مفہوم کی آیات بہت زیادہ ہیں جو سب کی سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں  
 کہ صرف ایک اللہ کے لئے عبادت کو خالص کرنا اور اس کے سوا انبیاء وغیرہ کی عبادت سے  
 گریز کرنا ضروری ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دعا عبادت کی ایک اہم اور ہمہ گیر قسم  
 ہے لہذا اس کا صرف ایک اللہ کے لئے خالص کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون.

(غافر: ١٣)

”تم اللہ کو پکارتے رہو اس کیلئے دین کو خالص کر کے کافر بُرا مانیں۔“

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا. (الجن: ١٨)

”اور یہ مسجدیں صرف اللہ کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی  
 اور کو نہ پکارو۔“

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات انبیاء وغیرہ کو پکارنے کی ممانعت کو  
 شامل ہے، کیونکہ لفظ (احد) نکرہ نہی کے سیاق میں وارد ہوا ہے، لہذا یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے  
 علاوہ ہر چیز کو عام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك. (یونس: ۱۰۶)  
 ”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تمہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکے  
 اور نہ کوئی نقصان۔“

یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے  
 آپ کو شرک سے محفوظ رکھا ہے، تو اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے  
 کا مقصد دوسروں کو شرک سے ڈرانا ہے، پھر اللہ عزوجل نے اس آیت کے آخر میں فرمایا:  
 فان فعلت فانك اذا من الظالمين.

”اگر تو نے (شرک) کیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

اگر بنی نوع انسان کے سردار نبی ﷺ کا یہ حال ہو کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو  
 پکارنے پر ظالموں میں ہو جائیں تو پھر لہ کر کوئی دوسرا غیر اللہ کو پکارے تو اس کا کیا حال ہوگا،  
 اور لفظ ظلم جب مطلقاً استعمال کیا جائے تو اس سے مراد شرک اکبر ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ  
 و تعالیٰ نے فرمایا:

والكافرون هم الظالمون. (البقرہ: ۲۵۴)

”کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔“

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

ان الشرك لظلم عظيم. (لقمان: ۱۳)

”بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔“

مذکورہ بالا اور دیگر آیات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ کے سوا مردوں،  
 درختوں، بتوں وغیرہ کو پکارنا اللہ عزوجل کے ساتھ شرک اور عبادت کے اس عظیم مقصد کے  
 منافی ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا فرمایا اور کتابیں نازل کیں، کلمہ لا الہ الا  
 اللہ کا مطلب بھی یہی ہے، لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود برحق نہیں  
 ہے، یہ کلمہ غیر اللہ سے عبادت کی نفی کرتا، اور اس کو ایک اللہ کے لئے ثابت کرتا ہے، جیسا کہ



اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

ذالک بأن اللہ هو الحق وأن ما يدعون من دونه  
الباطل. (لقمان: ۳۰)

”یہ سب (انتظامات) اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، اور اس  
کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں۔“

یہی دین اسلام کی جڑ اور ملتِ اسلامیہ کی بنیاد ہے، اور کوئی بھی عبادت اس وقت  
تک صحیح نہ ہوگی جب تک کہ یہ بنیاد درست نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك لئن اشركت  
ليحطن عملك ولتكونن من الخاسرين. (الزمر: ۶۵)

”یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف  
بھی وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور  
بالیقین تو نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا۔“

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون. (الانعام: ۸۸)  
”اور اگر بالفرض یہ حضرات (انبیاء کرام) بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ  
اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔“

## دو عظیم اصول

دین اسلام دو عظیم اصول پر مبنی ہے:

- اول:۔ تمام تر عبادتیں صرف اللہ وحدہ لا شریک کیلئے انجام دی جائیں۔
  - دوم:۔ عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق انجام  
دی جائے، کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یہی معنی ہے۔
- لہذا جو شخص مردوں مثلاً انبیاء وغیرہ کو یا بچوں یا درختوں یا پتھروں یا ان کے علاوہ

دیگر مخلوقات کو پکارے، یا ان سے مدد طلب کرے، یا ان کے لئے ذبح یا نذر و نیاز پیش کر کے ان کا تقرب چاہے، یا ان کیلئے نماز پڑھے یا سجدے کرے، تو بلاشبہ اس نے اللہ کے سوا انہیں رب بنا لیا، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ساجھی ٹھہرا لیا، یہ ساری چیزیں اس اصل سے ٹکراتیں اور کلمہ کے پہلے جز لا الہ الا اللہ کے معنی کے منافی ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص دین اسلام میں کوئی نیا کام گھڑ کر انجام دے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی تو اس نے کلمہ کے دوسرے جز محمد رسول اللہ کی گواہی کے معنی کو ثابت نہیں کیا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَقَلِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا. (الفرقان: ۲۳)  
 ”اور انہوں نے جو جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں  
 پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔“

اکارت کئے جانے والے اعمال ان لوگوں کے ہوں گے جن کا شرک ہی پر انتقال ہو گیا، اسی طرح وہ خود ساختہ اعمال بھی جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، موافقت شریعت کی شرط سے عاری ہونے کی وجہ سے بروز قیامت پراگندہ ذروں کی طرح ہوں گے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا کام نکالا جو (دراصل) اس میں سے نہیں ہے وہ ناقابل قبول ہے۔“ (اس حدیث کی صحت پر امام بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)۔

بلاشبہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا بہت بڑا ظلم، شرک اور بزدلی ہے۔

اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے کہ صرف اس کی ذات کو پکارا جائے اور وعدہ کیا ہے کہ جو اسے پکارے گا وہ اسکی پکار کو قبول فرمائے گا، اور دھمکی دی کہ جو اس کو پکارنے سے تکبر اپنائے گا اسے جہنم میں داخل فرمائے گا، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ

عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ (غافر: ۱۷)  
 ”اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا) ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں  
 تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے  
 خود سری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔“  
 اس آیت میں (داخرین) کا معنی ہے ذلیل و رسوا۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعا عبادت ہے، اور اس سے تکبر  
 اختیار کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب اللہ تعالیٰ کو پکارنے سے تکبر اختیار کرنے والے کا  
 یہ نتیجہ ہے تو اس شخص کا انجام کیا ہوگا جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اعراض کرے اور اس کے سوا  
 ہر حال کو پکارے؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَانِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ  
 إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ.

(البقرہ: ۱۸۶)

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ  
 کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی  
 وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری  
 بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں خبر دی کہ دعا عبادت ہے،  
 پھر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ سے فرماتے ہیں: ”تم اللہ تعالیٰ کو  
 اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اسے اپنی جانب پاؤ گے، جب  
 سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو“ (ترمذی)  
 نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے  
 ساتھ کسی کو شریک پکارتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔“

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”تو کسی کو اللہ کا مد مقابل سمجھے جبکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے“، (ند) کا معنی نظیر اور مثل کا ہے۔

لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو پکارے یا اس سے فریاد کرے، یا اس کے لئے نذر و نیاز پیش کرے یا اس کیلئے قربانی کرے یا عبادت کی کوئی بھی قسم اس کے لئے انجام دے تو اس نے اس کو اللہ کا مد مقابل بنایا، خواہ وہ کوئی نبی، ولی، فرشتہ، جن یا بت یا مخلوق میں سے کوئی اور چیز ہو۔

البتہ زندہ حاضر شخص سے کسی چیز کا سوال کرنا اور ظاہری امور میں اس سے فریاد طلب کرنا جس کی وہ قدرت رکھتا ہو، شرک نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک عام ۱۵ چیز ہے جو مسلمانوں کے درمیان جائز ہے۔

جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ (القصص: ۱۵)

”موسیٰ کی قوم والے نے موسیٰ (علیہ السلام) سے اس کے خلاف فریاد کی جوان کے دشمنوں میں سے تھا۔“

اور جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں فرمایا:

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ. (القصص: ۳۱)

”پس موسیٰ خوفزدہ ہو کر وہاں سے دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے۔“

اس کی ایک مثال یوں سمجھیں کہ جس طرح لوگ جنگ وغیرہ کے دوران باہم ایک دوسرے کی مدد کے محتاج ہوتے اور بعض درپیش امور میں اپنے ساتھیوں سے فریاد کرتے ہیں شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو یہ بات پہنچادیں کہ وہ کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجن میں فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا. قُلْ إِنِّي لَا

املك لكم ضرًا ولا رشدًا. (الجن: ۳۰، ۳۱)  
 ”آپ کہہ دیجئے میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے  
 ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان و نفع کا  
 اختیار نہیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمایا:  
 قل لا املك لنفسي نفعًا ولا ضرًا الا ما شاء الله ولو  
 كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء  
 ان انا الا نذير وبشير لقوم يؤمنون. (الاعراف: ۱۸۸)  
 ”آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں  
 رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی  
 باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے  
 نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو  
 ایمان رکھتے ہیں۔“

اس مفہوم کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ اپنے رب کے سوا نہ کسی کو  
 پکارتے اور نہ سمد کا سوال کرتے تھے، غزوہ بدر کے دن آپ اپنے رب سے پوری الحاح و  
 گریہ زاری کے ساتھ دشمنوں کے خلاف مدد طلب کر رہے تھے اور فرما رہے تھے:

يا رب انجز لي ما وعدتني.....

”اے میرے رب تو نے جو مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اس کو

پورا فرما دیجئے۔“

یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے اللہ کے رسول بس کافی ہے،

اللہ نے آپ سے جو فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اسے پورا کرے گا۔“

اس موضوع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد آیات نازل فرما

دیں۔ چنانچہ فرمایا:

اذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم انى ممدكم بالف من  
الملائكة مردفين. وما جعله الله الا بشرى لكم  
ولتطمئنن به قلوبكم وما النصر الا من عند الله ان الله  
عزيز حكيم. (الانفال: ۱۰، ۹)

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ نے  
تمہاری فریاد سن لی کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگا تار چلے  
آئیں گے، اور اللہ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ  
تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے، جو کہ  
زبردست حکمت والا ہے۔“

ان آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مومنین کو اپنی فریاد سے یاد دلاتے ہوئے  
فرمایا کہ اس نے ان کی پکار کو قبول کر لیا اور فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمادی، پھر اللہ تعالیٰ نے  
واضح کر دیا کہ مدد فرشتوں کی جانب سے نہ تھی بلکہ اللہ کی جانب سے تھی، یہ فرشتوں کا نزول تو  
خوشخبری دینے اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے تھا (ورنہ وہ اللہ فرشتوں کے بغیر بھی  
تمہاری مدد کر سکتا تھا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما النصر الا من عند الله.....!

”اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“

اور اللہ عزوجل نے سورہ آل عمران میں فرمایا:

ولقد نصركم الله بدير وانتم اذلة فاتقوا الله لعلكم

تشكرون. (آل عمران: ۱۲۳)

”جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جبکہ تم  
نہایت گری ہوئی حالت میں تھے، اس لئے اللہ ہی سے ڈرو (کسی اور  
سے نہیں) تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ غزوہ بدر کے دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی معین و مددگار تھا، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی ہتھیار، قوت، اور فرشتوں سے جو مدد کی تھی یہ سب کچھ مددِ خوشخبری اور اطمینانِ قلب کے اسباب تھے، بذاتِ خود مدد نہ تھے، بلکہ مدد تو صرف اللہ کی طرف سے تھی۔

پھر اس شاعرہ یا کسی اور کیلئے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی فریاد اور مدد کے مطالبہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرے، اور سارے جہاں کے پروردگار سے روگردانی کرے جو ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

### توحید سے انحراف کرنے والے اللہ سے توبہ کریں

توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو، فوراً اس گناہ سے رک جائے، اور اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس کیلئے اخلاص اپناتے ہوئے اس کے حکموں کو بجا لاتے ہوئے اور منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے آئندہ ایسا کام کبھی نہ کرنے کا پختہ عہد کرے، یہی سچی توبہ ہے اور اگر معاملہ مخلوق کے حق کا ہو تو اس میں ایک چوتھی شرط کا بھی پایا جانا ضروری ہے، کہ صاحبِ حق کو اس کا حق لوٹا دیا جائے یا یہ کہ اس سے یہ حق معاف کر لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو توبہ کرنے کا حکم دیا اور ان سے اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (النور: ۳۱)  
 ”اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔“

اور اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر نصاریٰ کے بارے میں فرمایا:

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

(المائدہ: ۷۴)

”یہ لوگ (نصاری) کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔“  
نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ إِثْمًا. يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانًا. إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يَبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا.

(الفرقان: ۶۸-۷۰)

”اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بغیر حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہے گا، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔“

نیز فرمان الہی ہے:

هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ.

(شوری: ۲۵)

”وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے، اور جو کچھ تم کر رہے ہو (سب) جانتا ہے۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ



وسلم نے فرمایا: ”اسلام پچھلے تمام گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے اور توبہ سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔“

چونکہ شرک غایت درجہ کا سنگین جرم اور بہت بڑا گناہ ہے، اور اس شاعرہ کی تحریروں سے لوگوں کے دھوکہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی ایک اسلامی فریضہ بھی ہے، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس بارہ میں کچھ مختصر کلمات تحریر کر دوں۔

میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ ان باتوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے ہمارے اور تمام مسلمانوں کے احوال کی صلاح فرمادے اور دین کی سمجھ اور اس پر ثابت قدمی عطا فرما کر ہم سب پر احسان فرمائے، نیز ہمیں اور تمام مسلمانوں کو نفس کی برائیوں اور بد اعمالیوں سے اپنی پناہ میں رکھے، وہ اس بات کا کارساز اور اس پر قادر ہے۔

اور اللہ اپنے بندے اور رسول ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اہل و عیال اور ساتھیوں پر رحمت و سلامتی اور برکت نازل فرمائے۔

## گناہِ کبیرہ

جن سے بچ کر جہنم سے بچنا آسان ہو جاتا ہے

”گناہِ کبیرہ“ کا معنی ہے بڑا گناہ! چنانچہ شریعت کی اصطلاح میں ”گناہِ کبیرہ“ اس بڑے فعل اور برائی کو کہتے ہیں جس کا ارتکاب کرنے والا حد (یعنی شریعت کی متعین کردہ سزا) کا مستحق ہوتا ہے، یا جس کے ارتکاب پر قرآن و حدیث میں سخت وعید و تنبیہ آئی ہو، یا جس کے ارتکاب کو شریعت نے بطور مبالغہ ارتکابِ کفر سے تعبیر کیا ہو (جیسے قصداً نماز ترک کرنے پر حدیث میں یہ وعید آئی ہے۔ ”من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر“ یعنی جس شخص نے نماز قصداً ترک کر دی وہ کافر ہو گیا) یا اس جس کی فساد و نقصان گناہِ کبیرہ کے فساد و نقصان کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، جس کی ممانعت دلیل قطعی کے ساتھ ثابت ہو اور جس کا اختیار کرنا حرمت دین کی ہتک کا موجب ہو۔ تو جس فعل اور بات میں ان میں سے کوئی بھی چیز پائی جائے گی اس کو گناہِ کبیرہ یعنی بڑا گناہ کہیں گے اور جس فعل یا بات میں سے کوئی چیز نہیں پائی جائے گی اور وہ اسلامی تعیمات اور دینی تقاضے کے خلاف ہوگی اس کو گناہِ صغیرہ یعنی چھوٹا گناہ کہا جائے گا۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ بعض اعتبار سے اگرچہ گناہِ کبیرہ کے مختلف درجات ہیں کہ بعض گناہِ کبیرہ تو بہت بُرے اور نہایت ہی قابل نفرت ہیں اور بعض گناہِ کبیرہ نسبتاً کچھ ہلکے درجہ کے ہیں لیکن شریعت کی نظر میں قابل مواخذہ (گرفت) اور موجب عذاب ہونے کے اعتبار سے سب یکساں نوعیت رکھتے ہیں۔

احادیث میں ایک جگہ تمام کبیرہ گناہوں کا تعین اور تفصیل کے ساتھ ذکر موجود

نہیں ہے بلکہ موقع محل کی مناسبت یا کسی سائل کے جواب میں آنحضور ﷺ کی طرف سے بیان کردہ کبیرہ گناہ کچھ تو جا بجا احادیث و روایات میں منقول ہیں اور کچھ دوسرے مواقع پر مذکور ہیں۔ بعض علماء مثلاً مولانا جلال الدین دہلوی نے کبیرہ گناہوں کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ مختصر ایوں ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا۔ یعنی کسی کی عبادت یا اس کی صفات میں شریک کرنا مثلاً استعانت (مدد چاہنے) میں، علم میں، قدرت میں، تصرف میں، تخلیق میں، پکارنے میں، نام رکھنے میں، ذبح کرنے میں، نذر ماننے میں اور لوگوں کے امور سوچنے میں کسی کو بھی وہ درجہ اور حیثیت دینا جو صرف اللہ تعالیٰ کو ہوا ہے۔ (۲) گناہ پر اصرار و دوام کی نیت رکھنا (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) زنا کرنا (۵) لواطت کرنا (۶) چوری کرنا (۷) جادو سیکھنا اور جادو کرنا (۸) شراب پینا اور نشہ اور اشیاء کا استعمال کرنا (۹) محارم یعنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، نانی اور خالہ وغیرہ سے نکاح کرنا (۱۰) جو اسیکھنا اور جو اکلنا (۱۱) دارالحرب سے ہجرت نہ کرنا (۱۲) دشمنان دین سے ناروا دق اور تعلق رکھنا (۱۳) طاعت و قوت اور غالب حیثیت رکھنے کے باوجود دشمنان دین سے جہاد کرنا (۱۴) سود کھانا (۱۵) خنزیر اور مردار کے گوشت کا استعمال کرنا (۱۶) نجومی اور کائن کی تصدیق کرنا (۱۷) ناحق کسی کا مال ہڑپ کر لینا (۱۸) پاکباز مرد یا پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا (۱۹) جھوٹی گواہی دینا (۲۰) کسی عذر شرعی کے بغیر قصداً رمضان کا روزہ نہ رکھنا یا روزہ توڑنا (۲۱) جھوٹی قسم کھانا (۲۲) قطع تعلق کرنا (۲۳) ماں باپ کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا (۲۴) جنگ کے موقع پر دشمنان دین کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کرنا (۲۵) قیموں کا مال ناحق کھانا (۲۶) ناپ تول میں خیانت کرنا (۲۷) نماز وقت پر نہ پڑھنا (۲۸) مسلمانوں سے ناحق لڑنا جھگڑنا (۲۹) ذات رسالت مآب ﷺ پر جھوٹا الزام لگانا (۳۰) رسول ﷺ، کتاب اللہ اور فرشتوں کا انکار کرنا یا ان کا مذاق اڑانا (۳۱) احکام دین اور شرعی مسائل کا انکار کرنا (۳۲) فرائض پر عمل نہ کرنا یعنی نماز نہ پڑھنا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، رمضان کے روزے نہ رکھنا اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا (۳۳) صحابہ رضی اللہ عنہم یا کسی صحابی کو کفر اکہنا (۳۴) باعذر

کتمانِ شہادت کرنا (۳۵) رشوت لینا (۳۶) میاں بیوی ک درمیان نفاق پیدا کرنا (۳۷) حاکم کے سامنے کسی چغمل خوری کرنا (۳۸) غیبت کرنا (۳۹) اسراف میں مبتلا ہونا (۴۰) رہزنی کا ارتکاب کرنا (۴۱) دین کے نام پر یا کسی دینی غرض کے تحت روئے زمین پر فتنہ و فساد پھیلانا (۴۲) گناہِ صغیرہ پر اصرار و دوام اختیار کرنا (۴۳) کسی کو گناہ کی طرف راغب کرنا یا گناہ کے ارتکاب میں مدد دینا (۴۴) ہارمونیم، طبلہ، اور دوسرے ممنوع باجوں کے ساتھ گانا (۴۵) نہاتے وقت دوسروں کے سامنے ستر کھولنا (۴۶) مالی مطالبات و واجبات کی ادائیگی میں بخل کرنا (۴۷) خودکشی کرنا (۴۸) اپنے اعضاء بدن میں سے کسی عضو کو ضائع کرنا (۴۹) منی اور پیشاب کی گندگی سے صفائی اور پاکی حاصل نہ کرنا (۵۰) تقدیر کو جھٹلانا (۵۱) اپنے سردار اور حاکم سے عہد شکنی کرنا (۵۲) کسی کی ذات اور نسب میں طعنہ زنی کرنا (۵۳) غرور اور تکبر کے تحت پائینچے لٹکانا (۵۴) لوگوں کو گمراہی کی طرف بلانا (۵۵) میت پر نوحہ کرنا (۵۶) بُرے طریقے اور بیہودہ رسمیں رائج کرنا (۵۷) دھاردار آلہ سے کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنا (۵۸) کسی کو خصی کر دینا (۵۹) اپنے بدن کے کسی حصہ کو کاٹنا۔ مثلاً داڑھی منڈانا یا ناک وغیرہ تھوڑی سی کاٹ ڈالنا (۶۰) اپنے محسن سے احسان فراموشی کرنا (۶۱) حدودِ حرم میں ان کاموں کا کرنا جن کی ممانعت ہے (۶۲) حدودِ حرم میں جاسوسی کرنا (۶۳) نزو کھیلنا یا ایسا کوئی کھیل کھیلنا جو بلا تفاق حرام ہو (۶۴) کسی مسلمان کو کافر کہنا یا اس کو کسی ایسے لفظ سے مخاطب کرنا جو صرف کافر کے لئے استعمال ہوتا ہے (۶۵) اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان باری میں عدل نہ کرنا (۶۶) جلق کرنا (مشت زنی یا حائضہ سے ہم بستری کرنا) (۶۸) غلہ وغیرہ کی گرانی سے خوش ہونا (۶۹) جانوروں کے ساتھ بد فعلی کرنا (۷۰) عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا (۷۱) دنیا کی محبت میں مبتلا ہونا (۷۲) امر پر بُری نظر رکھنا (۷۳) دوسروں کے گھر میں جھانکنا (۷۴) صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کے اندر داخل ہونا (۷۵) دیوی اور قرم ساقی کرنا (۷۶) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھے کاموں کی تبلیغ و تلقین اور بُرے کاموں سے روکنے کا فریضہ باوجود قدرت کے انجام نہ دینا (۷۷) پڑھنے کے بعد قرآن مجید کو بھلا دینا

(۷۸) جانوروں کو آگ میں جلانا (۷۹) عورت کا شرعی عذر کے بغیر اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا (۸۰) مرد کا عورت پر ظلم کرنا (۸۱) اللہ کی رحمت و مغفرت سے ناامید ہونا (۸۲) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا (۸۳) علماء اور حفاظ کی توہین و تحقیر کرنا (۸۴) بیوی سے ظہار کرنا (بیوی کو ماں کی پشت سے تشبیہ دینا)۔ بعض علماء نے کبار کی فہرست میں کچھ اور گناہوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہاں اختصار کے پیش نظر اسی فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

## سب سے بڑے گناہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے سوال کیا، یا رسول اللہ (ﷺ)! ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ کہ جس اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے، تم کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ“ پھر اس شخص نے پوچھا ”اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خیال سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔“

پھر اس نے پوچھا ”اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”یہ کہ تم اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرو (حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ) سرکار ﷺ کے اسی ارشاد کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ ہے) وہی بندگان خاص ہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہیں ٹھہراتے اور جس جاندار کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا اس کو ناحق قتل نہیں کرتے ہیں (اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ گناہ کے وبال میں پڑے گا)۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں چند ایسی باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو اخلاق و انسانیت کے اعتبار سے بھی نہایت پستی اور گراؤ کی علامت ہیں اور شریعت نے بھی ان کو سب سے بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے اور جن کا ارتکاب کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ سب سے بڑا گناہ جس بات کو بتایا گیا ہے وہ کسی کو اپنے خالق اور پروردگار کا

شریک ٹھہرانا ہے اور ”ان تدعوا للہ بدأ“ کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ ”شریک ٹھہرانے“ کا مطلب ذات و صفات اور عبادت میں کسی کو اللہ کا ہمسر بنانا ہے مثلاً عبادت و بندگی اور اظہار عبدیت کے جو طریقے اور افعال صرف ذات باری تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں وہ طریقے اور افعال اللہ کے سوا کسی اور لے لئے بھی اختیار کرنا، یا جس طرح اللہ کو ”یا اللہ“ کہہ کر پکارا جاتا ہے، اسی طرح کسی غیر اللہ کو پکارنا اور یاد کرنا، یا جس طرح اللہ تعالیٰ حاجتوں کو پورا کرنے والا ہے اسی طرح کسی اور کو بھی حاجت روا مان کر یوں فریاد کرنا کہ اے فلاں! میری یہ حاجت پوری کر، میری مدد کرو وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا بڑا گناہ یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو اس خوف سے موت کے گھاٹ اتار دے کہ وہ میرے سر کا بوجھ بنے گی، اس کو کھلانا پلانا پڑے گا، اور اس کی پرورش اور تربیت کی معاشی ذمہ داریاں برداشت کرنا پڑیں گی، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ظالمانہ طریقہ رائج تھا کہ لوگ افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ تیسرا بڑا گناہ یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ یوں تو مطلقاً زنا ایک بڑا گناہ ہے اور اس پر سخت سزا مقرر ہے۔ لیکن پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا تو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ جس طرح کہ مطلقاً ناحق قتل کرنا ایک بڑا گناہ ہے، لیکن اپنی اولاد کو قتل کرنا انتہائی بڑا گناہ ہے۔

### والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا

عن عبد اللہ ابن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : الكبائر الاشرک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس و الیمین الغموس . ”رواہ البخاری و فی روایة انس : و شهادة الزور بدل الیمین الغموس .“ متفق علیہ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی

کرنا، ناحق کسی کو مار ڈالنا اور جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہ ہیں (بخاریؒ) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”جھوٹی قسم کھانا“ بجائے ”جھوٹی گواہی دینا“ کے الفاظ ہیں۔“ (بخاریؒ و مسلمؒ)

”عقوق“ کے ایک معنی تکلیف دینے کے بھی آتے ہیں۔ لہذا شریعت نے نہ صرف والدین کی نافرمانی کو بڑا گناہ قرار دیا ہے بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ مسلمان ماں باپ کو نہ کوئی اذیت پہنچائی جائے اور نہ ان کو ناحق ستایا جائے۔ اسی طرح کافر ماں باپ کو بھی اذیت پہنچانے سے روکا گیا ہے، لیکن ان کو کفر کی لعنت سے نکالنے اور اسلام پر آمادہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ تھوڑے بہت سخت برتاؤ کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ وہ سخت برتاؤ قطعی طور پر ناگزیر ہو اور اخلاق و انسانیت سے گرا ہوا نہ ہو۔

تفسیر عزیزی میں ارشاد ربانی ”وبالوالدین احسانا“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ماں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا حکم بطور خاص تین باتوں کو شامل ہے۔ اول یہ کہ ان کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائے، خواہ ہاتھ سے ہو یا زبان وغیرہ سے۔ یعنی نہ تو ان کو مار پیٹ کر تکلیف پہنچائے اور نہ ان کے ساتھ بدزبانی و بدکلامی کرے، دوسرے یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے جان و مال دونوں طرح سے ان کی خدمت کرے۔ تیسرے یہ کہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور وہ جس وقت جس ضرورت سے بلائیں فوراً ان کے پاس حاضر ہو جائے۔ تاہم علماء نے یہ وضاحت کی ہے کہ والدین کی خدمت کا حکم اس شرط کے ساتھ ہے کہ اگر ماں باپ اولاد کے محتاج ہوں اور اولاد اتنی قوت و استطاعت رکھتی ہو کہ ان کی ہر طرح سے خدمت کر سکے تو ان کی خدمت کرنا اس پر واجب ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ والدین اس کے محتاج ہوں اور نہ اولاد اس پر قادر ہے تو اس پر ان کی خدمت واجب نہیں ہے۔ اسی طرح والدین کے حکم کی فرمانبرداری کا مسئلہ ہے۔ جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اگر وہ اچھے کام کا حکم دیں یا خلاف شرع چیزوں سے روکیں تو ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے لیکن اگر وہ خلاف شرع چیزوں کا حکم دیں مثلاً واجبات کو ترک کرنے کے لئے کہیں یا فرض حج کرنے سے روک دیں تو ان چیزوں میں ان کی اطاعت نہ کوئی چاہئے اگر

سنت موکدہ کو چھوڑنے کے لئے کہیں مثلاً نماز کی جماعت میں شریک ہونے سے روکیں یا عرفہ کے روزہ کو منع کریں تو اس میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس طرح کا حکم دو ایک مرتبہ مان لینے اور ان کی اطاعت میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ان چیزوں کی وہ عادت ہی ڈلوادیں یا ہمیشہ منع کرتے رہیں تو ان کا حکم نہ مانے۔ ہاں اگر وہ کسی نقلی عبادت سے روکیں اور کہیں کہ اس کی بجائے ہماری خدمت میں رہو تو ان کے حکم کی اطاعت کرنی چاہئے۔

”یٰمٰیٰنِ غَمُوسٍ“ اس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جس کا تعلق گذشتہ چیز سے ہو، مثلاً کوئی شخص کسی فعل کے بارے میں اس طرح قسم کھائے کہ ”اللہ کی قسم میں نے فلاں کام نہیں کیا ہے“ حالانکہ حقیقت میں اس نے وہ کام کیا ہے تو یہ ”یٰمٰیٰنِ غَمُوسٍ“ کہلائے گی اس کی سخت ممانعت ہے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی دینا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے جو اللہ کے سخت عذاب کا مستحق بناتا ہے۔

### ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگو! سات ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ سات ہلاک کرنے والی باتیں کونسی ہیں؟ فرمایا (۱) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا (۲) جادو کرنا (۳) کسی جان کو مار ڈالنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد کے دن دشمن کو پیٹھ دکھانا (۷) پاکدامن، ایمان والی اور بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔“

(بخاری و مسلم)

اسلامی عقائد و نظریات اور بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا اور عائد شدہ فرائض پر عمل کرنا ایمان ہے اور ان بدیہی مسلمات میں سے کسی بات کا انکار کرنا کفر ہے۔ اب اگر اس کلیہ کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایمان کی صرف ایک ہی صورت



ہے کہ دین کے بدیہی مسلمات زبان و دل سے مان لئے جائیں اور ان پر عمل پیرا ہوا جائے۔ برخلاف اس کے کہ کفر کی صورتیں کئی ہیں اور دین کی بدیہیات میں سے اگر کسی ایک بات کا بھی انکار کر دیا جائے خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود رہے تو بھی کفر عائد ہو جاتا ہے۔ پھر علماء کی تشریح ہے کہ کفر صرف قول ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بعض افعال بھی موجب کفر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ فقہاء ایسے افعال پر بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں جو قلبی و اعتقادی کفر کے صحیح ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔

یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے دامن پر سب سے بد نما داغ ہے۔ لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادت اور اس کی حدودِ عظمت میں کسی کو شریک بنا لینا نہ صرف اعتقادی حیثیت سے ایمان و اسلام سے صریح بیزاری کا اظہار ہے بلکہ فطرت کے ساتھ ایک بہت بڑا ظلم اور عقل و دانش سے سب سے بڑی بغاوت بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کر کے اس کی فطرت کو کفر و شرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک صاف رکھا ہے، اب اگر انسان اپنی فطرت کو شرک کی نجاست سے ملوث کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی فطرت اور اپنے ضمیر کی صداقت آمیز آواز کا گلا گھونٹ کر مذہب و انسانیت دونوں حیثیت سے تباہی و بربادی کے غار میں گرتا ہے۔

اس لئے پروردگار عالم کا اہل فیصلہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوتاہی و لغزش قابل معافی ہو سکتی ہے۔ مگر شرک کا جرم ہرگز قابل معافی نہیں ہوگا۔ جس کی سختی سے سخت سزا مشرک کو بھگتنی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی پاک جنت میں اس کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء.

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہیں بخشنے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا

جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا۔“

شرک انسانی فطرت سے سعادت و نیک بختی کا تخم جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور

انسان کی روحانی ترقی کی تمام استعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے نیز خود قرآن کی نظر میں شرک اللہ تعالیٰ پر سب سے بڑا بہتان اور سب سے بڑھ کر بے دلیل اور خلاف ضمیر بات اور نفس انسان کے لئے ابدی موت ہے۔ اس لئے حدیث میں جن ہلاکت خیز باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان میں شرک کا جرم سرفہرست ہے۔

### سب سے پہلا شیطانی عمل شرک ہے

اللہ تعالیٰ نے اہتمام کے ساتھ خطاب کر کے محرمات و ممنوعات کی فہرست میں سب سے پہلے یہ ارشاد فرمایا، **أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا**، یعنی سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک اور سا جھی نہ سمجھو۔ نہ مشرکین عرب کی طرح بتوں کو خدا بناؤ، نہ یہود و نصاریٰ کی طرح انبیاء کو خدا یا خدا کا بیٹا کہو، نہ دوسروں کی طرح فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دو، نہ جاہل عوام کی طرح انبیاء و اولیاء کو صفت علم و قدرت میں اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہراؤ۔

### شرک کی تعریف اور اس کی قسمیں

اور تفسیر مظہری میں ہے کہ لفظ **شَيْئًا** کے معنی یہاں یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ شرک کی کسی قسم جلی یا خفی میں مبتلا نہ ہو، شرک جلی کو تو سب جانتے ہیں کہ کسی غیر اللہ کو عبادت اور اطاعت میں یا اس کی مخصوص صفات میں اللہ تعالیٰ کے برابر یا اس کا سا جھی قرار دینا ہے، اور شرک خفی یہ ہے کہ اپنے کاروبار اور..... دینی دنیوی مقاصد میں اور نفع نقصان میں اگرچہ عقیدہ تو یہی ہو کہ کارساز اللہ تعالیٰ ہے، مگر عملاً دوسروں کو کارساز سمجھے اور ساری کوششیں دوسروں ہی سے وابستہ رکھے، یا عبادت میں ریا کاری کرے کہ دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز وغیرہ کو درست کر کے پڑھے، یا صدقہ خیرات نام آوری کے خیال سے کرے، یا عملاً نفع نقصان کا مالک کسی غیر اللہ کو قرار دے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

دریں نوعی از شرک پوشیدہ است

کہ زیدم بہ بخشید و عمرم بخت  
یعنی ”اس میں بھی ایک قسم کا شرک چھپا ہوا ہے کہ آدمی یوں سمجھے کہ مجھے  
زید نے کچھ بخش دیا اور عمر نے نقصان پہنچا دیا۔“

بلکہ حقیقت اس کے سوا نہیں کہ بخشش یا نقصان جو کچھ ہے وہ قادر مطلق حق تعالیٰ  
کی طرف سے ہے، زید اور عمر پردے ہیں جن کے اندر سے بخشش یا نقصان کا ظہور ہوتا ہے  
ورنہ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر ساری دنیا کے جن و انس مل کر تم کو کوئی ایسا نفع پہنچانا  
چاہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا تو مجال نہیں کہ پہنچا سکیں، اسی طرح  
اگر ساری دنیا کے جن و انس مل کر تم کو کوئی ایسا نقصان پہنچانا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا تو  
یہ بھی کسی سے ممکن نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک جلی اور خفی دونوں سے انتہائی پرہیز کرنا چاہئے، اور شرک  
میں جس طرح بتوں وغیرہ کی پوجا پاٹ داخل ہے، اسی طرح انبیاء و اولیاء کو علم و قدرت  
وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا بھی شرک میں داخل ہے۔

اگر خدا نخواستہ کسی کا عقیدہ ہی ایسا ہو تو شرک جلی ہے اور عقیدہ نہ ہو مگر عمل اس  
طرح کا ہے تو شرک خفی کہلائے گا، اس مقام میں سب سے پہلے شرک سے بچنے کی ہدایت  
کی گئی ہے، وجہ یہ ہے کہ شرک ایسا جرم ہے جس کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے کہ اس کی معافی  
نہیں، اس کے سوا دوسرے گناہوں کی معافی مختلف اسباب سے ہو سکتی ہے۔

اسی لئے حدیث میں بروایت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ و حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ  
منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو سا جھی نہ قرار  
دو، اگرچہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں، یا تمہیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا تمہیں زندہ جلا  
دیا جائے۔

### دوسرا شیطانی عمل، والدین سے بدسلوکی

اس کے بعد دوسری چیز یہ ارشاد فرمائی: **وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا**، یعنی والدین

کے ساتھ احسان کا معاملہ اور اچھا برتاؤ کرو، مقصد تو اس جگہ یہ ہے کہ والدین کی نافرمانی نہ کرو، ان کو ایذا نہ پہنچاؤ، مگر حکیمانہ انداز سے بیان اس طرح کیا گیا کہ والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو، اس میں اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ والدین کے حق میں صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ان کی نافرمانی نہ کرو اور ایذا نہ پہنچاؤ، بلکہ حسن سلوک اور نیاز مندانہ برتاؤ کے ذریعہ ان کو راضی رکھنا اور خوش کرنا فرض ہے، جس کا بیان دوسری جگہ قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے: **وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ**، ”یعنی ان کے سامنے اپنے بازو نیاز مندانہ طور پر پست کرو۔“

اس آیت میں والدین کو ایذا پہنچانے اور تکلیف دینے کو شرک کے بعد دوسرے نمبر کا جرم قرار دیا ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں ان کی اطاعت اور راحت مہرسانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر ارشاد فرمایا ہے:

**وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا.**  
 ”یعنی آپ کے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو۔“  
 اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

**أَنْ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَى الْمَصِيرِ.** (لقمان)  
 ”یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا اور پھر میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ یعنی اگر خلاف کرو گے تو سزا پاؤ گے۔“

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے افضل اور بہتر عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا ”نماز کو اس کے وقت (مستحب) میں پڑھنا“ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ تو فرمایا ”والدین کے ساتھ اچھا سلوک۔“ پھر پوچھا کہ اس کے بعد کونسا علم ہے؟ فرمایا: ”اللہ کے راستہ میں جہاد۔“

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ ایک روز رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا رغم انفہ رغم انفہ رغم انفہ، یعنی ذلیل ہو گیا، ذلیل ہو گیا، ذلیل ہو گیا، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کون ذلیل ہو گیا؟ فرمایا وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کے زمانہ میں والدین کی خدمت سے جنت کا ملنا یقینی ہے بڑا محروم و ذلیل ہے وہ شخص جس نے اتنی سستی جنت کو ہاتھ سے کھو دیا، سستی اس لئے کہ والدین جو اولاد پر طبعی طور سے خود ہی مہربان ہوتے ہیں وہ ذرا سی خدمت سے بہت شگوش ہو جاتے ہیں، ان کا خوش رکھنا کسی بڑے عمل کا محتاج نہیں، اور بڑھاپے کی قید اس لئے کہ جس وقت والدین تندرست اور قوی ہیں، اور اپنی ضروریات خود پوری کرتے ہیں بلکہ اولاد کی بھی مالی اور جانی امداد کر دیتے ہیں اُس وقت تو نہ خدمت کے و محتاج ہیں نہ اس خدمت کا کوئی خاص وزن ہے، قابلِ قدر خدمت اس وقت ہی ہو سکتی ہے جبکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے محتاج ہوں۔

### تیسرا شیطانی عمل قتلِ اولاد!

تیسری چیز جس کا حرام ہونا ان آیات میں بیان ہوا ہے وہ قتلِ اولاد ہے، اور مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلے ماں باپ کے حق کا بیان تھا جو اولاد کے ذمہ ہے اور اس میں اولاد کے حق کا بیان ہے جو ماں باپ کے ذمہ ہے، اولاد کے ساتھ بدسلوکی کا بدترین معاملہ وہ تھا جو جاہلیت میں اس کو زندہ درگور کرنے یا قتل کرنے کا جاری تھا، اس آیت میں اس سے روکا گیا۔ ارشاد فرمایا: **وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ** من اطلاق نحن نرزقکم وایاہم، ”یعنی افلاس کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی“

جاہلیت کے زمانہ میں بے رحمی اور سنگدلی کی یہ بدترین رسم چل پڑی تھی کہ جس کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو اس عار کے خوف سے کہ کسی کو داماد بنانا پڑے گا زندہ کو گڑھے میں دفن کر دیتے تھے، اور بعض اوقات اس خوف سے کہ اولاد کے لئے ضروریات

زندگی اور کھانے پینے کا سامان جمع کرنے میں مشکلات پیش آئیں گی، یہ سنگدل لوگ اپنے بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے، قرآن کریم نے اس رسم کو مٹایا، اور جوار شاداؤ پر مذکور ہوا، اس میں ان کے اس ذہنی مرض کا بھی علاج کر دیا، جس کے سبب وہ اس بدترین جرم کے مرتکب ہوتے تھے کہ بچوں کو کھانا کہاں سے کھلائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلادیا کہ کھانا کھلانے اور رزق پہنچانے کے اصلی ذمہ دار تم نہیں، یہ کام براہ راست حق تعالیٰ کا ہے، تم خود اپنے رزق اور کھانے میں بھی اسی کے محتاج ہو، وہ دیتا ہے تو تم بچوں کو بھی دیدیتے ہو، وہ اگر تمہیں نہ دے تو تمہاری کیا مجال ہے کہ ایک دانہ گیہوں یا چاول کا خود پیدا کر لو، زمین کے اندر سے بیج کو ایک کونہل کی صورت میں منوں مٹی کو چیر پھاڑ کر نکالنا پھر اس کو درخت کی صورت میں دینا، پھر اس پر پھول پھل لگانا کس کا کام ہے؟ کیا ماں باپ یہ کام کر سکتے ہیں؟ یہ تو سب قادر مطلق کی قدرت و حکمت کے کرشمے ہیں، انسان کے عمل کا اس میں کیا دخل ہے وہ تو صرف اتنا کر سکتا ہے کہ زمین کو نرم کر دے اور درخت نکلے تو پانی دیدے، اور اس کی حفاظت کر لے، مگر پھول پھل پیدا کرنے میں تو اس کا ادنیٰ دخل نہیں، معلوم ہوا کہ ماں باپ کا یہ تصور غلط ہے کہ ہم بچوں کو رزق دیتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے خزانہ غیب سے ماں باپ کو بھی ملتا ہے، اولاد کو بھی، اسی لئے اس جگہ ماں باپ کے ذکر کو مقدم کر کے فرمایا کہ ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی، اس تقدیم میں اس کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ تم کو رزق اس لئے دیا جاتا ہے کہ تم بچوں کو پہنچاؤ، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما تنصرون وترزقون بضعفاء کم، .....

”یعنی تمہارے کمزور لوگوں کے طفیل میں اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مدد فرماتے

ہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں۔“

قرآن کریم میں سورہ اسراء میں بھی یہی مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے، مگر وہاں رزق کے معاملہ میں اولاد کو مقدم ذکر فرمایا۔ حسن لوزقہم وایاکم، ”یعنی ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تم کو بھی۔“ اس میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ رزق دینے کے پہلے مستحق ہمارے

نزدیک وہ ضعیف بچے جو خود کچھ نہیں کر سکتے، انہی کی خاطر تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

## اولاد کی دینی و اخلاقی تربیت نہ کرنا بھی ایک طرح سے قتل اولاد ہے

قتل اولاد کا جرم اور سخت گناہ ہونا جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے وہ ظاہری قتل کرنے اور مار ڈالنے کے لئے تو ظاہر ہی ہے، اور غور کیا جائے تو اولاد کو تعلیم و تربیت نہ دینا جس کے نتیجہ میں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی فکر سے غافل رہے، بد اخلاقیوں اور بے حیائیوں میں گرفتار ہو یہ بھی قتل اولاد سے کم نہیں، قرآن کریم نے اس شخص کو مردہ قرار دیا ہے جو اللہ کو نہ پہچانے، اور اس کی اطاعت نہ کرے، آیت الفمن کان میتا فاحیناہ میں اسی کا بیان ہے، جو لوگ اپنی اولاد کے اعمال و اخلاق کے درست کرنے پر توجہ نہیں دیتے ان کو آزاد چھوڑتے ہیں یا ایسی غلط تعلیم دلاتے ہیں جس کے نتیجہ میں اسلامی اخلاق تباہ ہوں وہ بھی ایک حیثیت سے قتل اولاد کے مجرم ہیں، اور ظاہری قتل کا اثر تو صرف دنیا کی چند روزہ زندگی کو تباہ کرتا ہے، یہ قتل انسان کی اخروی اور دائمی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔

## چوتھا حرام بے حیائی کا کام ہے

چوتھی چیز جس کے حرام ہونے کا ان آیات میں بیان ہے وہ بے حیائی کے کام ہیں، اس کے متعلق ارشاد فرمایا ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منها وما بطن، یعنی بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔  
فواحش، فاحشہ کی جمع ہے، اور لفظ فحش، فحشاء اور فاحشہ سب مصدر ہیں، جن کا اردو میں ترجمہ بے حیائی سے کیا جاتا ہے، اور قرآن و حدیث کی اصطلاح میں ہر ایسے بُرے کام کے لئے یہ الفاظ بولے جاتے ہیں جس کی برائی اور فساد کے اثرات برے ہوں اور دور تک پہنچیں، امام راغب نے..... مفردات القرآن میں اور ابن اثیر نے نہا یہ میں یہی معنی بیان فرمائے ہیں، قرآن کریم میں جا بجا فحش اور فحشاء کی ممانعت وارد ہوئی ہے ایک آیت میں ارشاد ہے ینہی عن الفحشاء والمنکر، ایک جگہ ارشاد ہے حرم ربی الفواحش وغیرہ۔

فحش اور فحشاء کے اس مفہوم عام میں تمام بڑے گناہ داخل ہیں خواہ اقوال سے متعلق ہوں یا افعال سے اور ظاہر سے متعلق ہوں یا باطن اور قلب سے، بدکاری اور بے حیائی کے جتنے کام ہیں وہ بھی سب اس میں داخل ہیں، اسی لئے عام زبانوں پر یہ لفظ بدکاری کے معنی میں بولا جاتا ہے، قرآن کی اس آیت میں فواحش کے قریب جانے سے بھی روکا گیا ہے، اس کو اگر مفہوم عام میں لیا جائے تو تمام بری خصلتیں اور گناہ خواہ زبان کے ہوں خواہ ہاتھ پاؤں وغیرہ کے، اور خواہ دل سے متعلق ہوں، سبھی اس میں داخل ہو گئے، اور اگر مشہور عوام معنی بے حیائی کے لئے جاویں تو اس کے معنی بدکاری اور اس کے مقدمات اور اسباب مراد ہوں گے۔

### ظاہری و باطنی شیطانی اعمال

پھر اسی آیت میں فواحش کی تفسیر میں یہ بھی فرمادیا مظهر منها وما بطن، پہلی تفسیر کے مطابق ظاہری فواحش سے زبان اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کے تمام گناہ مراد ہوں گے، اور باطنی فواحش سے مراد وہ گناہ ہوں گے جو دل سے متعلق ہیں، جیسے حسد، کینہ، حرص، ناشکری، بے صبری وغیرہ۔

اور دوسری تفسیر کے مطابق ظاہری فواحش سے مراد وہ بے حیائی کے کام ہوں گے جن کو علانیہ کیا جاتا ہے، اور باطنی وہ جو چھپا کر کئے جاویں، کھلی بدکاری میں اس کے مقدمات و لوازمات سب داخل ہیں، بدنیتی سے کسی عورت کی طرف دیکھنا، ہاتھ وغیرہ سے چھونا، اس سے اس طرح کی باتیں کرنا سب اس میں داخل ہیں، اور باطنی بے حیائی میں وہ خیالات اور ارادے اور ان کو پورا کرنے کی خفیہ تدبیریں داخل ہیں جو کسی بے حیائی اور بدکاری کے سلسلہ میں عمل میں لائی جائیں۔

اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ ظاہری فواحش سے وہ بے حیائی کے کام مراد ہیں جن کا برا ہونا عام طور پر مشہور و معلوم ہے اور سب جانتے ہیں، اور باطنی فواحش سے مراد وہ افعال ہیں جو اللہ کے نزدیک بے حیائی کے کام ہیں، اگرچہ عام طور پر ان کو لوگ برا



نہیں جانتے یا عام لوگوں کو ان کا حرام ہونا معلوم نہیں، مثلاً بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد بیوی بنا کر رکھ چھوڑا یا کسی ایسی عورت سے نکاح کر لیا جو شرعاً اس کے لئے حلال نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت فواحش کے اصل مفہوم کے اعتبار سے تمام ظاہری اور باطنی گناہوں کو اور مشہور عام مفہوم کے اعتبار سے بدکاری و بے حیائی کے جتنے طریقے کھلے یا چھپے ہوئے ہیں ان سب کو شامل ہے، اور حکم اس میں یہ دیا گیا ہے کہ ان چیزوں کے پاس بھی نہ جاؤ، پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے کہ ایسی مجلسوں اور ایسے مقامات سے بھی بچو جہاں جا کر اس کا خطرہ ہو کہ ہم گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ایسے کاموں سے بھی بچو جن سے ان گناہوں کا راستہ نکلتا ہو، حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من حام هول حمی او شک ان يقع فیہ،

”یعنی جو شخص کسی ممنوع جگہ کے گرد گھومتا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ اس

میں داخل بھی ہو جائے۔“

اس لئے احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ جس جگہ کا داخلہ ممنوع ہے اس جگہ کے ارد

گرد بھی نہ پھرے۔

## پانچواں شیطانی عمل قتلِ ناحق ہے

محرمات میں سے پانچویں چیز قتلِ ناحق ہے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا ولا تفتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق، ”یعنی جس شخص کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر۔“ اور اس حق کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے جو بروایت عبداللہ بن مسعود بخاری و مسلم نے نقل کی ہے وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر تین چیز دل سے، ایک یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو جائے، دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو، اس کے قصاص میں مارا جائے، تیسرے یہ کہ اپنا دین حق چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس وقت باغیوں کے زنگہ میں محصور تھے، اور یہ لوگ ان کو

قتل کرنا چاہتے تھے اس وقت بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ حدیث سنا کر کہا کہ بھگدہ اللہ میں ان تینوں چیزوں سے..... بڑی ہوں، میں نے زمانہ اسلام میں تو کیا زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی بدکاری نہیں کی، اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا، اور نہ کبھی میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں اپنے دین اسلام کو چھوڑ دوں، پھر تم مجھے کس بنا پر قتل کرتے ہو؟ اور بے وجہ قتل کرنا جیسے مسلمان کا حرام ہے اسی طرح اس غیر مسلم کا قتل بھی ایسا ہی حرام ہے جو کسی اسلامی ملک میں ملک کے قانون کا پابند ہو کر رہتا ہے، یا جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو کسی ذمی غیر مسلم کو قتل کر دے اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا، اور جو شخص اللہ کے عہد کو توڑ دے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔

اس ایک آیت میں دس میں سے پانچ حرام و ناجائز چیزوں کا بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ذلکم وضحکم بہ لعلکم تعقلون، ”یعنی ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید کر دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔“

### چھٹا شیطانی عمل یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا

دوسری آیت میں چھٹا حکم یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی حرمت کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ  
اشدہ

”یعنی یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے۔“

اس میں یتیم نابالغ بچوں کے ولی اور پالنے والے کو خطاب ہے، کہ وہ ان کے

مال کو ایک آگ سمجھیں اور ناجائز طور پر اس کے کھانے اور لینے کے پاس بھی نہ جائیں، جیسا کہ دوسری ایک آیت میں انہی الفاظ کے ساتھ آیا ہے، کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

البتہ یتیم کے مال کی حفاظت کرنا اور کسی ایسی جائز تجارت یا کاروبار میں لگا کر بڑھانا جس میں نقصان کا خطرہ عاۓ نہ ہو، یہ طریقہ مستحسن اور ضروری ہے، یتیموں کے ولی کو ایسا کرنا چاہئے۔

اس کے بعد مال یتیم کی حفاظت کی ذمہ داری کی حد بتلا دی حتیٰ یبلغ اشدہ، یعنی یہاں تک کہ وہ اپنے سب بلوغ کو پہنچ جائے تو ولی کی ذمہ داری کتم ہوگئی، اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔

لفظ اشد کے اصلی معنی قوت کے ہیں، اس کی ابتداء جمہور علماء کے نزدیک بالغ ہو جانے سے ہو جاتی ہے، جس وقت بچہ میں آثار بلوغ پائے جائیں یا اس کی عمر پندرہ سال کی پوری ہو جائے، اس وقت اس کو شرعاً بالغ قرار دیا جائے گا۔

البتہ بالغ ہو جانے کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ اس میں اپنے مال کی حفاظت اور صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے یا نہیں، اگر صلاحیت دیکھی جائے تو بالغ ہوتے ہی اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے، اور اگر یہ صلاحیت ابھی اس میں موجود نہیں تو پچیس سال کی عمر تک مال کی حفاظت ولی کے ذمہ ہے، اس درمیان میں جس وقت بھی اس کو مال کی حفاظت اور کاروبار کی لیاقت پیدا ہو جائے تو مال اس کو دیا جاسکتا ہے، اور اگر پچیس سال تک بھی اس میں یہ صلاحیت پیدا نہ ہو تو پھر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مال بہر حال اس کو دے دیا جائے، بشرطیکہ اس کی یہ عدم صلاحیت دیوانگی اور جنون کی حد تک نہ پہنچی ہو، اور بعض ائمہ کے نزدیک اس وقت بھی مال اس کو سپرد نہ کیا جائے، بلکہ قاضی شرعی اس کے مال کی حفاظت کسی ذمہ دار آدمی کے سپرد کر دے۔

یہ مضمون قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے ماخوذ ہے، جس میں فرمایا ہے:

فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم،

یعنی یتیم بچوں میں بالغ ہونے کے بعد اگر تم یہ صلاحیت دیکھو کہ وہ اپنے مال کی خود حفاظت کر سکتے ہیں اور کسی کاروبار میں لگا سکتے ہیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔

اس آیت نے بتلایا کہ صرف بالغ ہونا مال سپرد کرنے کے لئے کافی نہیں، بلکہ مال کی حفاظت اور کاروبار کی قابلیت شرط ہے۔

### ساتواں شیطانی عمل ناپ تول میں کمی!

ساتواں حکم اس آیت میں ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا ہے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا دوسرے فریق کے حق میں کوئی کمی نہ کرے اور لینے والا اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔ (روح المعانی)

چیزوں کے لین دین میں ناپ تولی میں کمی زیادتی کو قرآن نے شدید حرام قرار دیا ہے، اور اس کے خلاف کرنے والوں کے لئے سورہ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔

مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو تجارت میں ناپ تول کا کام کرتے ہیں خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ ناپ اور تول یہ وہ کام ہیں جن میں بے انصافی کرنے کی وجہ سے تم سے پہلے کئی امتیں عذاب الہی کے ذریعے تباہ ہو چکی ہیں (تم اس میں پوری احتیاط سے کام لو) (تفسیر ابن کثیر)

### مقررہ ڈیوٹی میں کوتاہی کرنا

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ کسی کے ذمہ دوسرے کا جو حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے جیسا کہ موطا امام مالکؒ میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو نماز کے ارکان میں کمی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو نے تطفیف کر دی یعنی جو حق واجب تھا وہ ادا نہیں کیا، اس کو نقل کر کے امام مالکؒ فرماتے ہیں لکل شیء وفاء و تطفیف، یعنی حق کا پورا دینا اور کمی کرنا ہر چیز میں ہوتا ہے، صرف ناپ تول میں ہی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا، وقت چراتا ہے، یا کام میں کوتاہی کرتا ہے، وہ کوئی وزیر و امیر ہو یا معمولی ملازم، اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا یا علمی اور دینی خدمت، جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرے تو وہ بھی مطففین میں داخل ہے، اسی طرح مزدور جو اپنی مقررہ خدمت میں کوتاہی کرے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

اس کے بعد فرمایا لا تکلف نفسا الا وسعها، ”یعنی ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا حکم نہیں دیتے۔“ بعض روایات حدیث میں اس کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے حد اختیار تک ناپ تول کا پورا پورا حق ادا کرے تو اگر اس کے باوجود غیر اختیاری طور پر کوئی معمولی کمی بیشی ہو جائے تو وہ معاف ہے، کیونکہ وہ اس کی قدرت و اختیار سے خارج ہے۔

اور تفسیر مظہری میں ہے کہ اس جملہ کا اضافہ کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ ادائے حق کے وقت احتیاط اس میں ہے کہ کچھ زیادہ دے دیا جائے، تاکہ کمی کا شبہ نہ رہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے ہی موقع پر وزن کرنے والے کو حکم دیا کہ زن و ارجع۔ ”یعنی تولو اور جھکتا ہوا تولو“ (احمد ابوداؤد، ترمذی، بروایت سوید بن قیس) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہی تھی کہ جس کسی کا کوئی حق آپ کے ذمہ ہوتا، تو اس کے ادا کرنے کے وقت..... اس کے حق سے زائد ادا فرمانے کو پسند فرماتے تھے، اور بخاری کی ایک حدیث میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو بیچنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ دے اور خریدنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ نہ لے، بلکہ کچھ معمولی کمی بھی ہو تو راضی ہو جائے۔“

مگر یہ حکم اخلاقی ہے کہ دینے میں زیادہ دے اور لینے میں کم بھی ہو تو جھگڑانہ کرے، قانونی چیز نہیں کہ آدمی ایسا کرنے پر مجبور ہو، اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قرآن میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ چیز کا حکم نہیں دیتے، یعنی

دوسرے کو اس کے حق سے زیادہ ادا کرنا اور اپنے حق میں کمی پر راضی ہو جانا کوئی جبری حکم نہیں، کیونکہ عام لوگوں کو ایسا کرنا آسان نہیں۔

## آٹھواں شیطانی عمل ظلم ہے

ارشاد فرمایا و اذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى، ”یعنی جب تم بات کہو تو حق کی کہو، اگرچہ وہ اپنا رشتہ دار ہی ہو۔“ اس جگہ کسی خاص بات کا ذکر نہیں، اسی لئے جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہر قسم کی بات کو شامل ہے، خواہ وہ بات کسی معاملہ کی گواہی ہو یا حاکم کی طرف سے فیصلہ یا آپس میں مختلف قسم کی گفتگو ان سب میں ارشاد قرآنی یہ ہے کہ ہر جگہ ہر حال بات کرتے ہوئے حق و انصاف کا خیال رہنا چاہئے، کسی مقدمہ کی گواہی یا فیصلہ میں حق و انصاف قائم رکھنے کے معنی ظاہر ہیں، کہ گواہ کو جو بات یقینی طور پر معلوم ہے وہ اپنی طرف سے کسی لفظ کی کمی بیشی کئے بغیر جتنا معلوم ہے صاف صاف کہہ دے، اپنی انکل اور گمان کو دخل نہ دے، اور اس کی فکر نہ کرے کہ اس سے کس کو فائدہ پہنچے گا، اور کس کو نقصان، اسی طرح کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنا ہے تو گواہوں کو شرعی اصول پر جانچنے کے بعد جو کچھ ان کی شہادت سے نیز دوسری قسم کے قرائن سے ثابت ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے، گواہی اور فیصلہ دونوں میں نہ کسی کی دوستی اور محبت حق بات کہنے سے مانع ہو، اور نہ کسی کی دشمنی اور مخالفت، اسی لئے اس جگہ یہ جملہ بڑھایا گیا ولو كان ذا قربى، ”یعنی اگرچہ وہ آدمی جس کے مقدمہ کی شہادت دینا یا فیصلہ کرنا ہے وہ تمہارا رشتہ دار ہی ہو تب بھی حق و انصاف کو نہ گواہی میں ہاتھ سے جانے دو اور نہ فیصلہ میں۔“

مقصود اس آیت میں جھوٹی گواہی اور حق کے خلاف فیصلہ سے روکنا ہے، جھوٹی گواہی کے متعلق ابوداؤد اور ابن ماجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ:

”جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے، تین مرتبہ فرمایا، اور پھر یہ آیت تلاوت

فرمائی: فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء

لله غیر مشرکین بہ یعنی بت پرستی کے گندہ عقیدہ سے بچو اور جھوٹ

بولنے سے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے ہوئے۔“

اسی طرح حق کے خلاف فیصلہ کرنے کے بارے میں ابو داؤد نے بروایت حضرت بریدہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

”قاضی (یعنی مقدمات کا فیصلہ کرنے والے) تین قسم کے ہیں، ان میں سے ایک جنت میں جائے گا، اور دو جہنم میں، جس نے معاملہ کی تحقیق شریعت کے موافق کر کے حق کو پہچانا پھر حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنتی ہے اور جس نے تحقیق کر کے حق بات کو جان تو لیا، مگر جان بوجھ کر فیصلہ اس کے خلاف کیا وہ دوزخی ہے، اور اسی طرح وہ قاضی جس کو علم نہ ہو یا تحقیق اور غور فکر میں کمی کی اور جہالت سے کوئی فیصلہ دے دیا وہ بھی جہنم میں جائے گا“

قرآن مجید کی دوسری آیات میں اسی مضمون کو اور بھی زیادہ وضاحت اور تاکید سے بیان فرمایا گیا ہے کہ شہادت یا فیصلہ میں کسی کی دوستی، قرابت اور تعلق کا یاد دہانی اور مخالفت کا کوئی اثر نہ ہونا چاہئے، جیسے کہ ایک جگہ ارشاد ہے: **وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ**، ”یعنی حق بات اگرچہ خود تمہارے خلاف ہو یا والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف ہو اس کے کہنے میں رکاوٹ نہ ہونی چاہئے“

اسی طرح ایک دوسری آیت میں حکم ہے: **وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا**، ”یعنی کسی قوم کی دشمنی تمہیں انصاف کے خلاف گواہی دینے یا فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ کر دے“ اور گواہی اور فیصلہ کے علاوہ آپس کی گفتگوؤں میں حق و انصاف قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جھوٹ نہ بولے، کسی کی غیبت نہ کرے، ایسی بات نہ بولے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے، یا کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچے۔

### نواں شیطانی عمل عہد شکنی

نواح حکم اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے اور عہد شکنی سے بچنے کا ہے، ارشاد فرمایا: **وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا**، ”یعنی اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔“ اللہ کے عہد سے

مراد وہ عہد بھی ہو سکتا ہے جو ازل میں ہر انسان سے لیا گیا جس میں سب انسانوں سے کہا گیا تھا الست ہر بکم، ”کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟“ سب نے جواب دیا بلی، ”یعنی بلاشبہ آپ ہمارے پروردگار ہیں۔“ اس عہد کا مقصد یہی ہے کہ پروردگار کے کسی حکم کی سرتابی نہ کریں، جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو سارے کاموں سے مقدم اور اہم جانیں، اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں، اور ان کے شبہات سے بھی بچتے رہیں، خلاصہ اس عہد کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کریں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خاص خاص عہد جن کا ذکر قرآن کے مختلف مواقع میں فرمایا گیا ہے..... مراد ہوں، اور انہی میں سے یہ تین آیتیں بھی ہیں جن کی تفسیر آپ دیکھ رہے ہیں (جن میں دس احکام تاکید کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں)۔

علماء نے فرمایا کہ اس عہد میں نذر اور منت کا پورا کرنا بھی داخل ہے جو ایک انسان اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا، (قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں اس کو صراحتاً بھی ذکر فرمایا ہے یؤفون بالندر، ”یعنی اللہ کے نیک بندے اپنی ممتوں کو پورا کیا کرتے ہیں۔“

(خلاصہ یہ ہے کہ یہ نواں حکم شمار میں تو نواں حکم ہے، مگر حقیقت کے اعتبار سے تمام احکام شرعیہ واجبات اور ممنوعات سب پر حاوی ہے)۔



## بدعت اور اس کی خرابیاں

### بدعت کی تعریف

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاح شرع میں ہر ایسے نوا ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً، بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوئی کی کتاب ”الطریقۃ الحمدیہ“ اور علامہ شاطبی کی کتاب الاعتصام سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لئے جو نئے نئے آلات اور طریقے روزمرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ وہ بطور عبادت اور بہ نیت ثواب نہیں کیے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحۃً یا اشارۃً وہ بھی بدعت نہیں ہو سکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پیدا ہو گئی، وہ بھی بدعت میں داخل نہیں، جیسے مروجہ مدارس اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر و اشاعت کے ادارے اور قرآن و

حدیث کے لئے صرف دُخو اور ادبِ عربی اور فصاحت و بلاغت کے فتون یا مخالفِ اسلام فرقوں کا رد کرنے کیلئے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لئے جدید اسلحہ اور جدید طریقہ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب داعی اور ضرورت اس عہد مبارک میں موجود نہ تھی۔ بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علماء امت نے اس کو پورا کرنے کے لئے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کر لیں۔

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں گویا یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہے۔ اور احداث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے احداث للدین کی نہیں یعنی کسی مخصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لیے بضرورت زمان و مکان کوئی نئی صورت اختیار کر لینا ممنوع نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہد رسالت میں اور زمان مابعد میں یکساں ہے، ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں۔ اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ از روئے قرآن و حدیث ممنوع و ناجائز ہوگا۔

مثلاً درود و سلام کے وقت کھڑے ہو کر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لئے مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعائے مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لئے تیجہ، چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب و شعبان وغیرہ کی تبرک راتوں میں خود ایجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لئے چراغاں وغیرہ اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض و واجب کی طرح سمجھنا ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ درود و سلام، صدقہ خیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز و عبادت، نمازوں کے بعد دعا، یہ سب چیزیں عبادات ہیں، ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہدِ صحابہ کرامؓ میں بھی تھی۔ ان کے ذریعہ ثوابِ آخرت اور رضائے الہی حاصل کرنے کا ذوق و شوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو ان سب سے زائد تھا۔ کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرامؓ سے زائد ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الہی حاصل ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كل عبادة لم يتبعها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تعبدوها فان الاول لم يدع للاخرة مقالا فاتقوا الله يا معشر المسلمين وخذوا بطريق من كان قبلكم.

یعنی جو عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں، اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

(اعصاب للشاطی ص ۳۱۰)

### بدعت کے ناجائز اور ممنوع ہونے کی وجوہات

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب یہ سب کام عہد رسالت میں بھی عبادت کی حیثیت سے جاری تھے تو ان کے ایسے طریقے اختیار کرنا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیے ان کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے، کیا یہ مقصد ہے کہ ان عبادت کے یہ نئے طریقے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو معلوم نہ تھے؟ آج ان دعوے داروں پر انکشاف ہوا ہے اس لیے انہوں نے اختیار نہیں کیے یہ کر رہے ہیں۔

## دین میں کوئی بدعت نکالنا رسول اللہ ﷺ پر خیانت کی تہمت لگانا ہے

اور اگر کہا جائے کہ ان کو معلوم تھے مگر لوگوں کو نہیں بتلایا تو کیا یہ معاذ اللہ ان حضرات پر دین میں بخل و خیانت اور تبلیغ رسالت کے فرائض میں کوتاہی کا الزام نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ رسالت میں خیانت کی کہ پوری بات نہیں بتلائی۔

## بدعت نکالنا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ دین عہد رسالت میں مکمل نہیں ہوا تھا

ایک طرف تو قرآن کا یہ اعلان الیوم اکملت لکم دینکم یعنی میں نے آج تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا، دوسری طرف عبادات کے نئے نئے طریقے نکال کر عملاً یہ دعویٰ کہ شریعت اسلام کی تکمیل آج ہو رہی ہے، کیا کوئی مسلمان جان بوجھ کر اس کو قبول کر سکتا ہے؟

اس لیے یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دلکش اور بہتر نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں اسی کو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ ما لم یکن یومئذ ینتلا یوم الیوم دینا یعنی جو کام اس زمانہ میں دین نہیں تھا، وہ آج بھی دین نہیں کہا جاسکتا۔ انہوں نے ان طریقوں کو معاذ اللہ نہ تو ناواقفیت کی بنا پر چھوڑا تھا نہ سستی یا غفلت کی بنا پر بلکہ ان کو غلط اور مضر سمجھ کر چھوڑا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو ثانی فاروق اعظمؓ سمجھے جاتے تھے انہوں نے یہی مضمون اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

آج اگر کوئی شخص نماز تین کے بجائے چار رکعت اور صبح کی دو کے بجائے تین یا چار پڑھنے لگے یا روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء کے بعد تک رکھے تو ہر سمجھ دار مسلمان اس کو بُرا اور غلط اور ناجائز کہے گا۔ حالانکہ اس غریب نے بظاہر کوئی گناہ کا کام نہیں کیا کچھ تسبیحات زیادہ پڑھیں کچھ اللہ کا نام زیادہ لیا، پھر اس کو باتفاق بُرا اور ناجائز سمجھنا کیا

صرف اسی لیے نہیں کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے اور سکھلائے ہوئے طریقہ عبادت پر زیادتی کر کے عبادت کی صورت بدل ڈالی اور ایک طرح سے اس کا دعویٰ کیا کہ شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل نہیں کیا تھا، اس نے کیا ہے۔ یا معاذ اللہ آپ نے ادائے امانت میں کوتاہی اور خیانت برتی ہے کہ یہ نئے اور مفید طریقہ عبادت لوگوں کو نہیں بتلائے۔

اب غور کیجئے کہ نماز کی رکعات تین کے بجائے چار پڑھنے میں اور نمازوں دعاؤں، درود و سلام کے ساتھ ایسی شرطیں اور طریقے اضافہ کرنے میں کیا فرق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادات شرعیہ میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعت محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے۔ اس لئے اس کو شدت کے ساتھ روکا گیا ہے۔

### بدعت تحریف دین کا راستہ ہے

بدعت کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر عبادات میں اپنی طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو دین کی تحریف ہو جائے گی، کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی پتہ نہ لگے گا کہ اصل عبادت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی کیا اور کیسی تھی۔ پچھلی امتوں میں تحریف دین کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی کتاب اور اپنے پیغمبر کی بتلائی ہوئی عبادات میں اپنی طرف سے عبادات کے نئے نئے طریقے نکال لیے اور ان کی رسم چل پڑی کچھ عرصہ کے بعد اصل دین اور نو ایجاد چیزوں میں کوئی امتیاز نہ رہا۔

### شریعت اسلام میں نفل کو فرض سے جدا کرنے کا حکم

شریعت اسلام نے چونکہ ہر فتنہ کے دروازہ کو بند اور فساد دین کے راستہ کو روکا ہے، اسی لئے اس کا بھی خاص اہتمام فرمایا کہ فرائض اور نوافل میں پورا امتیاز رہے، حقیقت کے اعتبار سے بھی اور صورت کے اعتبار سے بھی۔ نمازوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام کا تو یہ معمول رہا کہ مسجد میں صرف فرض نماز جماعت سے ادا فرماتے۔ باقی نوافل اور سنتیں بھی گھر میں جا کر پڑھتے تھے اور جن نمازوں کے بعد سنت یا نفل نہیں ہے۔ ان میں اگر نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا اور کوئی وظیفہ پڑھنا ہے تو بصورت نماز قبلہ رخ نہیں بیٹھتے بلکہ دہنی یا بائیں جانب پھر کر بیٹھتے ہیں تاکہ دور ہی سے ہر شخص یہ سمجھ لے کہ نماز فرض ختم ہو چکی ہے۔ اب امام جو کچھ پڑھ رہا ہے، وہ اختیاری چیز ہے۔ اصل سنت تو یہی ہے کہ نوافل اور نفل عبادات سب تنہائی میں اپنے گھروں میں ادا کی جائیں اور اگر مسجد میں ہی سنتیں پڑھنا ہو تو بھی مسنون طریقہ یہ ہے کہ جماعت فرض کی ہیئت کو ختم کر دیا جائے، صفیں توڑ دی جائیں لوگ آگے پیچھے ہو کر سنتیں پڑھیں۔

اسی طرح روزہ شرعاً صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے لیکن چونکہ رات کو سب لوگ عادتاً سوتے ہیں اور سونے کی حالت میں بھی کھانے پینے سے آدمی ایسا ہی رُکا رہتا ہے جیسا روزہ میں، اس لیے سحری کھانا مسنون قرار دیا گیا تاکہ سونے کے وقت جو صورت روزہ کی ہو گئی تھی۔ اس سے امتیاز ہو جائے اور روزہ ٹھیک صبح صادق کے بعد سے شروع ہو اسی لیے سحری کھانا بالکل آخر وقت میں مستحب ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کا یقین ہو جاتے ہی روزہ فوراً افطار کرنا چاہئے دیر کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ کی عبادت کے ساتھ زائد وقت کا روزہ میں اضافہ نہ ہو جائے۔

آج بھی یہ سب چیزیں بحمد اللہ مسلمانوں میں جاری ہیں مگر جہالت و ناواقفیت سے ان چیزوں کی حقیقت سے بے خبری ہے۔ صبح اور عصر کی نماز کے بعد عام طور پر آئمہ مساجد قبلہ کی جانب سے مڑ کر تو بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن اس پر نظر نہیں کہ یہ مڑنا اس غرض سے تھا کہ عملاً اس کا اعلان کر دیں کہ اب فرض ختم ہو چکے، ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے کرے جہاں چاہے جائے مگر یہاں پوری جماعت کو اس کو پابند کیا ہوا ہے کہ جب تک تین مرتبہ دُعا جماعت کے ساتھ نہ کر لیں اس وقت تک سب منتظر رہیں پھر ان دعاؤں میں بھی خاص خاص چیزوں کی ایسی پابندی ہے جیسے کوئی فرض ہو جب تک وہ خاص دعائیں نہ پڑھی جائیں عوام یوں سمجھتے ہیں کہ نماز کا کوئی جزوہ گیا ہے۔

یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور شریعت اسلام کی احتیاط کی صریح مخالفت ہے کہ دعاؤں اور وظیفوں کو نماز فرض کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ دیکھنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ وظیفے اور دعائیں بھی گویا نماز کا جز ہیں۔ جو امام یہ دعائیں اور وظائف سب مقتدیوں کو ساتھ لے کر نہ پڑھے اس کی نماز کو مکمل نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔

### بدعتِ حسنہ اور سیئہ

صحیح حدیث میں ہے کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار، یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاح شرع میں ہر بدعت سیئہ اور گمراہی ہے کسی بدعت اصطلاحی کو بدعتِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعت حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ تھی۔ بعد میں کسی ضرورت کی بناء پر ان کو اختیار کیا گیا جیسے آج کل کے مدارس اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم و فنون، کہ اصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ نے خود فرمایا انما بعثت معلما یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورت زمانہ ضروری ہو گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ آج ضرورت پیش آئی تو احیاء سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا، جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جا چکی ہے، اس کی رو سے گویا ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعت حسنہ ہی کہا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی ایک جا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا: نعمت البدعة هذه یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی اس

لیے حقیقت اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا۔ اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا، اسی کو ”اچھی بدعت“ فرمایا۔ بدعت حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا:

من ابتدع بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمداً صلى  
الله عليه وسلم خان الرسالة لان الله تعالى يقول اليوم  
اكملت لكم دينكم فما لم يكن يومئذ ديناً ويكون اليوم  
ديناً.  
(اعتصام ص ۲۸ ج ۱)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعت حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لئے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے، بلکہ جو چیز اصطلاح شرع میں بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں۔ بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں بعض مکروہ تحریمی بعض تنزیہی۔

قرآن و حدیث اور آثار صحابہؓ و تابعین و ائمہ دینؒ میں بدعات و محدثات کی خرابی اور ان سے اجتناب کی تاکید پر بے شمار قرآنی آیات و روایات ہیں، ان میں سے بعض اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

### بدعت کی مذمت قرآن و حدیث میں

علامہ شاطبیؒ نے کتاب الاعتصام میں آیات قرآنیہ کافی تعداد میں اس موضوع پر جمع فرمائی ہیں۔ ان میں سے دو آیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں:

۱. ولا تكونوا من المشركين. من الذين فرقوا دينهم



وكانوا شيعًا كلُّ حزبٍ بما لديهم فرحون.

”مت ہو مشرکین میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو اور

ہو گئے فرقے اور پارٹیاں ہر ایک پارٹی اپنے طرز پر خوش ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی

تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت کی پارٹیاں ہیں۔ (اعتصام ص ۶۵ ج ۱)

۲. قل هل أنبئكم بالآخسرین اعمالاً الذین ضلّ سعیرهم

فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسبون صنعا.

آپ فرمائیے کہ کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں سب

سے زیادہ خسارہ والے ہیں وہ لوگ جن کی سعی و عمل دنیا کی زندگی میں

ضائع اور بیکار ہو گئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سفیان ثوری وغیرہ نے افسرین اعمال کی تفسیر اہل

بدعت سے کی ہے اور بلاشبہ اس آیت میں اہل بدعت کی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے

کہ وہ اپنے خود تراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں کہ ہم ذخیرہ آخرت حاصل کر رہے

ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کے اعمال کا نہ کوئی

وزن ہے نہ ثواب بلکہ الٹا گناہ ہے۔

روایات حدیث، بدعت کی خرابی اور اس سے روکنے کے بارے میں بے شمار

ہیں، ان میں سے بھی چند روایات لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ما لیس منه فہو ردّ. (اعتصام بحوالہ بخاری)

”جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز داخل کرے جو دین میں داخل

نہیں، وہ مردود ہے۔“

۲۔ اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد (صلى الله عليه وسلم) وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة، اخرجہ مسلم وفي رواية للنسائي كل محدثة بدعة وكل بدعة في النار. (اعتصام ص ۷۶ ج ۱)  
 ”حمد و صلوة کے بعد، سمجھو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ اور طرز عمل محمد (صلى الله عليه وسلم) کا طریقہ اور طرز عمل ہے اور بدترین چیز نو ایجاد بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور نسائی کی روایت میں ہے کہ ہر نو ایجاد عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت جہنم میں ہے۔“

حضرت قاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی یہی خطبہ دیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد یہ بھی فرماتے تھے:

انکم ستحدثون ويحدث لكم فكل محدثة ضلالة وكل ضلالة في النار. (اعتصام ج ۱ ص ۷۶)

”تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لیے نئی نئی صورتیں عبادت کی نکالیں گے، خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ عبادت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

۳۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من دعا الى الهدى كان له من الاجر مثل اجور من يتبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئاً ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثم من يتبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً.

”جو شخص لوگوں کو صحیح طریقہ ہدایت کی طرف بلائے تو ان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا جو اس کا اتباع کریں بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو اس پر ان سب لوگوں کا گناہ لکھا جائے گا جو اس کا اتباع کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ جائے۔“

بدعات کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والے دوران کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے اس کے انجامِ بد پر غور کریں کہ اس کا وبال تنہا اپنے عمل ہی کا نہیں بلکہ جتنے مسلمان اس سے متاثر ہوں گے ان سب کا وبال بھی ان پر ہے۔

۴۔ ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہؓ سے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں خطبہ دیا، جس میں نہایت مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں بہنے لگیں اور دل ڈر گئے۔ بعض حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج کا وعظ تو ایسا ہے جیسے رخصتی وصیت ہوتی ہے، تو آپ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی بسر کریں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة لولاية الامر وان كان عبدا حبشيا فان من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بعدة وكل بدعة ضلالة.

(اعتصام)

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور احکام اسلام کی اطاعت کرنے کی اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ بڑا اختلاف دیکھیں گے۔ اس لئے اس لیے تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین مہدیین کی

سنت کو اختیار کرو اور اس کو مضبوط پکڑو اور دین میں نوا ایجاد طریقوں سے بچو کیونکہ ہر نوا ایجاد طرز عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۵۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

”جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی۔“ (اعتصام للعلما طیبی ص ۸۴ ج ۱)

۶۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”اگر تم چاہتے ہو کہ ہل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت میں جاؤ تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ پیدا نہ کرو۔ (اعتصام)

۷۔ آجری کی کتاب السنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حدث في امتي البدع، و شتم اصحابي، فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين. (اعتصام ج ۱ ص ۸۸)

”جب میری امت میں بدعتیں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کو تہمت لگایا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔“

عبداللہ بن حسن نے فرمایا کہ میں نے ولید بن مسلم سے دریافت کیا کہ حدیث میں اظہار علم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ”اظہار سنت“

۸۔ حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

”مسلمانوں کے لئے جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے ان میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو چیز وہ دیکھیں اس کو اس پر ترجیح دینے لگیں جو ان کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہے

- دوسرے یہ کہ وہ غیر شعوری طور پر گمراہ ہو جائیں۔“
- سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ صاحب بدعت ہیں۔
- اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:
- ”خدا کی قسم آئندہ زمانہ میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔“ (اعتصام: ص ۹۰ ج ۱)
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:
- ”اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادت میں مبالغہ اور تعمق نہ کرو۔ پرانے طریقوں کو لازم پکڑے رہو، اس چیز کو اختیار کرو جو از روئے سنت تم جانتے ہو اور جس کو اس طرح نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔“
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
- ”آئندہ لوگوں پر کوئی نیا سال نہ آئے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ نہ کر دیں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ اور سنتیں مردہ ہو جائیں گی۔“ (اعتصام ص ۹۵ ج ۱)
- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:
- ”بدعت والا آدمی جتنا زیادہ روزہ اور نماز میں مجاہدہ کرتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے، نیز یہ بھی فرمایا کہ صاحب بدعت کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دل کو بیمار کر دے گا۔“
- حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا:
- ”کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں اور کوئی عمل و قول بغیر نیت کے مستقیم نہیں اور کوئی قول اور عمل اور نیت اس وقت تک مستقیم نہیں جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔“
- ابو عمرو شیبانی فرماتے ہیں کہ:

”صاحب بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی، (کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا توبہ کس سے کرے)

۱۵۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہ کلام حضرت امام مالکؒ اور تمام علماء وقت کے نزدیک ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے:

سَنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَنَّا وَوَلَاةَ الْأَمْرِ  
مَنْ بَعْدَهُ سَنَّا الْأَخْذَ بِهَا تَصَدِيقٌ لِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتِكْمَالٌ  
لِطَاعَةِ اللَّهِ، وَقُوَّةٌ عَلَى دِينِ اللَّهِ لَيْسَ لِأَحَدٍ تَغْيِيرُهَا وَلَا  
تَبْدِيلُهَا وَلَا النَّظَرَ فِي شَيْءٍ خَالَفَهَا، مَنْ عَمِلَ بِهَا مَهْتَدٍ وَمَنْ  
انْتَصَرَ بِهَا مَنْصُورٍ وَمَنْ خَالَفَهَا اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ  
وَوَلَاةَ اللَّهِ مَا تُوْفِي وَأَصْلَاهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا.

”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں ان کو کرنا کتاب اللہ کی تصدیق اور اطاعت الہی کی تکمیل اور اللہ کے دین میں قوت حاصل کرنا ہے۔ کسی طرح نہ ان میں تغیر جائز ہے نہ بدلنا اور نہ اسکے خلاف کسی چیز پر نظر کرنا۔ جو ان پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا اور جو ان سنتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا چاہے گا۔ اسکی مدد ہوگی اور جو ان کے خلاف کرے گا اس نے مسلمانوں کے راستہ سے مخالف راستہ اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تجویز و اختیار پر چھوڑ دے گا۔ اور پھر جہنم میں جلانے کا اور جہنم بڑا ٹھکانہ ہے۔“

### صلوٰۃ و سلام کا مروجہ طریقہ

اسلام میں تمام عبادات نماز، روزہ، ذکر اللہ، تلاوت قرآن وغیرہ سب کے لیے کچھ آداب و شرائط اور حدود و قیود ہیں جن کی رعایت کے ساتھ یہ عبادات ادا کی جائیں تو بہت بڑا ثواب اور فلاح دنیا و آخرت ہے اور ان حدود و قیود سے ہٹ کر کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے تو ثواب کے بجائے عذاب اور گناہ ہے، نماز تمام عبادات میں افضل ہے۔

لیکن طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے، مقرر کردہ رکعات میں کوئی رکعت زائد کر دے تو حرام ہے، جماعت کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اس سے نماز کے ثواب میں ستائیس گنا اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن کوئی نفل نماز کی جماعت کرنے لگے تو ممنوع اور گناہ ہے، روزہ کتنی بڑی عظیم عبادت اور اس کا ثواب کتنا بڑا ہے۔ مگر عیدین اور ایامِ نحر میں روزہ رکھنا حرام ہے، قرآن مجید کی تلاوت بہترین عبادت ہے، لیکن رکوع و سجدہ کی حالت میں تلاوت ممنوع ہے اور ایسے مقامات پر جہاں لوگ سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں، بلند آواز سے تلاوت ناجائز ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام افضل عبادت و موجب برکات اور سعادت دنیا و آخرت ہے۔ مگر دوسری سب عبادت کی طرح اس کے بھی آداب و شرائط ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے سے ثواب کی بجائے گناہ لازم آتا ہے۔

(الف) جس ہیئت سے مساجد میں بطرز مذکورہ اجتماع اور التزام کے ساتھ درود و سلام کے نام پر ہنگامہ آرائی ہوتی ہے اس کو درود و سلام کی نمائش تو کہا جاسکتا ہے درود و سلام کہتا اس کو صحیح نہیں کیونکہ وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ مسجد پوری مسلمان قوم کی مشترک عبادت گاہ ہے، اس میں کسی فرد یا جماعت کو فرائض و واجبات کے علاوہ کسی ایسے عمل کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی جو دوسرے لوگوں کی انفرادی عبادت نماز، تسبیح، درود، تلاوت قرآن وغیرہ میں خلل انداز ہو۔ اگرچہ وہ عمل سب کے نزدیک بالکل جائز اور مستحسن ہی کیوں نہ ہو۔ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے مسجد میں بآواز بلند تلاوت قرآن یا ذکر جہری جس سے دوسرے لوگوں کی نماز یا تسبیح و تلاوت میں خلل آتا ہو، ناجائز ہے۔ (شامی خلاصۃ الفتاوی)

ظاہر ہے کہ جب قرآن اور ذکر اللہ کو بآواز بلند مسجد میں پڑھنے کی اجازت نہیں تو درود و سلام کے لئے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔

۲۔ کسی نماز کے بعد اجتماع و التزام کے ساتھ بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین سے اور نہ آئمہ مجتہدین اور علماء سلف میں کسی سے، اگر یہ عمل اللہ و رسول کے نزدیک محمود و مستحسن ہوتا تو صحابہ و تابعین اور

ائمہ دین اس کو پوری پابندی کے ساتھ کرتے۔ حالانکہ ان کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا منقول نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود و سلام کے لیے ایسے اجتماع اور التزام کو یہ حضرات بدعت و ناجائز سمجھتے تھے۔ جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح بخاری و مسلم میں بروایت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔

یعنی جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالی جو اسکے داخل نہ تھی تو وہ مردود ہے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت جابرؓ وارد ہے وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة یعنی بدترین عمل وہ نئی چیزیں ہیں جو خود ایجاد کی جائیں اور ہر نوا ایجاد عبادت گمراہی ہے، عبادت کے نام پر دین میں کسی نئی چیز کا اضافہ تعلیمات رسولؐ کو ناقص قرار دینے کا مرادف اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریف دین کا راستہ ہے اسی لیے حضرت صحابہؓ و تابعینؒ نے اس معاملہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کل عبادۃ لم یعبدها اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوھا (امے) وخذوا بطریق من کان قبلکم.....

یعنی جس طرز کی عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی تم بھی اس کو عبادت نہ سمجھو بلکہ اپنے اسلاف صحابہؓ کا طریق اختیار کرو۔

(کتاب الاعتصام للشاطبی ص ۳۱۱ ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم..... یعنی تم لوگ (صحابہ کرامؓ کے) آثار کا اتباع کرو اور نئی عبادتیں نہ گھرو کیونکہ تم سے پہلے عبادت کا تعین ہو چکا ہے۔

البحر الرائق میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنا کہ فلاں مسجد میں کچھ لوگ جمع ہوتے اور ذکر لا الہ الا اللہ اور درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔



حضرت ابن مسعودؓ یہ سن کر اس مسجد میں خود پہنچے اور ان لوگوں سے فرمایا:

ما عهدنا ذالك في عهدہ صلى الله عليه وسلم وما  
اراكم الا مبتدعين.....

یعنی ہم نے یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں پایا،  
میں تو تم کو اس عمل کی وجہ سے بدعتی سمجھتا ہوں۔“

تنبیہ:- یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب کلام انفرادی درود و سلام کے بارے میں  
نہیں کیونکہ انفرادی طور پر درود کی کثرت کے فضائل حدیث و قرآن میں مذکور اور صحابہؓ و  
تابعینؓ کا معمول ہے نہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر ہے نہ تعداد، جتنا کسی سے ہو سکے اختیار  
کرے اور سعادت دارین حاصل کرے۔ کلام صرف اس کی مراد اجتماعی صورت میں ہے۔  
اسلام میں نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں مگر اس کی بھی نفلوں کی جماعت کو  
باتفاق فقہاء و ائمہ مکروہ کہا گیا ہے تو کسی دوسری چیز کی جماعت بنا کر دوام و التزام سے کرنا  
کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ کرنے والوں کو اس پر ایسا اصرار ہو جیسے فرض و واجب  
پر بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یہاں تک کہ جو لوگ اس میں شریک نہ ہوں ان پر طعن و تشنیع کی  
جائے، جو کسی حال میں جائز نہیں۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ عمل بدعت بھی نہ ہوتا تب بھی زیادہ  
سے زیادہ ایک نفل عمل ہوتا۔ جس پر فرض و واجب کی طرح اصرار کرنے اور دوسروں کو مجبور  
کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

جس کام پر اللہ و رسولؐ نے کسی کو مجبور نہیں کیا کسی دوسرے کو اس پر مجبور کرنے کا  
کیا حق ہے اور نہ کرنے کی صورت میں اس پر طعن و تشنیع کرنا ایک مستقل گناہ کبیرہ ہے جس  
میں یہ حضرات ناواقفیت سے مبتلا ہوتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ خود ان کے نزدیک  
بھی یہ عمل زیادہ سے زیادہ مستحب اور نفل ہے ایک نفل کی خاطر کبیرہ گناہ میں مبتلا ہونا کون سی  
دانشمندی ہے۔

۳۔ خطاب کے الفاظ یا رسول یا نبی اگر اس عقیدہ سے ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر  
زمان و مکان میں موجود اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ کائنات کی ہر آواز کو سنتا اور حرکت کو

دیکھتا ہے۔ اسی طرح (معاذ اللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان خدائی صفات میں شریک ہیں تو کھٹلا ہوا شرک اور نصاریٰ کی طرح رسول کو خدائی کا درجہ دینا ہے۔ اگر یہ عقیدہ ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو گو بصورتِ معجزہ ایسا ہونا ممکن ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن یا حدیث سے اس کا ثبوت ہو۔ حالانکہ کسی آیت یا حدیث میں قطعاً اس کا کوئی ذکر نہیں اور بغیر ثبوت و دلیل کے اپنی طرف کوئی معجزہ گھڑ لینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار.....

یعنی جو شخص میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے، اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے

اور اگر اس طرح کوئی بھی غلط عقیدہ نہ ہو تب بھی موہم الفاظ ہیں، جن میں اس عقیدہ فاسد کو راہ ملتی ہے۔ اس لیے بھی ان سے اجتناب ضروری ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کو یا عبدی کہہ کر پکارنے سے اسی لیے منع فرمایا کہ یہ الفاظ خطاب کے ساتھ موہم شرک ہیں۔ البتہ روضہ اقدس کے سامنے الفاظ خطاب کے ساتھ سلام پڑھنا سنت سے ثابت اور مستحب ہے کیونکہ وہاں براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام سننا اور جواب دینا روایات حدیث سے ثابت ہے۔

الغرض روضہ اقدس کے علاوہ دوسرے مقامات میں اگر ان الفاظ خطاب کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان ہے اور دونوں میں سے کوئی غلط عقیدہ نہیں تو بھی موہم شرک ہونے کی وجہ سے ایسے الفاظ ممنوع ہیں، پھر اس ناجائز عمل پر اصرار کرنا دوسرا گناہ ہے اور فرض و واجب کی طرح اس کو ضروری سمجھنا تیسرا گناہ ہے اور اس میں شریک نہ ہونے والے بے گناہ مسلمانوں کو بھلا کہنا اور مطعون کرنا چوتھا گناہ ہے اور مساجد میں با آواز بلند کہہ کر دوسرے مشغول لوگوں کے مشغل میں خلل انداز ہونا پانچواں گناہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مايفعل عقب الصلاة مكروهة لان الجهال يعتقدونه  
سنة او واجبة.....

یعنی جو لوگ نماز کے بعد ذکر یا درود و سلام وغیرہ بآواز بلند کرتے ہیں یہ مکروہ ہے کیونکہ ناواقف لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھتے ہیں۔

افسوس ہے کہ بہت سے نیک دل مسلمان قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے سبب اس کام میں شریک ہوتے ہیں یہ جذبہ محبت و عظمت بلاشبہ قابل قدر و مبارکباد ہے مگر اس کا بے جا استعمال ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مغرب کی نماز تین کے بجائے چار رکعت پڑھے۔ اور اپنے دل میں یہ حساب لگائے کہ ایک رکعت زیادہ پڑھی ہے تو مجھے ثواب اوروں سے زیادہ ملے گا، حالانکہ وہ کم بخت اپنی تین رکعتوں کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجتماع اور التزام کے ساتھ کھڑے ہو کر بآواز بلند مسجدوں میں درود و سلام پڑھنے کا مروجہ طریقہ سراسر خلاف شرع اور باہم نزاع و جدال اور مسجدوں کو اختلافات کا مرکز بنانے کا سبب ہے۔ اس لیے متولیان مسجد اور ارباب حکومت پر لازم ہے کہ مسجدوں میں اس کی ہرگز اجازت نہ دیں، اگر کسی کو کرنا ہے تو اپنے گھر میں کرے۔ تاکہ کم از کم مسجدیں تو شور و شغب اور نزاع و جدال سے محفوظ رہیں۔

ب:- سوال الف کے جواب میں واضح ہو چکا ہے کہ اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا فیصلہ خود ایک حدیث میں اس طرح فرمایا ہے:

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا  
ابلفته.

یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو درود و سلام دور سے بھیجتا ہے وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھے

پہنچا دیا جاتا ہے۔“

ج:۔ جس طرح ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کھڑے ہو کر بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی ہر طرح جائز ہے اسی طرح درود شریف بھی ہر طرح جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری اور اس کے خلاف کو بے ادبی سمجھے تو یہ ایک غیر واجب کو اپنی طرف سے واجب قرار دینے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ خصوصاً جب کہ نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کو بیٹھ کر پڑھنے کی سنت جاری فرمائی ہے تو بیٹھ کر درود و سلام پڑھنے کو خلاف ادب کہنا اس حکم ربانی اور تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے، جیسے کوئی یہ کہے کہ قرآن کو صرف کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے بیٹھ کر پڑھنا بے ادبی ہے۔

د:۔ جواب الف میں واضح ہو چکا ہے کہ بطرز مذکور سلام پڑھنے کے لئے اجتماع والتزام تو بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جو مسجد میں بھی ناجائز ہے اور مسجد سے باہر بھی، فرق صرف یہ ہے کہ مسجد میں اگر کوئی بیٹھ کر مسنون درود و سلام کے الفاظ کو بھی با آواز بلند اس طرح پڑھے جس سے دوسرے حاضرین مسجد کے شغل میں خلل آتا ہو تو بھی ناجائز ہے اور مسجد سے باہر اس کی گنجائش ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

### ہمدردانہ مشورہ

ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ ان معاملات میں جتھہ بندی اور قدیم آباءی رسوم پر ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر سنجیدگی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنا چاہئے، اور یہ غور کرنا چاہئے کہ دنیا کے تمام معاملات میں ہمارے جھگڑے چلتے ہی رہتے ہیں کم از کم اللہ کے گھر اور عبادت نماز ہی کو ہر طرح کے جھگڑے فساد سے محفوظ رکھا جائے۔

بندہ محمد شفیع

عفا اللہ عنہ

## حیلہ اسقاط..... یا دور؟

میت کی فوت شدہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے واجبات و فرائض کی ادائیگی یا کفارہ کس طرح کیا جاسکتا ہے، جس سے وہ گناہ سے سبکدوش ہو جائے؟ اس کا بیان کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس کا خلاصہ فائدہ عوام کے لئے اس بحث کے آخر میں لکھ دیا جائے گا۔

لیکن آج کل بہت سے شہروں اور دیہات میں لوگوں نے ایک رسم نکالی ہے جس کو دور یا اسقاط کہتے ہیں اور جاہلوں کو بتلایا جاتا ہے کہ اس رسم کے ذریعہ تمام عمر کے نماز روزوں اور زکوٰۃ و حج اور تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی ہو جاتی ہے اور اس رسم کو ایسی سخت پابندی کے ساتھ کیا جاتا ہے جیسے تجہیز و تکفین کا کوئی اہم فرض ہو جو کوئی نہیں کرتا اس کو طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں۔

بلاشبہ فقہاء کے کلام میں دور و اسقاط کی صورتیں مذکور ہیں، لیکن وہ جن شرائط کے ساتھ مذکور ہیں، عوام نہ ان شرائط کو مانتے ہیں، نہ ان کی کوئی رعایت کی جاتی ہے، بلکہ فوت شدہ فرائض و واجبات سے متعلقہ تمام احکام شرعیہ کو نظر انداز کر کے اس رسم کو تمام فرائض و واجبات سے سبکدوشی کا ایک آسان نسخہ بنا لیا گیا ہے جو چند پیسوں میں حاصل ہو جاتا ہے، پھر کسی کو کیا ضرورت رہی کہ عمر بھر نماز روزہ کی محنت اٹھائے۔

اس مسئلہ کے متعلق کچھ عرصہ ہو ایک سوال آیا تھا، اس کا جواب کسی قدر مفصل ہو گیا، اس رسم میں ابتلاء عام کے پیش نظر اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

**استفتاء:** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں ایک حیلہ مروج ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جنازہ کے بعد کچھ لوگ دائرہ باندھتے ہیں اور میت کے وارث ایک قرآن شریف اور اس کے ساتھ کچھ نقد باندھتے ہیں اور دائرہ میں لاتے ہیں، امام مسجد جو دائرہ میں ہوتا ہے وہ لیتا ہے اور یہ الفاظ اس پر پڑھتا ہے:

کل حق من حقوق اللہ من الفرائض والواجبات

والكفارات والمنذورات بعضها ادیت وبعضها لم تؤد  
الان عاجز عن ادائها واعطيناه هذه المنحة الشريفة  
على هذه النقودات في حيلة الاسقاط رجاء من الله  
تعالى ان يغفر له.....

اور ایک دوسرے کی ملک ہوتا ہے، تین دفعہ اس کو پھیرا جاتا ہے، بعدہ نصف  
امام کو اور نصف غرباء کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

زید ایک امام مسجد ہے، اس نے اس مروجہ حیلہ کو چھوڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ اس  
مروجہ حیلہ کی دلیل و ثبوت اولہ شرعیہ سے کوئی نہیں، لہذا یہ بات بدعت ہے۔ زید کے ترک پر  
زید کو لوگ ملامت کرتے ہیں، اور زید باوجود حنفی المذہب ہونے کے اس کو وہابی کہتے ہیں،  
اور اس حیلہ کے جواز پر آباؤ اجداد کی دلیل لاتے ہیں۔ کیا زید حق پر ہے یا باطل پر؟ اس  
مروجہ حیلہ کے متعلق کیا حکم ہے، زید اس رواج اور اس التزام و اصرار کو ختم کرنے کا شرعاً حق  
دار اور مصیب ہو گا یا نہ، کیونکہ بعض صورتوں میں مشترک ترکہ میں سے روپیہ لایا جاتا ہے۔  
جس میں بعض وارث موجود نہیں ہوتے، نیز بعض دفعہ یتیم بچے رہ جاتے ہیں، کیا یہ مال حیلہ  
میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں اور دائرہ والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بیٹو ابالذائل الشریعہ

## الجواب:-

حیلہ اسقاط یا دور بعض فقہائے کرام نے ایسے شخص کے لئے تجویز فرمایا تھا جس  
کے کچھ نماز، روزہ وغیرہ اتفاقاً فوت ہو گئے، قضا کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت  
وصیت کی، لیکن اس کے مال میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز، روزہ وغیرہ کا  
فدیہ ادا کیا جاسکے، یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور  
تھوڑے سے پیسے لے کر یہ حیلہ حوالہ کر کے خدا و خلق کو فریب دیں۔ درمختار، شامی وغیرہ  
کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ساتھ ہی اس حیلہ کی شرائط میں اس کی تصریحات  
واضح طور پر فرمائی ہیں کہ جو رقم کسی کو صدقہ کے طور دی جائے اس کو اس رقم کا حقیقی طور پر

مالک و مختار بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرے، ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں دینے کا محض ایک کھیل کیا جائے، جیسا کہ عموماً آج کل اس حیلہ میں کیا جاتا ہے، کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہے ہیں وہ صحیح معنی میں اس کا مالک و مختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور و خیال ہو سکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے میں اس کا مالک و مختار ہوں۔

دو تین آدمی بیٹھتے ہیں اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری کا ایک ٹوٹکا سا کر کے اٹھ جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کر دیا، اور وہ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گیا، حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ کوئی ثواب پہنچا نہ اس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا، کرنے والے مفت میں گناہ گار ہوئے۔

رسائل ابن عابدین میں اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ منہ الجلیل کے نام سے شامل ہے اس میں تحریر فرمایا ہے:

ويجب الاحتراز من ان يدبرها اجنبى الا بوكالة كما  
ذکرنا وان يكون الوصى او الوارث كما علمت ،  
ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة  
للفقير الهزل او الحيلة بل يحب ان يدفعها عازماً على  
تمليكها منه حقيقة لا تحيلاً ملاحظاً ان الفقير اذا ابى عن  
هبتها الى الوصى كان له ذالك ولا يجبر على الهبة.

(منہ الجلیل فی اسقاط ما علی الترتیب من کثیر و قلیل) جز رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۲۲۵

الغرض اس حیلہ کی ابتدائی بنیاد ممکن ہے کچھ صحیح اور قواعد شرعیہ کے مطابق ہو لیکن جس طرح کارواج اور التزام آج کل چل گیا ہے وہ بلاشبہ ناجائز اور بہت سے مفاسد پر مشتمل قابل ترک ہے، چند مفاسد اجمالی طور پر لکھے جاتے ہیں۔

(۱) بہت مواقع میں اس کے لئے جو قرآن مجید اور نقد رکھا جاتا ہے وہ میت کے متروکہ مال میں سے ہوتا ہے اور اس کے حقدار وارث بعض موجود نہیں ہوتے یا نابالغ ہوتے

ہیں تو ان کے مشترک سرمایہ کو ان کی اجازت کے اس کام میں استعمال کرنا حرام ہے۔ حدیث میں ہے لایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منه اور نابالغ تو اگر اجازت بھی دے دے تو وہ شرعاً نامعتبر ہے اور ولی نابالغ کو ایسے تمہرات میں اسکی طرف سے اجازت دینے کا اختیار نہیں بلکہ ایسے کام میں اس مال کا خرچ کرنا حرام ہے۔ انہیں قرآن آیت کریمہ ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلماً انما یا کلون فی بطونہم نارا (ترجمہ) ”جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً خرچ کرتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں“ سے ثابت ہے کہ ایسے اموال کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۲) اگر بالفرض مال مشترک نہ ہو سب وارث بالغ ہوں، اور سب سے اجازت بھی لی جائے تو تجربہ شاہد ہے کہ ایسے حالات میں یہ معلوم کرنا آسان نہیں ہوتا کہ سب نے بطیب خاطر اجازت دی ہے یا برادری اور کنبہ کے طعنوں کے خوف سے اجازت دی ہے، اور اس قسم کی اجازت حسب تصریح حدیث مذکور کا ثبوت ہے۔

(۳) اور اگر بالفرض یہ سب باتیں بھی نہ ہوں سب بالغ و رثاء نے بالکل خوش دلی کے ساتھ اجازت دے دی ہو یا کسی ایک ہی شخص وارث یا غیر وارث نے اپنے ملک خاص سے اس کا انتظام کیا ہے تو مفاسد ذیل سے وہ بھی خالی نہیں مثلاً اس حیلہ کی فقہی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو اول یہ قرآن اور نقد دیا جاتا ہے، اس کی ملک کر دیا جائے اور پوری وضاحت سے اس کو بتلا دیا کہ تم مالک و مختار ہو جو چاہو کرو پھر وہ اپنی خوشی سے بلا کسی رکی دباؤ یا لحاظ و مروت کے میت کی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اس طرح دے دے اور مالک بنا دے اور پھر وہ شخص اسی طرح کسی تیسرے چوتھے کو دے دے لیکن مروجہ رسم میں اس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ اول تو جس کو دیا جاتا ہے، نہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ملک ہو گیا اور وہ اس میں مختار ہے نہ لینے والے کو اس کا کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس وقت پر نقد لے کر چل دے اور دوسرے کو نہ دے تو دینے والے حضرات ہرگز اس کو برداشت نہ کریں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں تملیک صحیح نہیں ہوتی اور بدون تملیک کے کوئی قضا یا کفارہ یا فدیہ معاف نہیں ہوتا، اسی لیے یہ حرکت بے کار جاتی ہے۔



(۴) مذکورہ صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو مالک بنایا جائے وہ مصرفِ صدقہ ہو، صاحبِ نصاب نہ ہو مگر عام طور پر اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ عموماً ائمہ مساجد جو صاحبِ نصاب ہوتے ہیں انہی کے ذریعے یہ کام کیا جاتا ہے۔ اس لیے بھی یہ سارا کاروبار لغو و غلط ہو جاتا ہے۔ میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

(۵) اور اگر بالفرض مصرفِ صدقہ بھی صحیح انتخاب کر لیا جائے اور ان کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ قبضہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مالک و مختار سمجھے پھر میت کی خیر خواہی کے پیش نظر وہ دوسرے کو اور اسی طرح دوسرا تیسرے چوتھے کو دیتا چلا جائے تو آخر میں جس شخص کے پاس پہنچتا ہے۔ وہ اس کا مالک و مختار ہے، اس سے واپس لے کر آدھا امام کو اور آدھا دوسرے فقراء کو تقسیم کرنا ملکِ غیر میں بلا اس کی اجازت کے تصرف کرنا ہے جو ظلم اور حرام ہے، حسب تصریح حدیث مذکور۔

(۶) اور بالفرض یہ آخری شخص اس کی تقسیم اور حصے بخرے لگانے پر آمادہ بھی ہو جائے، اور فرض کرو کہ اس پر دباؤ سے نہیں دل سے ہی راضی ہو جائے تو پھر بھی اس طرح کے حیلہ کا ہر میت کے لیے التزام کرنا اور جیسے تجھیز و تکلف جیسے واجبات شرعیہ ہیں، اسی درجہ میں اس کو اعتقاداً ضروری سمجھنا یا عملاً ضروری کے درجہ میں التزام کرنا یہی احداث فی الدین ہے، جس کو اصطلاحِ شریعت میں بدعت کہتے ہیں اور جو اپنی معنوی حیثیت سے شریعت میں ترمیم و اضافہ ہے۔ نعوذ باللہ

نیز اس حیلہ کے التزام سے عوام الناس اور جہلاء کی یہ جرأت بھی بڑھ سکتی ہے کہ تمام عمر بھی نہ نماز پڑھیں نہ روزہ رکھیں نہ حج کریں نہ زکوٰۃ دیں، مرنے کے بعد چند پیسوں کے خرچ سے یہ سارے مفاد حاصل ہو جائیں گے جو سارے دین کی بنیاد منہدم کر دینے کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دین کے صحیح راستہ پر چلنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ الصدر اجمالی مفاسد کو دیکھ کر بھی یہ فیصلہ کر لیتا کسی مسلمان کے لئے دشوار نہیں کہ یہ حیلے حوالے اور اس کی مروجہ رسوم سب ناواقفیت پر مبنی ہیں۔ میت کو اس سے کوئی

فائدہ نہیں اور کرنے والے بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم  
 بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ  
 ۷ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

.....☆.....

### مسائلِ فدیہ نماز و روزہ وغیرہ

مسئلہ:- جس شخص نے نماز روزہ یا حج زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہوگا۔ ایک تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت و رضا مندی پر موقوف ہے۔ اگر وہ سب یا ان میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترکہ ترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جاسکتی اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں۔ (اس کے حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑنا چاہئے) ہدایہ عالمگیری، شامی وغیرہ

مسئلہ:- جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہو سکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں۔ اس میں کوتاہی نہیں کریں میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کی نماز روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کر کے مال کو خود تقسیم کر لیں تو گناہ ان کے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ:- وصیت کرنے کی صورت میں واجبات و فرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی۔  
 (۱) ہر روز کی نمازیں و ترسمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی، یعنی ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔

(۲) ہر روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔

(۳) ہر روزہ کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

(۴) زکوٰۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے، اس کا حساب کر کے دینا ہوگی۔

- (۵) حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کوچ بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور اس کا پورا کرایہ وغیرہ تمام مصارف ضرور یہ ادا کرنے ہوں گے۔
- (۶) کسی انسان کا قرض ہے تو اس کا حق کے مطابق کرنا ہوگا۔
- (۷) جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔
- (۸) قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس سال میں ایک بکرے یا اس حصہ گائے کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کیا جائے (مثنیٰ الجلیل)
- (۹) سجدہ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے۔
- (۱۰) اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا۔

یہ سب احکام اس صورت کے ہیں کہ مرنے والے نے وصیت کر دی ہو اور بقدر وصیت مال چھوڑا ہو، اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا ادائے وصیت کے مطابق کافی ترک نہیں ہے، تو وارثوں پر اس کے فرائض و واجبات کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہے۔

بندہ (مفتی) محمد شفیع عفا اللہ عنہ

محرم الحرام (کراچی)

## عرس وغیرہ کے بارے میں

آج کل ہمارے دیار میں جس کو لوگ عرس کہتے ہیں یعنی کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر سالانہ ان کی قبر پر اجتماع اور میلہ قائم کرنا، یہ فعل بھی بدعت مستحذہ ہے اور یہ نام بھی اس کے لئے مستحذہ ہے۔ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں کیا قرون مابعد میں بھی

یعنی جس سال کی قربانی رہ گئی ہو اس سال ایک بکرے یا گائے کے ایک حصہ کی جو قیمت تھی وہ صدقہ کی جائے۔ واللہ اعلم

(مفتی) محمد رفیع عثمانی

صدیوں تک اس کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بہت آ خر زمانہ میں ایجاد ہوا ہے مشہور یہ ہے کہ جس طرح اور تمام بدعات کی اصل ابتداء بُری نہ تھی، بعد میں لوگوں کی تعدوی نے اس کو گناہ اور بدعت بنا دیا اسی طرح اس میں بھی ابتدائی واقعہ یہ ہوا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سالانہ غیر معین تاریخوں میں پیران کلیہ حضرت مخدوم صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے، اس کی خبر سن کر آپ کے مرید بھی آنے لگے، پھر لوگوں نے اس خیال سے کہ حضرت شیخ کے ساتھ حاضرین کے شائقین کو دشواری ہوتی ہے کوئی دن معین کر دیا یہاں تک بھی منکرات کا ہجوم نہ تھا۔ پھر بعد میں جہلاء و مبتدعین نے اس کو اس حد تک طول دے دیا کہ سینکڑوں محرمات اور افعال شرک و کفر کا تماشہ گاہ ہو گیا اور پھر یہ رسم سب جگہ چل پڑی، اب مسئلہ عرس میں دو حیثیت قابل بیان ہیں۔ اول نفس عرس خالی از دیگر منکرات دوسرے مع بدعات و منکرات مروجہ۔

جواب یہ ہے کہ اتفاقی طور پر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر بلا تعین تاریخ و بلا اہتمام خاص کے اگر ہمیشہ سالانہ بھی جایا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحب بلکہ سنت ہے بشرطیکہ منکرات مروجہ وہاں نہ ہوں۔

لیکن کسی معین تاریخ کو ضروری سمجھنا یا ایسا عمل کرنا جس سے دیکھنے والوں کو ضروری معلوم ہو اور نہ کرنے والوں پر اعتراض کی صورت پیدا ہو، یہ ایک بدعت سیئہ ہے جس کا اصول اسلام میں کہیں نام نہیں۔

امردوم یعنی عرس مصطلح مع منکرات مروجہ جو لوازم عرس سے سمجھے جاتے ہیں، اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایک تو فی نفسہ بدعت اور پھر اس میں بہت سے مشرکانہ افعال اور بدعات اور امور قبیحہ کا ارتکاب لازم آتا ہے اس لیے بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ چراغ جلانا جو بنص حدیث حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۔ چادر وغیرہ چڑھانا جس کی حدیث صریح میں مخالفت ہے۔ (بخاری)

۳۔ ان کے نام کی نذر و منت ماننا جو مطلقاً حرام ہے۔

قال في البحر الرائق الاجماع على حرمة النذر  
للمخلوق ولا ينعقد ولا يشتغل به الذمة وانه حرام بل  
سحت ولا يجوز لخادم الشيخ اخذه ولا اكله ولا  
التصرف فيه بوجه من الوجوه.

۴۔ پھر اس نذر کی مٹھائی وغیرہ کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا، حالانکہ اس کا حرام ہونا  
اوپر کی عبارت بحر سے معلوم ہو گیا اس لئے اس کے حلال و تبرک سمجھنے میں تو اندیشہ کفر کا  
ہے۔ والعیاذ باللہ

۵۔ راگ باجہ وغیرہ جس کی مذمت و ممانعت پر احادیث کثیرہ صراحتاً وارد ہوئی ہیں،  
تفسیر روح المعانی میں آیت لہو الحدیث کے ذیل میں تعداد میں تعداد کثیران روایات کی جمع  
کی گئی ہے فلیراجع، نیز شیخ ابن حجر مکی کا رسالہ ”کف الرعاء عن محرّمات اللہوی  
والسمع“ بھی اس موضوع میں کافی و شافی ہے۔

خود صوفیائے کرام کی ایک جماعت کثیرہ نے بھی اس کو ناجائز فرمایا ہے، ملاحظہ  
ہو رسالہ حقوق السماع کلیم الامتہ مولانا اتھانوی مدظلہ

۶۔ فاحشہ عورتوں کا گانا اور اجتماع جو بہت سے مخرفات کا مجموعہ ہے۔

۷۔ عام عورتوں کا قبروں پر جمع ہونا جس پر حدیث میں ارشاد ہے: لعن اللہ  
زوارات القبور.....

۸۔ قبروں کے مجاورین کا بیٹھنا جس کی ممانعت حدیث و فقہ کی معتبر کتب میں منصوص  
ہے۔

۹۔ قبر کا طواف کرنا قطعاً حرام ہے۔

۱۰۔ سجدہ کرنا جو بقصد عبادت ہو کفر صریح ہے اور بلا قصد عبادت انتہائی درجہ کا گناہ  
کبیرہ ہے۔

ایسا کرنے والے بدعتی اور سخت گناہ گار ہیں۔

غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر بہ نیت عبادت ہو تو کفر صریح اور ارتداد محض ہے (نعوذ باللہ منہ) اور اگر بہ نیت عبادت نہ ہو بلکہ قصد تعظیم معروف ہو تو ارتداد و کفر تو نہیں لیکن سخت تر گناہ اور قریب شرک کے ہے۔

اور جو پیر اپنے سامنے اس گناہ کو جاری رکھتے ہیں اگرچہ امر نہ کریں البتہ شریک گناہ ہیں۔ اگر بالفرض لوگ اس کا کہنا نہیں مانتے تو یہ پیر ہی کس کام کا ہے، کم از کم اس کو ان سے علیحدہ ہو جانا فرض ہے۔

الغرض ایسے پیروں سے بیعت کرنا حرام ہے جو حدود شرعیہ کی پرواہ نہ کرتے ہوں جیسا کہ امام غزالیؒ کی اپنی اکثر تصنیفات میں اور رسالہ قشیریہ عوارف المعارف وغیرہ میں خود آئمہ تصوف کے اقوال سے اس کو ثابت کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے القول الجلیل میں پیر یعنی شیخ کامل کی چند شرائط لکھی ہیں جو شخص ان شرائط کے ساتھ موصوف نہ ہو اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا چاہئے بالخصوص جو شخص مرتکب امور مذکورہ فی السؤال ہو اور معاصی کا مرتکب ہو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے۔ وذا لک کلمہ ظاہر

سجدہ کے متعلق یہ ذہن میں رہے کہ غیر کو سجدہ کرنا حرام ضرور ہے کفر ہونے میں تفصیل ہے، حرمت میں کوئی تفصیل نہیں۔ فتح القدر کی طرف اباحت کو منسوب کرنا غلط محض ہے۔

بدعت لغت میں ہر نئے کام کو کہتے ہیں خواہ عادت ہو یا عبادت، جن لوگوں نے یہ معنی لیے ہیں انہوں نے بدعت کی تقسیم دو قسمیں کی ہیں۔ سیئہ اور حسنہ۔ جن فقہاء کے کلام میں بعض بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے وہ اسی معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہیں ورنہ درحقیقت بدعت نہیں اور معنی شرعی بدعت کے یہ ہیں کہ دین میں کسی کام کا زیادہ یا کم کرنا جو قرن صحابہ و تابعین کے بعد ہوا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کرنے کی اجازت منقول نہ ہو، نہ قولاً نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔

پھر بدعت میں درجات ہیں، بعض مکروہ کے درجہ میں ہیں بعض حرام، بعض شرک

اور مُضر علی البدعة بہر حال فاسق ہے اس کے پیچھے نماز نہ کروہ تحریمی ہے۔ کما فی الدر المختار وغیرہ وخلف مبتدع۔ الخ

قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں، حدیث شریفہ میں ہے: لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیہا السراج، اس لئے جو تیل درگاہ کی روشنی کے لئے دیا جاتا ہے اس کو اصل مزار پر جلانا نہ چاہئے البتہ اگر مزار کے متعلق حجرے ہوں یا راستہ پر روشنی کی ضرورت ہو وہاں جلایا جاسکتا ہے اسی طرح حجرہ امام اگر متعلقات درگاہ میں ہو تو اس میں بھی جلا سکتے ہیں۔ ہو جائے کہ یہ تیل بطور نذر مزار پر چڑھایا ہے تو کسی جگہ بھی اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ غیر اللہ کے نام کی نذر حرام ہے اور اس چیز کا استعمال بھی حرام ہے جس کی نذر کی گئی ہو۔

ایصالِ ثواب کے لئے قبر پر جانے کی ضرورت نہیں، ہر جگہ سے پہنچتا ہے۔ البتہ قبر پر جانے سے دوسرے فوائد ہیں، عامہ مومنین کی قبر پر جانے سے عبرت اور اعزاء واقرباء کی قبروں پر عبرت کے ساتھ ادائے حق بھی اور بزرگوں کی قبروں پر اس کے ساتھ برکات بھی، دعا میں صاحبِ قبر کو خطاب نہ کرنا چاہئے بلکہ یوں دعا کرے تو مضائقہ نہیں کہ یا اللہ فلاں مقبول بندے کے طفیل سے ہمارا کام کر دے۔

سوال:- زید کہتا ہے اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو فلاں بزرگ کی درگاہ پر چادر چڑھاؤں گا اور وہاں بنام خدا نیا زکروں گا، یہ کیسا ہے؟ اگر زید کا کام حسب منشاء ہو جائے تو چادر چڑھانا اس پر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:- چادر قبر پر چڑھانا خود بھی ناجائز ہے اور نذر اس کی کرنا دوسرا گناہ ہے اور یہ نذر صحیح بھی نہیں ہوتی۔

سوال:- مولود شریف جو مروجہ طریقہ سے ہوتا ہے کیا حکم رکھتا ہے؟ مولود میں قیام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- ناجائز ہے اور اگر بدعات و تعینات مروجہ سے خالی ہو تو جائز ہے۔

سوال:- شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی گیارہویں ایصالِ ثواب کے لئے جائز ہے یا

نہیں؟

الجواب:- ایصالِ ثواب جائز ہے، بشرطیکہ گیارہویں کی تخصیص نہ کرے۔

سوال:- بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کیلئے کھانا مزاروں پر بھیجا جاتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اگر مکان میں فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کر دیا جائے تو کیا ثواب کم ہوتا ہے، جیسے اکثر لوگوں کا مقولہ ہے کہ نیاز قبول نہیں ہو سکتی جب تک مزاروں پر نہ بھیجی جائے۔

الجواب:- مزاروں پر بھیجنا فضول اور لایعنی حرکت ہے ہر جگہ سے ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے۔

سوال:- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ خوانی جو عشرہ محرم میں ہوتی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے، نیز ان کا ذکر شہادت پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:- ایصالِ ثواب یا ذکر شہادت کے لئے عشرہ محرم کی تخصیص لغو اور بدعت ہے۔ بلا تعین بھی کسی وقت کرے تو جائز اور ثوابِ عظیم ہے۔



## شادی و دعوت ولیمہ کے موقع پر کی جانے والی

### چند رسومات

بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، ومن

كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه. ۱

”جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر اسے چاہئے کہ اپنے

مہمان کی عزت و خاطر مدارت کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان

رکھتا ہو، رشتے داروں سے صلہ رحمی کرے۔“

مہمان کی عزت و خاطر داری یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے، اس

سے ملاقات پر اظہارِ مسرت کرے، اس سے شیریں کلامی سے پیش آئے، اسے مناسب

بجگہ بٹھائے اور بذاتِ خود اس کی مہمان نوازی و خاطر داری میں حصہ و دلچسپی لے اسے صرف

ذکر و دعا کے حوالے نہ کر دے اور تین دن تک اپنی استطاعت و گنجائش کے مطابق اس کے

خور و نوش کا انتظام کرے اور اسے لطف و کرم کے ساتھ رخصت کرے۔

بخاری و مسلم میں سیدنا ابو شریح سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول

۱ بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف و خدمتہ ایامہ نفسہ (ج ۶۱۳۸) واللفظ لـ

مسلم۔ کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار و الضیف (ج ۴۷) مسلم کی روایت میں دوسرا جملہ نہیں۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:

”جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا حق ضیافت ادا کرے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حق ضیافت کیا ہے؟ فرمایا: ایک شب و روز کی کماھٹہ اس کی خاطر مدارات کرے، اور مدت ضیافت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے، اس سے زیادہ جو ہو وہ اس پر صدقہ ہے۔“<sup>۱</sup>

سب سے پہلے مہمان نواز سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں، جن کی کنیت ہی ”ابوالضیفان“ ہو گئی تھی۔ ”ابوالضیفان“ یعنی مہمان والے۔ ان کا روزانہ کا معمول تھا کہ جب کھانے کا وقت آتا اور کوئی مہمان موجود نہ ہوتا تو مہمان کی تلاش میں نکل جاتے اور بسا اوقات ایک دو میل تک چلتے جاتے اس امید سے کہ شاید ذرا آگے کوئی مہمان مل جائے اور اس کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں<sup>۲</sup> ان کے اس شوق اور خلوص نیت کے سبب اللہ تعالیٰ ان کی یہ خواہش پوری بھی فرمادیتا اور روزانہ کچھ نہ کچھ مہمان مل جاتے۔

## تکلفات

مہمانوں کی مہمان نوازی بڑی اچھی چیز ہے اور جذبہ مہمان نوازی ایک مبارک جذبہ ہے۔ لیکن آج کل کے غیر ضروری تکلفات نے مہمان نوازی کو ایک بوجھ بنا دیا ہے، اور وہ تکلفات چونکہ رواج پا گئے ہیں، اس لئے میزبانوں کو چار و ناچار ان کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور اس کی وجہ سے مہمان نوازی ایک بوجھ بن جاتی ہے، حالانکہ مہمان نوازی تعلقات کی استواری اور محبت و اخوت پیدا کرنے کا موثر و بہترین ذریعہ ہے۔

ضيافت میں بہت سی باتیں داخل ہو گئی ہیں جن سے اجتناب کرے اور اسے دور

۱۔ بخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ (ج ۱۹ ص ۶۰)

مسلم۔ کتاب (الملقطۃ) باب الضیافۃ ونحوہا، (ج ۱۳ ص ۴۸)

۲۔ اکرام الضیف (ج ۹ ص ۹۶) لابراہیم بن اسحاق الحرابی۔ عن محمد بن اسحاق احیاء العلوم (۱۲۸۲) شعب

الایمان (۹۶۱۷) عن عکرمۃ (۹۶۱۹) عن عطاء

کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً: کوئی مہمان سفر سے آیا ہوا ہے، ممکن ہے دیر سے کھانا نہ کھایا ہو، مناسب ہے کہ فوری طور پر ماحضر پیش کر دیا جائے، لیکن بعض میزبان طویل تکلفات میں لگ جاتے ہیں اور مہمان کو دیر تک کھانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

یا مثلاً: مہمان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی مدعو ہوتے ہیں اور بیٹھ کر ان جملہ مدعوین حضرات کا انتظار کیا جاتا ہے، بعض لوگ آنے میں کافی دیر کرتے ہیں تب تک کھانا شروع نہیں کیا جاتا، حالانکہ جو لوگ موجود ہیں انہیں بھوک لگی ہوئی ہے، یا جلد کھالینے کی خواہش ہوتی ہے اور کھانا وقت سے بے وقت ہو رہا ہوتا ہے۔

یا ان میں سے بعض مہمانوں کی کچھ اور ضروریات ہوتی ہیں اور موقع نہیں ہوتا کہ وہ وہاں زیادہ دیر تک بیٹھے رہیں مگر تاخیر پر الجھن و تکلیف کے باوجود تکلفاً بیٹھے رہتے ہیں اور میزبان تمام مدعو حضرات کے آنے کے بعد ہی کھانا شروع کرتا ہے۔

یہ غیر ضروری تکلفات کا نتیجہ ہے، جو سب کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے لیکن رواج کی پاسداری میں تکلیف کے باوجود ایسا ہوتا رہتا ہے، حالانکہ ایسے رواج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اسے جاری رکھنے کی، البتہ وقت پر نہ پہنچنے والا اگر غریب آدمی ہو یا اندیشہ ہو کہ اس کی دل شکنی ہوگی تو اسکی رعایت کی جاسکتی ہے، ورنہ مہمانوں کی ضیافت میں جلدی کرنی چاہئے انہیں زحمت انتظار میں مبتلا نہ کرنا چاہئے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بابت قرآن میں مذکور ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس دو فرشتے بہ شکل مہمان آئے، جو لوط علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے تھے، تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان مہمانوں کو بلا توقف کھانا پیش کر دیا۔ قرآن کا بیان ہے:

فما لبث ان جاء بعجل حنيد. (هود. ۶۹)

نیز فرمایا گیا:

فراغ الی اہلہ فجاء بعجل سمین. (الذاریات: ۵۱)

”وہ بلا توقف فوراً گھر میں داخل ہوئے اور ایک موٹا تازہ بہترین بھنا ہوا

پھٹرا مہمانوں کے سامنے لا کر رکھ دیا۔“

حاتم اصم کا قول ہے:

العجلة من الشيطان إلا في خمسة فإنها من سنة رسول  
الله صلى الله عليه وسلم اطعام الضيف وتجهيز الميت  
وتزويج البكر وقضاء الدين والتوبة من الذنب. ۱  
”جلد بازی شیطانی کام ہے، مگر پانچ چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں ان میں  
جلدی کرنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے:

☆ ..... مہمانوں کو کھانا کھلانا

☆ ..... میت کی تجھیز و تدفین

☆ ..... کنواری لڑکی کی شادی کر دینا

☆ ..... قرض چکا دینا

☆ ..... گناہ سے توبہ کرنا

لہذا ان پانچ کاموں میں دیر نہ کرنی چاہئے، ان میں جہاں تک ہو سکے جلدی  
کرنی چاہئے۔

مہمان نوازی کی منکرات میں سے ایک یہ جذبہ بھی ہے کہ ہم ایسی ہر تکلف مہمان  
نوازی کریں جس کا دور دور تک چرچا ہو اور لوگ دیکھیں کہ ہم نے کیسی شاندار ضیافت کی  
ہے، یہ جذبہ غیر مستحسن ہے اور اس جذبہ کی بنا پر آدمی بسا اوقات اپنی طاقت سے زیادہ  
تکلفات کر دیتا ہے جس کے سبب وہ زیر بار و مقروض بھی ہو جاتا ہے۔

مہمان نوازی میں تکلف کرنے کا مطلب بعض سلف نے یہ بتایا ہے کہ آدمی اپنے  
مہمان کو وہ چیز کھلانے کا اہتمام کرے جو اسے خود کھانا میسر نہیں ہے۔ اور اس تکلف کے  
ذریعے وہ اپنی دریا دلی اور بڑی حیثیت ظاہر کرنا چاہتا ہو..... چنانچہ شادیوں اور ولیمہ کی  
دعوت میں بعض لوگ بے حد اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتے ہیں، انواع و اقسام کے  
کھانے تیار کرتے ہیں اور اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے مقروض وزیر بار ہو جانا بھی گوارا

۱ حلیۃ الاولیاء (۸/۷۸)

کر لیتے ہیں اور بے جا تکلفات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

الاهلك المتنطعون.<sup>۱</sup>

”اپنی طاقت سے بڑھ کر تکلف کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔“

نیز حدیث میں آتا ہے، آپ نے فرمایا: ”مہمان کے لئے تکلف نہ کرو (جس کے نتیجے میں) وہ محبوب کے بجائے مبغوض بن جائے اور وہ بوجھ محسوس ہونے لگے۔“<sup>۲</sup>

ایک حدیث میں ہے آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے عائشہ! مہمان کے لئے ملول خاطر کر دینے والا تکلف نہ کرنا، اسے وہی کھلاؤ جو اللہ تمہیں میسر کرے۔“<sup>۳</sup>

طبرانی اور امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس مہمان آئے ہوئے تھے، تو سیدنا سلمان فارسی نے ان سے کہا:

لو لا انا نهينا عن التكلف لتكلفت لكم.<sup>۴</sup>

”اگر ہم تکلف کرنے سے روکے نہ گئے ہوتے تو آپ کی پُر تکلف مہمان نوازی کرتے۔“

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”غیر ضروری تکلف قطع تعلق کا ذریعہ بن جاتا ہے مثلاً ایک شخص کسی کو دعوت دیتا ہے اور اس کی بڑی پُر تکلف مہمان نوازی کرتا ہے، یہ پُر تکلف مہمان نوازی اتنے مصارف کا سبب بن جاتی ہے کہ وہ بار بار اسے مدعو نہیں

۱۔ مسلم، کتاب العلم، باب هلك المتنطعون (ح ۲۶۷۰)

۲۔ احياء العلوم (۱۲/۲) ولم يوجد بهذا اللفظ عند غيره۔ وفي معناه من حديث سلمان انظر، اخبار اصفهان) ۵۶/۱ (تاريخ بغداد (۲۰۵/۱۰) شعب الايمان (۹۵۹۹) وسده ضعيف كما قال العراقي في تحريج الاحياء۔

۳۔ اتحاف السادة المتقين (۲۳۸/۵) لم اقف على اسناده۔

۴۔ مسند احمد (۴۴۱/۵) ولفظه ”لو لا انا نهينا ان يتكلف احدنا لصاحبه لتكلفنا لك“ طبرانی الكبير۔ (۲۳۵/۶) مستدرک حاکم (۱۲۳/۴)

کر سکتا، نیز مہمان بھی میزبان کو اپنے یہاں مدعو کرنے سے اس بنا پر گھبراتا ہے کہ تکلف کے جواب میں ہمیں بھی اسی طرح کے تکلفات کرنے ہوں گے اور کافی زیر بار ہونا پڑے گا۔ اس طرح بار بار ایک دوسرے کو مدعو کرنے اور ایک دوسرے کے یہاں جانے کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور یہ غیر ضروری تکلف قطع تعلق کا سبب بن جاتا ہے۔ (رواہ ابو بکر بن ابی الدنیا)

اگر کسی تکلف کے بغیر صرف ما حاضر پیش کر دینے کی بات ہو تو ایسی مہمانی اور میزبانی کسی کے لئے بھی اور کسی وقت بھی بوجھ معلوم نہ ہو اور متعلقین و احباب کی آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہے اور تعلقات میں کبھی سرد مہری نہ آنے پائے۔

### رسم و رواج کی لعنت

بعض جگہ ایسے ایسے رواج پائے جاتے ہیں جن کے سبب رشتے داروں کو اپنے کسی رشتے دار کے یہاں جانے میں تامل ہوتا ہے۔ مثلاً بعض صورتوں میں ایک رشتہ دار دوسرے کے یہاں جاتا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ مٹھائی و پھل فروٹ لے جائے، نیز وہاں پہنچ کر بچوں کو، یا فلاں فلاں کو کچھ روپے دے دے، یا اپنے گھر رشتے دار کو بلائے تو ایسی ویسی خاطر داری کرے اور اس کو واپس ہوتے وقت کچھ روپے دے یا کچھ سامان دے تو ایسے رواج کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان مصارف کے خوف سے آدمی رشتے داروں کے پاس جلدی نہیں جاتا ہے، یا ان رشتے داروں کو بلاتا نہیں ہے، جن کے سبب زیادہ مصارف کا خطرہ ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ رشتے ناٹے میں سرد مہری آ جاتی ہے۔ بہنیں اور بیٹیاں بہت سوچ بچار کے بعد سسرال سے میکلے لائی جاتی ہیں کیونکہ انہیں لانا رسم و رواج کے سبب طویل مصارف کا موجب ہوتا ہے۔ یہ رسم و رواج ہر ایک کے لئے مصیبت و وبال بنے ہوئے ہیں مگر افسوس لوگ ان رسوم سے باز نہیں آتے۔

تکلف کے سلسلہ میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی مروی

ہے، وہ فرماتے ہیں:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تکلف

للضيف ما ليس عندنا وان نقدم اليه ما حضرنا.<sup>۱</sup>  
 ”رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم مہمان کے لئے وہ چیز مہیا کرنے کی  
 زحمت میں نہ پڑیں جو ہمارے پاس نہ ہو، اور جو حاضر ہو وہ مہمان کی  
 خدمت میں بلا تکلف پیش کر دیں۔“

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ و دیگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت مروی ہے  
 کہ وہ اپنے مہمان بھائیوں کی خدمت میں روکھی سوکھی روٹی اور کھجور اور پانی جو کچھ بھی حاضر و  
 میسر ہوتا بلا تکلف پیش فرمادیتے اور فرماتے: ہم نہیں جانتے ہیں کہ ان دونوں میں سے  
 کون غلطی پر ہے، وہ مہمان جو اس چیز کو حقیر سمجھے جو بلا تکلف اس کی خدمت میں پیش کر دی  
 گئی ہے یا وہ میزبان جو مہمان کی خدمت میں ما حاضر پیش کر دینے کو حقیر سمجھتا ہے۔<sup>۲</sup>  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ولیموں کی دعوتیں تکلفات سے  
 بالکل پاک ہوا کرتی تھیں، چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تو لوگوں کو صرف کھجور اور ستو کھلائے۔<sup>۳</sup>  
 سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب  
 رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے بعد جو ولیمہ کیا وہ آپ کے سب ولیموں پر فائق تھا۔ اس  
 ولیمہ میں آپ نے ایک بکری ذبح کی تھی اور لوگوں کو گوشت کھلایا تھا۔<sup>۴</sup>  
 اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا  
 عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زری کا نشان پایا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عبدالرحمن نے کہا:

۱۔ تفسیر روز منشور (۲۰۸/۷) بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان (۹۶۰۱)

۲۔ مجمع الزوائد (۱۸۰/۸)

۳۔ بخاری۔ کتاب الصلاة۔ باب ما یذکر فی الفخذ (ج: ۳۷۱)

مسلم۔ کتاب النکاح، باب ضیلة اعناق امۃ ثمیرة و جہا (ج: ۸۳/۱۳۶۵)

وانظر ایضاً احمد (۱۱۰/۳) ابوداؤد (۳۷۳۳) ترمذی (۱۰۹۵) ابن ماجہ (۱۹۰۹)

۴۔ بخاری۔ کتاب النکاح: باب الولیمة ولوبشاة (ج: ۵۱۵۸)

مسلم۔ کتاب النکاح: باب زواج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (ج: ۱۳۲۸)

ایک گٹھلی سونا مہر کے عوض میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے، آپ نے انہیں برکت کی دعا اور شادی کی مبارک باد دی اور فرمایا ولیمہ کر ڈالو گو ایک بکری ہی کا سہی۔<sup>۱</sup>

## سادگی کا نمونہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو صرف ایک پیالہ دودھ سے ولیمہ کیا۔ اس میں سے خود تھوڑا سا پیلا، پھر سیدہ عائشہ گو پینے کے لئے بڑھا دیا، وہ شرماتے لگیں تو ان کی سہیلی اسماء بنت یزید نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ واپس نہ کرو۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرماتے شرماتے لے لیا اور تھوڑا سا پی کر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا اپنی سہیلیوں کو دے دو۔ اسماء کہتی ہیں: ہم نے کہا، یا رسول اللہ! اس وقت ہم لوگوں کو کھانے پینے کی اشتہا نہیں ہے۔ فرمایا: بھوک و جھوٹ جمع نہ کرو۔ بھوک بھی ہے اور جھوٹ بھی بولتی ہو۔ اسماء کہتی ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کو کسی چیز کی خواہش ہے اور وہ کہتا ہے مجھے اس کی خواہش نہیں، تو کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے اور وہ جھوٹ ہی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے خواہ معمولی جھوٹ کیوں نہ ہو۔<sup>۲</sup>

سبحان اللہ! وہ سید الاولین و الآخیرین و محبوب رب العالمین ہیں اور فقر و سادگی کا یہ عالم ہے کہ شادی ہو رہی ہے اور لوگوں کو ضیافت کے لئے ایک پیالہ دودھ کے سوا کچھ میسر نہیں ہے، نہ کچھ فراہم کرنے کی فکر و اہتمام ہی ہے۔ صرف ولیمہ ہی نہیں شادی میں بھی سادگی کا یہ عالم تھا، کہ نہ پہلے سے کوئی تیاری و اہتمام، نہ کوئی شان، نہ بان، نہ کوئی تکلف۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں وہ ان کی رخصتی کا دن تھا۔ یہاں لڑکی والے کے یہاں بھی پہلے سے نہ کوئی تیاری تھی نہ دھوم دھام۔ حد یہ ہے کہ

۱۔ بخاری۔ کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاة (ح ۵۱۶۷)

مسلم۔ کتاب النکاح: باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القرآن (ح: ۱۳۲۷)

۲۔ مسند احمد (۴۵۸/۶) لیکن اس میں آخری جملے نہیں ہیں۔

مجمع الزوائد (۵۱/۳) بحوالہ طبرانی فی الکبیر (۱۵۶/۲۳) وسندہ ضعیف



جسے دلہن بن کے جانا تھا وہ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس معاملے سے بے خبر، سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھولنے میں مصروف تھیں کہ یکا یک ان کی ماں اُم رومان نے ان کو آواز دی۔ وہ آواز سنتے ہی ہانپتی کانپتی دوڑی آئیں۔ ماں بیٹی کا ہاتھ پکڑے دروازے تک لائیں۔ وہاں منہ دھلا کر بال سنوار دیے پھر ان کو اس کمرے میں لے گئیں جہاں انصار کی کچھ عورتیں دلہن کے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ دلہن جب اندر داخل ہوئی تو مہمان عورتوں نے:

علی الخیر والبرکة وعلی خیر طائر.....

”تمہارا آنا بخیر و بابرکت و فال نیک ہو“

کہہ کر استقبال کیا، دلہن کو سنوارا، تھوڑی دیر کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور سیدہ عائشہ رخصت کر دی گئیں۔<sup>۱</sup> یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی تھی، جو سادگی کا ایک نمونہ تھی اور اب اسی رسول کی یہ امت ہے، جس نے شادی کو اس قدر تکلفات اور شان بان کی چیز بنا دیا ہے کہ شادی بربادی کا باعث اور مصیبت و وبال بن گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت کو اپنے رسول کا طریقہ نہیں، غیر مسلموں کا طریقہ زیادہ پسند آیا ہے۔ غیر مسلموں میں شادی بڑی دھوم دھام کی ہوتی تھی مسلمانوں نے وہی دھوم دھام اختیار کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں رائج دھوم دھام والی شادیوں کی خلاف ورزی کی اور سادگی کی بنا ڈالی، اسی رسول کی امت ان مسلمانوں نے اپنے رسول کے طریقے کی خلاف ورزی کر کے غیر مسلموں کے دھوم دھام والے طریقے کو اپنے یہاں رواج دیا۔

افسوس کتنا فرق ہو گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور اس کی اتباع کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے طریقے میں!

۱ بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب تزویج النبی ﷺ عائشہ (ج ۳۸۴۹)

مسلم۔ کتاب النکاح: باب جواز تزویج الاب البکر الصغیرة (ج ۱۳۲۲)

## فضول خرچی و محرمات کا ارتکاب

شادی میں جو غیر ضروری تکلفات کئے جاتے ہیں اور گونا گوں رسوم پر کافی مصارف برداشت کئے جاتے ہیں وہ قبیح و مذموم کیونکر نہ ہوں گی؟ جب کہ وہ بہت سی مضرتوں کا سبب بنتے ہیں اور کتنے دولہا دولہن اور ان کے والدین خوشحالی کے بعد ان مصارف کے سبب بد حالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ نقصان سب کی نظر میں ہے، اس کے باوجود رسم و رواج میں کمی نہیں بلکہ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ اس موقع پر فضول خرچی کے مرتکب ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی کام اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے اور جس کی بہت زیادہ مذمت قرآن و حدیث میں آئی ہے۔

فضول خرچی ہر حال میں مذموم ہے خواہ وہ دین کے کام میں ہو یا دنیاوی کام میں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وضو میں زیادہ پانی خرچ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے بھی فضول خرچی قرار دیا۔<sup>۱</sup> حالانکہ وضو ایک نیک کام تھا اور خرچ تھا پانی کا۔

لوگ بہت سے دینی امور میں تغافل و چشم پوشی سے کام لیتے ہیں اور اس کا خیال نہیں رکھتے کہ حلال چیز استعمال ہو رہی ہے یا حرام اور شرعاً اس کی اجازت ہے یا ممانعت ہے، چنانچہ بعض لوگ مہمان کی پُر تکلف میزبانی میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرتے ہیں، حالانکہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے۔<sup>۲</sup>

میزبان کو اس حرام کام کا مرتکب نہ ہونا چاہئے اور مہمان کو بھی سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے انکار کر دینا چاہئے۔ بلکہ مسلمان کی نصیحت و خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ مہمان میزبان کو اس حرام کام کے ارتکاب سے روکے، اگر وہ نہ مانے تو مہمان کو

۱ ابن ماجہ۔ کتاب الطہارۃ: باب ماجاء فی القصد فی الوضوء، (ج: ۲۲۵) اس کی سند عبد اللہ بن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲ رسول اللہ نے فرمایا: سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ (کھاؤ) پیو اور نہ ہی ریشم اور دیباچ پہنو، کیونکہ یہ دنیا میں ان (کافروں) کیلئے ہے اور تمہارے لئے آخرت (جنت) میں ہوگا۔

چاہئے کہ وہ اٹھ کر وہاں سے چلا جائے اور اس منکر کام سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس جگہ بیٹھنا بھی گوارہ نہ کرے، اسی طرح اگر مہمان دیکھے کہ میزبانوں میں سے کوئی سونے کی انگٹھی پہنے ہوئے ہے اور کہنے کے باوجود اس گناہ سے باز نہیں آتا تو وہ نہ اس میزبان کے ہاتھ سے کھائے نہ اس کے یہاں بیٹھے۔

دینی امور کا ہر جگہ خیال رہنا چاہئے، حلال حرام کی تمیز ہر موقع پر ہونی چاہئے، خواہ وہ شادی کا موقع ہو یا غمی کا، اور مہمانی کا ہو یا میزبانی کا یا کوئی بھی موقع محل ہو۔ اگر اس کا بس چلے تو اس برائی کو ختم کرے، نہ بس چلے تو اس سے نفرت کا اظہار کرے اور خود اس کے قریب نہ جائے۔

بعض لوگ شادیوں اور دعوتوں میں مسخرے لے آتے ہیں، مسخرہ پن چونکہ ان کا پیشہ ہوتا ہے اسلئے وہ بعض لوگوں سے تمسخر کرتے ہیں، فحش اور گندے مذاق کرتے ہیں۔ شریعت پاکیزہ مزاح کی اجازت دیتی ہے مگر فحش مذاق، گندی باتیں اور لوگوں کا تمسخر شرعاً بھی ناروا ہے اور اخلاقاً بھی، اس سے اور ایسی مجلسوں سے احتراز کرنا چاہئے۔

### مہمان نوازی کے آداب

مہمان نوازی کی غیر مستحسن باتوں میں سے ایک یہ بات بھی بعض بڑے لوگوں میں پائی جاتی ہے، کہ وہ مہمان کی خدمت بذاتِ خود نہیں کرتے بلکہ ساری خدمت نوکروں سے لیتے ہیں گویا بذاتِ خود مہمان کی خدمت کرنا انہیں اپنی بڑائی و خودداری کے خلاف نظر آتی ہے، حالانکہ یہ مکارمِ اخلاق میں سے ہے کہ میزبان بذاتِ خود مہمان کی ضیافت میں حصہ لے۔

سیدنا علی زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا اپنے مہمان کی خدمت کرنا کمالِ انسانیت ہے، جیسا کہ ہمارے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بذاتِ خود مہمان کی خدمت کی۔ مہمان کی آمد پر خود ہی اٹھ کر اندر گئے اور اپنے ہاتھ سے مہمان کے لئے کھانا لائے، قرآن میں ہے:

فراغ الی اہلہ فجاء بعجل سمین. فقرّبہ الیہم قال ألا  
تاکلون. ۱

”وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک موٹا تازہ بھنا ہوا  
پھڑالا کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا (اور جب دیکھا مہمانوں  
کے ہاتھ کھانے کے لئے نہیں بڑھتے تو) فرمایا کیا آپ حضرات اسے  
تناول نہیں فرمائیں گے؟“

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کی خدمت کیلئے  
بذاتِ خود اٹھے اور خود اپنے ہاتھ سے کھانا لا کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا، نہ لڑکوں کو  
آواز دی نہ خادم کو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسی عظیم و جلیل ہستی، اللہ کے خلیل، امام الحنفیاء  
و شیخ الانبیاء نے اپنی تمام تر عظمت و جلالت کے باوجود بذاتِ خود مہمان کی خدمت کی، اسے  
نہ اپنی بڑائی و خود داری کے خلاف سمجھے نہ کوئی اپنی توہین محسوس کی اور یقیناً اسی میں کمال  
انسانیت ہے اور ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع ہے۔

نیز آدابِ ضیافت میں سے یہ بھی ہے کہ مہمان کے پاس کھانا لانے کے لئے  
اس سے یہ سوال نہ کرے ”کیا آپ کے لئے کھانا لاؤں؟“ ابراہیم علیہ السلام کے بارے  
میں بیان ہوا کہ وہ مہمانوں کی آمد پر ان سے یہ سوال کئے بغیر خاموشی سے گھر گئے اور کھانا لا  
کر حاضر کر دیا۔ آج کل چونکہ لوگوں میں بخل پیدا ہو گیا ہے اور مہمانوں کو بوجھ محسوس کرنے  
لگے ہیں، اس لئے جب کوئی مہمان آتا ہے تو بجائے اس کے کہ اس کے کھانے پینے کیلئے  
خوشدلی سے فوراً کوئی چیز پیش کر دی جائے، اس سے دریافت کرتے ہیں ”آپ کے لئے  
کچھ لاؤں؟“ اور دل یہ چاہتا ہوگا کہ کچھ پیش نہ کرنا پڑے تو اچھا ہے۔ اب اس سوال پر شاید

۱۔ اور دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے، تو اس کے پیٹ میں  
جہنم کی آگ اٹھ لی جائے گی (اعاذ باللہ منہ)

(دیکھئے بخاری، کتاب الاثریۃ: باب انیۃ الفعۃ ح ۵۶۳۳، ۵۶۳۴)

مسلم۔ کتاب اللباس: باب تحریم استعمال ادانی الذہب والفضۃ: ح ۲۰۶۵، ۲۰۶۷)

ہی کوئی مہمان کہے کہ ”ہاں! لائیے“۔ ورنہ وہ معذرت ہی کرے گا کہ نہیں، رہنے دیجئے۔  
کچھ حاجت نہیں۔

یہ طریقہ بھی غیر مستحسن ہے کہ مہمان کو گھر کے اندر ہی سے رخصت کر دیا جائے،  
مناسب ہے کہ میزبان کم از کم گھر کے دروازے تک آ کر اسے رخصت کرے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”مسنون طریقہ یہ ہے جب تم کسی  
کو اپنے گھر بلاؤ تو رخصت کرتے وقت باہر تک اس کے ساتھ جاؤ“۔<sup>۱</sup>

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: ”سنت یہ ہے کہ میزبان کو رخصت کرنے کے لئے دروازے تک مہمان کے ساتھ  
آئے“۔<sup>۲</sup>

اور امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے، فرمایا: مہمان کی تکمیل مہمانی یہ ہے کہ  
میزبان اس کو گھر کے دروازے تک آ کر رخصت کرے اور اس کو سواری پر بٹھا دے۔

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے، فرمایا: ”جو شخص مہمان کی  
تکریم میں اسے رخصت کرتے وقت اس کی سواری کی لگام پکڑے اور اس کی تکریم کی محرک  
نہ کوئی دنیوی طمع ہونہ خوف، تو یہ مخلصانہ کام اس کے لئے باعث مغفرت ہوگا“۔<sup>۳</sup>

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ مہمان کو رخصت کرتے وقت  
اس کی سواری کی لگام پکڑتے تھے۔ ایک مہمان نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
اتنے قریبی اور ایسے عظیم المرتبت صحابی ہو کر میری سواری کی لگام پکڑتے ہیں۔ تو فرمایا ”ہم  
علماء کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں“۔<sup>۴</sup>

۱۔ ابن عدی (۱۱۷۳/۳) موضوع۔ شعب الایمان (۹۶۴۹) اس کی سند بھی ضعیف

ہے۔ کتاب المحروحين (۳۴۴/۱)

۲۔ ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ: باب الضیافۃ، ج ۳، ۳۳۵۸، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع  
قرار دیا ہے۔

۳۔ میزان الاعتدال (۲۰۹/۳) سندہ ضعیف جدا

۴۔ مستدرک حاکم۔ ۳/۳۲۲-۳۲۸ بالعکس دیکھئے ص ۱۵۲

## محبت کی شادیاں ناکام شادیاں

آج کل لو میرجز کار حجان ہماری نئی نسل میں بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اس کی بنیادی وجہ ہمارا الیکٹرانک میڈیا، رومانوی ناول، میگزین، بچوں کا مخلوط تعلیمی ماحول اور مغربی وغیر اسلامی تہذیبوں کی اندھا دھند پیروی ہے۔ اسلامی تعلیمات لو میرجز کا بالکل بھی تصور نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات اس کو سختی سے منع کرتی ہیں ایک عورت کا غیر محرم کے ساتھ بیٹھنا منع ہے اور جہاں دو نامحرم بیٹھے ہوں تنہائی میں وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے اگر ”محبت“ کو شادی کی بنیاد بنائیں گے تو بہت کمزور بنیاد ہوگی۔ شادی سے پہلے تو محبت بہت عروج پر چلی جاتی ہے لیکن جو توقعات وہ ایک دوسرے سے لگاتے ہیں وہ پوری نہیں ہوتی ہیں۔ صرف شادی کے لئے ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے مگر جب شادی کے بعد جذبات کا بہاؤ کم ہوتا ہے اور کندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ آن پڑتا ہے تو ایک دوسرے کی وہی غلطیاں اور کوتاہیاں جن کو پہلے نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہ بعد میں ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں پھر بات بڑھتے بڑھتے نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے اس کے برعکس بڑوں کی طرف سے طے کردہ شادی کے معاملات میں چونکہ مذکورہ باتیں نہیں ہوتیں اس لئے وہ شادی بہت کم ناکام ہوتی ہے جب والدین وکیل بن کر لڑکے کے لئے بہتر لڑکی اور لڑکی کیلئے بہتر لڑکا تلاش کر لیں تو اب میاں بیوی بن کر محبت و پیار سے زندگی گزارنے کے لئے راہ بالکل ہموار ہو جاتی ہے، چونکہ ان کے پہلے سے کوئی وعدے اور توقعات نہیں ہوتیں اور پھر جب کوئی مسئلہ درپیش ہو بھی تو دونوں فریق حالات کو خوشگوار بنانے اور سمجھوتہ کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں

حدیث نبوی ہے کہ:

”جب کوئی بیوی اپنے خاوند کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہے اور خاوند بیوی کی

طرف دیکھ کر مسکراتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں۔“

محبت کی شادیوں کی ناکامی کی بڑی وجہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کی توقعات پر پورا نہ اترنا ہے یہ بات سوشل ایڈ آرگنائزیشن شعبہ خواتین کی جانب سے کئے گئے ایک سروے میں سامنے آئی ہے۔ SAO کی طرف سے ارنج میرج اور لو میرج کی کامیابی کے تناسب پر کرائے گئے سروے میں پتہ چلا ہے کہ ارنج میرج کی صورت میں ناکامی کا تناسب صرف نہ ہونے کے برابر یعنی صرف 7 فیصد ہے جبکہ محبت کی 80 فیصد شادیاں ناکام اور طلاق کا تناسب 6 فیصد ہے وجہ یہ ہے کہ لو میرج کرنے والے جوڑوں کے خاندان بھی اختلافات کی صورت میں جوڑوں کے مابین صلح کروانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ میاں بیوی کو اپنی مرضی کرنے کی سزا ملے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور اگر اس جوڑے کو خدا نخواستہ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو بھی خاندان والے سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

”محبت کی شادیوں میں فریقین کو ایک دوسرے سے توقعات بہت زیادہ ہوتی ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مخالف فریق اس کے ساتھ وہی رویہ رکھے جس کا وہ شادی سے پہلے مظاہرہ کرتا تھا اور ان دعوؤں میں پورا اترے جس کی وہ شادی سے پہلے قسمیں کھاتا تھا لو میرج کے بعد مرد روزگار کی تلاش میں اور عورتیں گھریلو کاموں میں مصروف ہو کر پہلے والا رویہ رکھنے میں ناکام ہو جاتی ہیں۔ ناقدری کا احساس بھی جھگڑے کا باعث بنتا ہے لو میرج کی صورت میں میاں بیوی ایک دوسرے سے فرینک (بے تکلف) ہوتے ہیں اور وہ برابری کی بنیاد پر زندگی گزارنا چاہتے ہیں برابری کا عدم توازن بھی اختلافات کا سبب بنتا ہے ارنج میرج کی صورت میں اگر خاندانوں کے تعلقات آپس میں اچھے ہوں تو اس کا اثر جوڑوں کی ازدواجی زندگی پر بھی خوشگوار ہی ثابت ہوتا ہے۔

جبکہ لو میرج کرنے والے جوڑے مشترکہ خاندانی نظام میں ایڈجسٹ نہیں ہو پاتے۔ شادی سے پہلے کی انڈرا سٹینڈنگ عملی زندگی میں ناکام ہو جاتی ہے، کیونکہ شادی کے بعد کے مسائل دوسرے ہوتے ہیں۔ ارنج میرج کی شکل میں بھی والدین کو لڑکے اور لڑکی کی

پسند کا خیال رکھنا چاہئے ذہنی ہم آہنگی ہونی چاہیے، لڑکی اور لڑکے کی حیثیت اور تعلیم میں زیادہ فرق نہیں ہونا چاہئے اور گھر والوں کو اپنی اولاد کے ذہنوں کو سمجھتے ہوئے رشتے طے کرنا چاہئے۔

(از "ارنچ اینڈ لو میرج گائیڈ"۔ لوری میری)

ہمارے معاشرے میں بے جوڑ شادی ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے اور زبردستی کی شادی کی وجہ سے شرح ناکامی اور طلاق روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو یقیناً ہمارے لئے لمحہ فکر یہ ہے۔

## محبت کی شادی اور اسلام

ڈاکٹر یوسف القرضاوی سے ایک لڑکی نے سوال پوچھا: مجھے ایک ایسے لڑکے سے محبت ہو گئی ہے جو دین دار بااخلاق ہے اور اس کے اندر ہر وہ خوبی ہے جس کی ایک لڑکی تمنا کر سکتی ہے۔ ہم محبت میں اتنی دور چلے گئے ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں آپ کو یقین دلواتی ہوں کہ ہماری محبت بالکل پاک ہے اور پچھلے چھ سالوں میں ہم نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو قابل گرفت ہو اور جس پر ہمیں ندامت ہو مجھے اس کا انتظار تھا کہ لڑکا برس روزگار ہو تو ہماری شادی ہو جائے کہ اچانک ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ لڑکے کے برس روزگار ہوتے ہی اس کے گھر والوں نے یہ کہہ کر شادی سے انکار کر دیا کہ ان کا خاندان میرے خاندان کے مقابلے میں کم حیثیت ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ میں اس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کر سکتی کسی اور کے ساتھ شادی کرنا میرے لیے ناممکن ہے کیا اس طرح سے میرا کسی کی محبت میں گرفتار ہو جانا اسلام کی نظر میں گناہ ہے اور کیا اسلامی شریعت میں ہماری مشکل کا کوئی حل ہے؟

ڈاکٹر یوسف القرضاوی صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

”میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ میں دور حاضر کے اس چلن سے بالکل متفق نہیں ہوں

کہ پہلے محبت کی جائے پھر شادی کی جائے، یہ وہ راستہ ہے جس کی ابتداء بھی نامناسب



ہوتی ہے اور جس کا انجام بھی اکثر و بیشتر غیر اطمینان بخش ہوتا ہے مثلاً وہ محبت جو ٹیلی فون پر گفت و شنید سے شروع ہوتی ہے یا وہ محبت جو جوانی کے جوش میں لڑکیوں کے پیچھے چکر لگانے سے شروع ہوتی ہے یہ ایسی محبت ہوتی ہے جس میں عقل اور سوچ بوجھ کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ محض جذباتیت ہے اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ ایسے لڑکے لڑکیوں میں محبت ہو جاتی ہے جن کے درمیان سماجی تفاوت ہوتا ہے یا خاندانی چپقلش ہوتی ہے یا کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو ان کی شادی کے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی ہے چونکہ اس محبت کی ابتدا جذباتیت سے ہوتی ہے اس لیے یہ لڑکے اور لڑکیاں غلطیاں اور گناہ کر بیٹھتے ہیں اس لیے کہ یہ بہر حال وہ انسان ہیں، فرشتے نہیں ہیں۔

## میت و جنازہ سے متعلقہ منکرات

کوئی مسلمان جان کنی کی حالت میں ہو تو سنت ہے کہ اچھے اور نیک لوگ اس کے پاس بیٹھیں اور نرمی سکون سے ”لا الہ الا اللہ“ کی تلقین کریں، تاکہ مرنے والے کا آخری کلام ”لا الہ الا اللہ“ ہو۔ البتہ تلقین کرنے والے کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مریض سے کلمہ کی ادائیگی پر اصرار کرنے، یا لگاتار دیر تک کہے، یا بہت زور زور سے کہے، کیونکہ مریض پر جان کنی کا وقت بہت نازک ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ آزرده خاطر ہو کر کوئی نامناسب بات زبان سے نکال دے، یا اس سے اس کے دل میں ناگواری پیدا ہو۔ مریض جب ایک بار ”لا الہ الا اللہ“ کہہ دے تو پھر تلقین کی ضرورت نہیں، البتہ اگر وہ اس کے بعد پھر کوئی بات کرے تو دوبارہ نرمی سے اس کی تلقین کی جائے، تاکہ اس کا آخری کلام ”لا الہ الا اللہ“ ہو۔

ترمذی میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جب قریب المرگ ہوئے تو ایک شخص ان کو ”لا الہ الا اللہ“ کی تلقین کرنے لگا، اور اس کلمہ کو بار بار کہنے لگا، عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: جب میں نے اس کلمہ کو ایک بار کہہ لیا تو میں اسی پر ہوں، جب تک کہ میں کوئی اور بات نہ بولوں۔<sup>۱</sup>

تلقین کے معاملہ میں بھی اب مسلمانوں میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و طریقے کا

۱۔ ترمذی۔ کتاب الجنائز: باب ماجاء فی تلقین مریض عند الموت، تحت ح ۹۷۷ تعلیقا

بصیغۃ التمریض۔ واللہ اعلم

لحاظ کم رہ گیا ہے۔ بہت سے حضرات ہیں جو تلقین کا خیال نہیں کرتے اس موقعہ کا وہ بس شرعی طریقہ یہ سمجھتے ہیں کہ مریض کے پاس کچھ لوگ بیٹھ کر سورہ لیس کی تلاوت شروع کر دیں، اور اگر بعض حضرات تلقین پر عمل کرتے ہیں تو عموماً تلقین کا وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جان کنی میں مبتلا مریض کو اس سے اکتاہٹ ہونے لگے۔

## میت کا کفن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ میت کا کفن بہت قیمتی نہ ہونا چاہئے۔<sup>۱</sup> لیکن یہ عجیب بات ہے کہ لوگ زندگی میں اسے اچھا کپڑا دیتے رہے ہوں، یا نہ دیتے رہے ہوں، مگر کفن دینا ہوگا تو بہت قیمتی کفن دیں گے۔ وہ کہتے ہیں ایسا اگر انقدر قیمتی شخص جارہا ہے تو ہم اسے قیمتی کفن کیوں نہ دیں؟ یہ بڑی مہمل دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”کفن بہت قیمتی نہ دو، کیونکہ وہ بہت جلد چھین لیا جائے گا“۔ (یعنی گل

سڑ جائے گا)<sup>۲</sup>

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سفید کپڑے پہنا کرو، سفید لباس سب سے اچھا ہوتا ہے، اور سفید

کپڑے میں اپنے مردوں کو کفناؤ۔“<sup>۳</sup>

البتہ کفن بہت معمولی بھی نہ ہونا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ ابوداؤد۔ کتب الجنائز۔ باب کرہیۃ المغالاة فی الکفن (ح ۳۱۵۴) اس کی سند میں عمرو بن ہاشم راوی

لین الحدیث ہے۔ البتہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل سے دلیل لی جاسکتی ہے، دیکھئے بخاری: کتاب

الجنائز: باب موت یوم الاثنین (ح ۱۳۸۷)

۲۔ حوالہ سابق وسندہ ضعیف۔

۳۔ ابوداؤد۔ کتاب اللباس: باب فی البیاض (ح ۴۰۶۱)

ترمذی۔ کتاب الجنائز: باب ما جاء من استحباب من الاکفان (ح ۹۹۴)

ابن ماجہ۔ کتاب اللباس: باب البیاض من العیاب (ح ۳۵۶۶)

فرمایا ہے: ”جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔“<sup>۱</sup>  
یعنی کفن اوسط درجے کا، صاف ستھرا، کامل اور سنت کے مطابق ہو۔

### جنازہ سے متعلق بعض رائج منکرات

اور یہ بدعت ہے جو بعض جگہ رائج ہے، کہ نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص باواز بلند کہتا ہے، کہ اس میت کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا گواہی ہے، اور حاضرین جواب دیتے ہیں یہ نیک آدمی تھا۔ یہ گواہی اور یہ سوال و جواب نہ تو عہد رسالت میں تھا، نہ آپ کے بعد عہد خیر القرون میں۔ پھر اس گواہی میں حاضرین کی طرف سے عموماً کذب بیانی بھی ہوتی ہے۔ میت کا فسق و فجور معروف ہوتا ہے، پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ یہ اچھا آدمی تھا۔  
مصر کے دیہاتوں میں یہ بدعت بھی رائج ہے کہ جب جنازہ مسجد میں رکھا جاتا ہے تو نماز جنازہ سے پہلے کوئی حافظ، قرآن کی دس آیتیں پڑھتا ہے، اس عمل کا سراغ بھی، نہ عہد رسالت میں ملتا ہے نہ سلف صالحین میں۔ گویا طرح طرح کی بدعات ہیں جو لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں۔

اور یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے باواز بلند کلمہ شہادت یا دعائیں پڑھتے چلیں۔ اس کا صحیح حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے جو یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے پیچھے چلتے تھے، اور ہم لوگ جنازہ کے ساتھ جانے اور واپس آنے کی حالت میں آپ سے کچھ نہیں سنتے تھے، سوائے ”لا الہ الا اللہ“ کے۔<sup>۲</sup> تو یہ روایت ضعیف ہے، فقہائے حنفیہ نے بھی لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ چپ چاپ چلنا چاہئے، کوئی کلمہ یا کوئی دعا یا قرآن مجید باواز بلند پڑھتے ہوئے نہیں چلنا چاہئے۔ (ملاحظہ ہو ذر مختار وغیرہ)

بالاجماع سنت طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ چپ چاپ موت اور آخرت کو یاد کرتے ہوئے چلا جائے نہ کہ آوازیں بلند کرتے ہوئے۔ سنت کی اتباع ہونی چاہئے نہ

۱۔ مسلم۔ کتاب الجنائز: باب فی تحسین کفن المیت (۹۴۳ح)

۲۔ ضعیف اور موضوع روایات۔ ۱۴۱۶

کہ سنت کی مخالفت۔

اذ الخیر کلہ فی الاتباع و کل الشر فی الابتداء.....  
 ”اس لئے کہ خیر تمام تر اتباع سنت میں ہے اور ہر طرح کی برائی بدعت  
 اختیار کرنے میں ہے۔“

مومنوں کا طریقہ کتاب و سنت ہی پر عمل کرنا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا: ”وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے غیر کا طریقہ اختیار کرے۔“<sup>۱</sup>  
 اور آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ان تین موقعوں پر خاموشی پسند کرتا ہے:

(۱) تلاوت قرآن کے وقت

(۲) جنگ کے وقت

(۳) اور جنازہ کے پاس“<sup>۲</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے آواز بلند  
 کرنا ناپسند کرتے تھے۔ ایک شخص نے جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے کہا:  
 استغفروا للمیت..... ”میت کیلئے استغفار کرو۔“

تو صحابہؓ نے ناراض ہو کر کہا: ”لا غفر اللہ لک“ (اللہ تیری مغفرت نہ کرے)<sup>۳</sup>  
 جب اتنی سی بات بھی جنازہ کے ساتھ صحابہؓ نے ناپسند کی تو آواز کی گونج اور شور و  
 غل جنازہ کے ساتھ کتنی ناپسندیدہ بات ہوگی۔

اکثر جہلاء میں ثواب رسائی کی یہ بدعت کثرت سے جاری ہے کہ کسی حافظ کو نوکر  
 رکھ کر، یا کچھ اجرت دے کر میت کے لئے قرآن پڑھاتے ہیں۔ سو اس صورت سے میت کو  
 ثواب نہیں پہنچتا ہے۔ فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ اس صورت سے نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے  
 اور نہ قرآن پڑھنے والے اور پڑھانے والے کو ثواب ملتا ہے بلکہ یہ پڑھنے والے اور

۱۔ ترمذی۔ کتاب الاستغناء: باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید فی السلام، (ج ۲۶۹۵)

۲۔ طبرانی فی الکبیر ۵/۲۱۳ ج ۵۱۳۰ اس کی سند راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳۔ المغنی لابن قدامہ، (۳/۴۰۰) ابن ابی شیبہ (۳/۲۷۳، ۲۷۴)

پڑھانے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔

زیارتِ قبر کے وقت قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنے کے بارے میں مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاذکار میں لکھا ہے، کہ محمد بن احمد مروزی نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ ”جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ تو سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس اور قل ہو اللہ احد پڑھو اور اہل کا ثواب مردوں کو بخشو، مردوں کو اس کا ثواب پہنچے گا۔“<sup>۱</sup>

امام احمد کے علاوہ بعض اور اہل علم نے بھی زیارتِ قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض دیگر سورتوں کو پڑھنے اور ان کا ثواب مردوں کو بخشنے کو لکھا ہے مگر باوجود تلاشِ بسیار کے اس بارے میں کوئی حدیث مرفوعہ صحیح میری نظر سے نہیں گزری اور جو مرفوع حدیثیں اس باب میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔<sup>۲</sup>

ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اس پر اجماع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے۔ (تفسیر سورۃ نجم)

مگر دعا و صدقہ کے لئے بھی شریعت سے نہ کوئی دن مقرر ہے، نہ خاص وقت مقرر ہے بلکہ جب اور جس وقت چاہے مردوں کے واسطے صدقہ کرے اور ان کے لئے دعا و استغفار کرے اور ثواب پہنچانے کے لئے تیسرے، یا دسویں، یا بیسویں، یا چالیسویں دن کو، یا کسی اور دن کو مخصوص کرنا، یا ہفتہ میں جمعرات کو خاص کرنا غیر مشروع و ناجائز ہے۔

یہ حدیث جو مشہور ہے کہ ”مومنین کی روحیں جمعہ کی شب اور عیدین و شبِ برأت

۱۔ المغنی لابن قدامہ۔ (۲/۲۲۳-۲۲۵) نحو المعنی کتاب الاذکار للنووی (ص ۱۵۰) مختصراً۔ ابوداؤد۔

کتاب الجنائز: باب کرہیۃ الذبح عند القبر (ج ۳۲۲۲)

۲۔ کتاب الجنائز (ص ۹۱)

کو چھوٹی ہیں اور پہلے اپنی قبروں کو پھر اپنے گھروں کو آتی ہیں، پھر نرم آواز سے اپنے اقرباء کو پکارتی ہیں کہ ہمارے واسطے کچھ صدقات و خیرات کرو، پس اگر وہ کچھ صدقات و خیرات کرتے ہیں تو دعا دے جاتی ہیں ورنہ ناخوش ہو کر چلی جاتی ہیں۔“ سو یہ روایت بالکل ہی بے اصل ہے اور ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔ (کتاب الجنائز: ص ۹۶، ۹۷)

ایک روایت ”ہدیۃ الحرمین“ کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم جب فوت ہوئے تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ خشک کھجور اور دودھ، جس میں جو کی روٹی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آپ نے اس پر سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور سیدنا ابوذر سے فرمایا: اسے تقسیم کر دو، میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا۔“ یہ قصہ بھی بالکل من گھڑت ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی رحمہ اللہ کے پاس ایک استفتاء آیا، اُن سے سوال کیا گیا تھا کہ:

”ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے سوم اور دسویں، بیسویں و چہلم وغیرہ میں چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحاب کو کھلایا، پس ہمارے دور میں لوگ پھول پان وغیرہ کرنے سے چہلم و سوم و دسویں و بیسویں میں روکتے ہوتے ہیں، کیسا ہے؟“

مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا:

هو المصوب۔ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے قطعاً غلط ہے کتب معتبرہ میں اس کا نشان تک نہیں۔ واللہ اعلم ۱

## ماتمی و تعزیتی اجتماع

شیخ (مؤلف الابداع فی مضار الابداع) نے ماتمی اجتماع کو بدعت قرار دیا ہے

۱۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ جلد دوم کتاب الخطر والاباحۃ ۹۸ طبع لاہور

جو میت پر اظہارِ غم کے لئے کیا جاتا ہے، اور شیخ فرماتے ہیں اس میں کسی غرضِ صحیح کے بغیر مال ضائع کرنا پایا جاتا ہے، جو حرام ہے۔ لوگ اجتماع کے لئے فرش اور کرسیوں وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں، جس میں مال ضائع ہوتا ہے اور میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، البتہ میت کے گھر والوں کو اس سے مالی نقصان ہوتا ہے، اور جو کچھ ماتمی کام دفن کے بعد ہوتا ہے ایک دن، یا تین دن تک اس کے بدعت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

نیز شارعِ علیہ السلام سے اور سلف سے یہ بھی کہیں ثابت نہیں کہ وہ کہیں اس لئے جا کر بیٹھے ہوں تاکہ لوگ ان کے پاس آئیں اور ان کی تعزیت کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تو یہ تھا کہ صحابہ میں سے جو فوت ہوتا اسے دفن کرتے اور اس سے فارغ ہو کر اپنے کام کیلئے چلے جاتے۔ یہی آپ کی سنت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا طریقہ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور ضروری ہے کہ ہم آپ کی اتباع ترک و عمل (یعنی جو نہیں کیا جو کیا ہے) دونوں چیزوں میں کریں۔ جس کام کو آپ نے نہیں کیا ہے اُسے نہ کریں اور جس کام کو کیا ہے اُسے کریں۔

جمہور علماء نے ماتمی اجتماعات کو ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس سے غم تازہ ہوتا ہے اور جس کی تعزیت کی جا رہی ہے اس پر مالی بار پڑتا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ میت کے گھر والوں سے تعزیت کرتے تھے لیکن آپ کا طریقہ یہ نہ تھا کہ تعزیت کے لئے اجتماع کرتے ہوں (نہ قبر کے پاس نہ قبر کے سوا کہیں) یہ سب باتیں جو ایجاد کر لی گئی ہیں، بدعت ہیں۔ آپ کا طریقہ تھا سکون (واویلہ نہ کرنا) اور رضا بالقضاء (اللہ کے فیصلہ پر راضی ہونا) اور ہر حال میں اللہ کی تعریف کرنا اور ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھنا۔ آپ نے میت کے گھر والوں کو مکلف نہیں کیا کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلائیں، بلکہ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اہل میت کیلئے کھانا بھیجیں اور یہی اعلیٰ اخلاق کی بات ہے۔ (زاد المعاد (۱/۵۲۷-۵۲۸))

ماتمی اجتماعات میں لوگ بڑے مبالغہ کے ساتھ میت کی تعریف کرتے ہیں۔ ان پر مرثیے پڑھتے ہیں اور اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مرحوم کی موت سے اُمت میں ایسا



خلا پیدا ہو گیا ہے، جس کا ہر ہونا محال ہے، ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ فضل ان کے ساتھ رخصت ہو گیا اور علم یتیم ہو گیا وغیرہ، حالانکہ یہ باتیں صریح جھوٹ پر مبنی ہوتی ہیں۔

## اہل میت کی تعزیت

اہل میت کی تعزیت کرنا یعنی ان کو صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا سنت ہے۔ تعزیت سے مصیبت زدگان کے مغموم دلوں کو تسلی ہوتی ہے اور ان کو صبر و سکون حاصل ہوتا ہے اور تعزیت کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو مسلمان اپنے کسی بھائی کی مصیبت میں اس کی تعزیت کرے تو اللہ

تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بزرگی کا حلقہ پہنائے گا۔“<sup>۱</sup>

تعزیت کی فضیلت میں کئی حدیثیں مروی ہیں۔ تعزیت کے واسطے کوئی خاص لفظ یا کوئی خاص جملہ مقرر نہیں ہے، بس ایسی بات کہنی چاہئے جس سے اہل میت کو صبر و تسلی حاصل ہو اور غم دور ہو۔<sup>۲</sup>

## میت کو مقام وفات سے بہت دور لے جا کر دفن کرنا

آج کل جب کہ کسی چیز کو بڑی سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے ذرائع پیدا ہو گئے ہیں، تو بعض لوگ وفات پانے والے اپنے رشتہ دار کو، زریکثیر صرف کر کے بہت دور دراز مقام سے اپنے متعلقین میں لے آتے ہیں اور مقام وفات سے سینکڑوں ہزاروں میل دور لاکر اسے اپنے آبائی قبرستان میں دفن کرتے ہیں۔ حالانکہ سنت یہ ہے کہ میت کو اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کیا جائے جہاں اس کا انتقال ہوا ہے، یا جہاں وہ شہید ہوا ہے، میل دو میل دور منتقل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں (کیونکہ بعض شہروں کے قبرستان ہی اتنی دوری پر ہوتے ہیں) لیکن میت کو اس کے مقام وفات سے دور دراز مقام

۱۔ ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز۔ باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا۔ (ح ۱۶۰۱)

۲۔ البتہ مسنون الفاظ یہ ہیں: ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شیء عندہ باجل مسمى فلتصبر ولتحتسب. (بخاری). کتاب التوحید: قول اللہ عزوجل ”قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن“ (ح ۷۳۷۷) مسلم. کتاب الجنائز: باب البكاء علی المیت (ح ۹۲۳)

پر دفن کرنے کیلئے لے جانا درست نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے غزوة احد میں شہید ہونے والوں کو وہیں دفن کیا جہاں وہ شہید ہوئے تھے۔ حالانکہ مدینہ کا قبرستان احد سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔

اسی طرح دمشق کی فتح کے موقع پر جو لوگ شہید کیے گئے تھے انہیں کسی اور مقام پر منتقل نہیں کیا گیا۔

اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب وہ اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر گئیں، جن کی وفات ملک شام میں ہوئی تھی اور وہ مکہ لا کر دفن کیے گئے تھے تو فرمایا اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو تم کو وہاں سے مکہ منتقل نہ کرنے دیتی۔<sup>۱</sup>

سیدنا یعقوب و یوسف علیہما السلام جو مصر سے شام منتقل کئے گئے تھے تاکہ اپنے آباؤ اجداد کے پہلو میں دفن ہوں، تو وہ ہم سے پہلے کی شریعت تھی، جس سے احتجاج (دلیل لینا) درست نہیں۔ نیز میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے میں ایسی زحمت اور خرچ برداشت کرنا ہوتا ہے جو محض اسراف کے زمرے میں آتا ہے اور جس میں دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نہیں۔

نیز میت کو دور دراز مقام سے منتقل کرنا اسے دفن کرنے میں کافی تاخیر کا موجب ہوتا ہے، جبکہ میت کو دفن کرنے میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔

۱۔ ابوداؤد کتاب الجنائز: باب فی المیت یحمل من ارض الی ارض و کراهة ذالک (ح ۳۱۶۵) ترمذی۔ کتاب الجهاد: باب (۳۸) ما جاء فی دفن القتیل فی مقتله (ح ۱۷۱۷) نسائی۔ کتاب الجنائز: باب این یدفن الشہید (ح ۲۰۰۶-۲۰۰۷) ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز: باب ما جاء فی الصلاة علی الشہداء و دفنہم۔ (ح ۱۵۱۶)  
۲۔ ترمذی۔ کتاب الجنائز: باب ما جاء فی الزیارة القبور للنساء (ح ۱۰۵۵)

## میلا و منانے کی بدعت

میلا و منانے کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں فاطمی خلفاء نے قاہرہ (مصر) میں ایجاد کی۔ اسی طرح انہوں نے چھ میلا و منانے میں مزید رائج کیں:

- .....۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن میلا و
- .....۲ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جشن میلا و
- .....۳ سیرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جشن ولادت
- .....۴ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا جشن ولادت
- .....۵ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا جشن ولادت
- .....۶ خلیفہ وقت کا جشن ولادت

اور یہ سب جشن عرصہ تک منائے جاتے رہے، یہاں تک کہ افضل بن امیر الجیوش نے اس رسم کو ختم کیا اور کافی دنوں تک یہ بدعت موقوف رہی اور لوگوں کے لئے یہ بھولی بسری چیز ہو گئی۔ لیکن ۵۲۳ھ میں خلیفہ بغداد آمر با حکام اللہ نے اپنے دور خلافت میں پھر سے اس رسم کو جاری کر دیا۔ اور شہر اربل (عراق) میں سب سے پہلے ملک مظفر ابو سعید نے ساتویں صدی ہجری میں جشن میلا و النبی رائج کیا۔ پھر تب سے اب تک یہ بدعت جاری ہے۔ اور لوگوں نے وقتاً فوقتاً اس میں مزید بدعتیں شامل کیں، جس کا مطالبہ ان کے نفس نے کیا جو شیاطین نے انہیں سجھایا۔

میلا و منانے کی بدعت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب اسے بدعت اور دور

خیر القرون کے بہت بعد کی ایجاد سمجھتے ہیں اور بموجب حدیث نبوی:

كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (الحدیث)

”دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ اس کے حسن

ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

”گذشتہ لوگوں میں سے بعض نے بدعت میں کچھ حسن دیکھا، کہ بدعت

کی بعض قسموں کو انہوں نے مستحسن قرار دیا، لیکن اس فقیر کو اس مسئلہ میں

ان سے اتفاق نہیں، وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں اس کو

سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ اور محسوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

”سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں نے کہاں سے کسی ایسے کام میں حسن ہونے

کا فیصلہ کیا جو اسلام کے دینِ کامل اور اللہ کے پسندیدہ و مقبول دین میں

اتمامِ نعمت کے بعد ایجاد کیا گیا ہو؟ کیا ان کو یہ موٹی سی بات معلوم نہیں،

کہ اتمام و اکمال اور قبولیت کے بعد کسی دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی

جائے، تو اس میں حسن نہیں ہو سکتا؟“

فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ.....

”حق کے بعد صرف ضلال ہی کا درجہ رہ جاتا ہے۔“

اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ دینِ کامل میں کسی نو پیدا شدہ چیز کے حسن کا

فیصلہ کرنا، اس کے عدم کمال کو مستلزم ہے اور اس بات کا اعلان کہ نعمت

ابھی تام نہیں ہوئی ہے تو وہ کبھی اس کی جرأت نہ کرتے!

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

”جب دین میں ہر نو ایجاد چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت، تو کسی

بدعت میں حسن پائے جانے کا کیا مطلب؟ اور جب احادیث سے صاف طور پر یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ ہر بدعت رافع سنت (سنت سے محروم کرنے والی) ہوتی ہے اور اس میں کوئی حسنة یا سیدہ کی تخصیص نہیں، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر بدعت سیدہ ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

”جب کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے تو اسی کے بقدر سنت اٹھالی جاتی ہے“ (مسند احمد (۱۰۵/۳) وسندہ ضعیف)

پس سنت کو اختیار کرنا، بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔ اور سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب بھی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت پیدا کرے گی، تو ضرور اللہ تعالیٰ ان سنتوں میں سے، جن پر وہ عمل پیرا ہیں، کوئی سنت سلب کر لے گا، پھر قیامت تک وہ ان کو واپس نہ دے گا“۔<sup>۱</sup>

جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے حسنة سمجھا ہے، جب ان پر اچھی طرح سے غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔

اسی مکتوب میں بدعت حسنة کے وجود کا بالکل انکار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”لوگوں نے کہا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنة اور بدعت سیدہ۔ اس (بزعم خود) نیک عمل کو بدعت حسنة کہتے ہیں جو عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو، اور اس سے کوئی سنت نہ اٹھتی ہو۔ اور بدعت سیدہ وہ ہے جو رافع سنت ہو۔ اس فقیر کو ان بدعات میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت نظر نہیں آتی اور اس میں سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ فرض بھی کر لیا جائے کہ آج

<sup>۱</sup> سنن الداری (ج ۹۸) راوی کا مکمل نام حسان بن عطیہ محاربی ہے، یہ ثقہ تابعی ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک نہیں ہے بلکہ ان کا اپنا قول ہے واللہ اعلم! (مشکوٰۃ مترجم) (ص ۱۲۲ ج ۱۸۸) اس مفہوم کی مرفوع روایت مسند احمد (۱۰۵/۳) میں ہے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے۔

کسی عمل مبتدع میں ضعفِ بصارت کی وجہ سے تازگی و صفائی نظر آتی ہے، تو کل (موت کے بعد) جب نظر تیز اور دور بین ہوگی تو خسارہ کے احساس اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔<sup>۱</sup>

”جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جس کا امور دین میں سے ہونا ثابت نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔“

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے محفلِ میلاد کی بابت بھی سوال کیا گیا تھا، تو آپ نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا اور اسے بالکل بند کر دینا ضروری قرار دیا۔

(ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۵۳ تا ۲۶۰)

حافظ ابو بکر بغدادی حنفی الشہیر باہن نقطۃ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

ان عمل المولود لم یقل عن السلف ولا خیر فیما لم یعمل بہ السلف.

”بے شک میلاد کا کام سلف سے منقول نہیں ہے اور اس کام میں کبھی بھی بھلائی نہیں ہو سکتی جسے سلف نے نہ کیا ہو۔“

امام احمد بھری اپنی کتاب ”قول معتمد“ میں فرماتے ہیں:

قد اتفق علماء المذاهب الاربعۃ علی ذم العمل بہ.

”چاروں مذاہب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ میلاد کا کام مذموم کام ہے۔“

اذان جمعہ کے بعد مؤذن کا بعض آیات و احادیث کا پڑھنا

بعض مقامات میں یہ بدعت بھی پائی جاتی ہے کہ جب خطیب خطبہ جمعہ کے لئے منبر پر جاتا ہے اور مؤذن اس کے روبرو کھڑا ہو کر اذان دے دیتا ہے تو اذان کے بعد کوئی

<sup>۱</sup> بخاری۔ کتاب الصلح: باب اذا صلحوا علی صلح جور فاح مردود، (ج ۲۶۹۷) مسلم۔ کتاب الاقضية:

باب نقص الاحکام الباطلة و رد محدثات الامور (ج ۱۷۱۸)

شخص کھڑا ہو کر قرآن کی یہ آیت:

ان الله وملائكته يصلون على النبي. (الاحزاب: ۳۳)

اور حدیث نبوی:

اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة والامام يخطب انصت  
فقد لغوت. ۱

باواز بلند پڑھتا ہے، شیخ فرماتے ہیں:

ولا شك انه من البدع المذمومة.

”اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک مذموم بدعت ہے۔“

### مسجد میں آواز بلند کرنا

بعض مسجدوں میں یہ منکر بھی پایا جاتا ہے کہ لوگ مسجدوں میں جمعہ کے دن سورہ کہف گنگنا کر پڑھتے ہیں، جب دوسرے لوگ بھی وہاں ہوتے ہیں۔ کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے، لوگ ذکر الہی، تلاوت قرآن میں اور آیات الہی پر غور و خوض میں مشغول ہیں اور اس شخص کی گنگنائی آواز دوسرے لوگوں کے نیک مشاغل میں خلل انداز ہو رہی ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معکف تھے، آپ نے لوگوں کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو معکف کا پردہ اٹھایا اور فرمایا:

”آگاہ ہو جاؤ کہ تم سب کے سب ذکر الہی میں مشغول ہو اور اپنے رب سے سرگوشی کر رہے ہو، پس کوئی کسی کو تکلیف نہ دے اور پڑھنے میں کوئی کسی پر آواز بلند نہ کرے۔“ ۲

۱ بخاری۔ کتاب الجمعة: باب الانصات يوم الجمعة والامام يخطب (۹۳۳ح)

مسلم۔ کتاب الجمعة: باب في الانصات يوم الجمعة في الخطبة (۸۵۱ح)

۲ ابوداؤد، کتاب التطوع: باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل (۱۳۳۲ح)

دوسری بات یہ ہے کہ بغیر کسی شرعی ضرورت کے مسجدوں میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف نکلے جو کہ نماز پڑھ رہے تھے اور اس میں بآواز بلند قرأت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

”نمازی اللہ سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے خیال رکھنا چاہئے کہ اس کی سرگوشی میں خلل واقع نہ ہو اور تم میں سے کوئی کسی پر قرأت قرآن میں آواز بلند نہ کرے۔“<sup>۱</sup>

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”اے علی! جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں وہاں اپنی قرأت اور اپنی دعا بلند آواز سے نہ کرو کیونکہ اس سے ان کی نماز میں خلل پیدا ہوگا۔“<sup>۲</sup>

اور درمختار میں ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے مگر یہ کہ کوئی شخص مسجد میں علم حاصل کر رہا ہو اور طلب علم کے لئے آواز بلند کرنی پڑے۔<sup>۳</sup>

اور ابن عماد شافعی نے فرمایا کہ اس طرح زور سے قرأت قرآن حرام ہے کہ دوسرے کی نماز میں خلل ہو۔<sup>۴</sup> اور بعض دوسرے علماء سے بھی صراحتاً اس کی حرمت منقول ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مسجدوں میں اونچی آواز سے پڑھنا طریقہ نبوی اور طریقہ صحابہ کے خلاف ہے۔ وہ لوگ ذکر اذکار میں اور قرآن پڑھنے میں آواز بلند کرنا ناپسند کرتے تھے، خاص طور پر جب کہ وہ مسجد میں ہوں جہاں کہ دوسرے لوگ ذکر الہی یا تلاوت قرآن میں مشغول ہوں۔

رہا مسئلہ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کا، تو یہ احادیث میں وارد ہے، حاکم اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لیا کرے اللہ

۱ مؤطا امام مالک (۸۰/۱) کتاب الصلاة۔ باب العمل فی الصلاة۔

۲ مسند احمد (۸۸/۱) مسند ابی یعلیٰ (۳۸۳/۱) (ج ۲۹۷) اس کی سند میں حارث الاعور راوی ضعیف ہے۔

۳ در المختار (۳/۱۹۹۴) (ردالمحتار (۱/۴۸۸))

۴ الفقہ علی مذاہب الاربعہ (۱/۲۳۶)



تعالیٰ اس کے لئے زمین و آسمان کے مابین روشنی کر دے گا۔ ۱

## مساجد میں گپ شپ اور دنیاوی باتیں کرنا

منکرات مساجد میں سے لوگوں کا مسجدوں میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی دنیاوی باتیں کرنا بھی ہے۔ اور یہ خرابی بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے، کہ مسجدوں میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی بے ہودہ باتیں اور گفتگو کرتے ہیں، ہنستے ہیں، قہقہہ لگاتے ہیں اور تالی بجاتے ہیں، حالانکہ اس سے اللہ کے گھر کی بڑی بے حرمتی ہوتی ہے، نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے اور عبادت گزاروں کی عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”آخری زمانے میں (جب کہ لوگوں میں بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو جائے

گا) ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی مسجدوں میں بیٹھے دنیا کی باتیں کریں

گے، اللہ کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔“ ۲

اور سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے:

”لوگوں پر ایسا دور بھی آئے گا کہ وہ مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے،

تم ایسے لوگوں سے مجلس (تعلق) نہ رکھنا، اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی

ضرورت نہیں۔“ ۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ ہم دیکھتے ہیں

کہ لوگ مسجدوں میں بیٹھے بلا روک ٹوک ہر طرح کی گفتگو کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جھوٹ، چغلی،

۱ مستدرک حاکم۔ (۳۶۸/۲) بیہقی فی السنن الکبریٰ (۲۳۹/۳) عن ابی سعید الخدریؓ

۲ طبرانی فی الکبیر (۲۳۵-۱۰) ح (۱۰۳۵۲) مجمع الزوائد (۲۳۸۲) (اس کی سند میں ابو خلیل بزیج راوی

ضعیف ہے۔ جس کی نسبت وضع کی طرف کی گئی ہے ابن حبان (موارد ۹۳۱۱) میں اس کی دوسری سند بھی

ہے۔ لیکن اس میں ابوتقی عبد الحمید بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔ مع ہذا عنعنہ الاعمش۔ البتہ علامہ البانی

رحمہ اللہ نے اسے سلسلہ احادیث الصحیحہ (۱۱۶۳) میں ذکر کیا ہے اور اس کے طرق اور شواہد ذکر کیے ہیں

وفی کلبہ مقال (ہر ایک میں کلام ہے) جس کی وجہ سے دل مطمئن نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

۳ مشکوٰۃ (ح ۷۳۳) بحوالہ شعب الایمان (۲۹۶۲)

غیبت، الزام تراشیاں، سازشیں تک مسجدوں میں بیٹھ کر کرتے ہیں اور کوئی احساسِ گناہ نہیں ہوتا۔ لوگ عبادت، تلاوت اور ذکر و اذکار میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ باتیں، تکرار اور بحث و جدل کرتے ہیں، انہیں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ عبادت گزاروں کے نیک مشاغل میں خلل انداز ہو رہے ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ وضاحت کر دینی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مسجدوں میں بات چیت مطلقاً منع نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے مسجدوں میں گفتگو کرنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

ساک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں بیٹھنے کا آپ کو اتفاق ہوا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! بہت اتفاق ہوا ہے اور صبح کو تو عموماً آپ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک وہیں مصلیٰ پر، صحابہ کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے۔ اور اس وقفہ میں گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا، یہاں تک کہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بھی بہت سی باتیں کیا کرتے اور لوگوں کو ہنسی بھی آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکراتے۔<sup>۱</sup>

لیکن ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی گفتگو لغو، اور مہمل یا ممنوع گفتگو نہ ہوا کرتی تھی اور نہ عبادت گزاروں کے مشاغل میں خلل انداز ہونے کی صورت تھی، جس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار منع فرمایا ہے۔ اور صحابہ کرام بھی اس کا خاص خیال رکھتے تھے۔

سائب بن یزید فرماتے ہیں، میں ایک دن مسجد میں سویا ہوا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ سیدنا عمرؓ تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: دیکھو، وہ دو آدمی باتیں کر رہے ہیں، انہیں میرے پاس لے آؤ، میں ان دونوں کو لے آیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: تم دونوں کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ بولے ہم طائف کے رہنے والے لوگ ہیں، طائف سے آئے ہیں۔ فرمایا: اگر تم

<sup>۱</sup> مسلم۔ کتاب المساجد: باب فضل الجلووس فی مصلاۃ بعد الصبح (ج ۶۷۰)

مدینہ والوں میں سے ہوتے (یعنی مہمان نہ ہوتے) تو میں تم دونوں کو بہت پیٹتا۔ تم دونوں مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو؟<sup>۱</sup>

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر ایک کنارے پر ایک جگہ خاص کر دی تھی (جس کا نام بطیحا تھا) کہ گفتگو کرنی ہو یا آواز کے ساتھ کچھ پڑھنا ہو تو وہاں جا کر بیٹھیں۔<sup>۲</sup> مسجدوں میں ایسے بچوں کا لانا بھی مسجدوں کی بے حرمتی کا سبب ہوتا ہے، جو کہ مسجدوں میں کھیلتے کودتے اور شور و غل مچاتے ہیں اور لوگوں کی عبادتوں میں خلل کا باعث ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں سے، پاگلوں سے، جھگڑوں سے، خرید و فروخت سے، تیغ زنی سے، آواز بلند کرنے سے بچاؤ اور جمعہ کے دن خوشبو کے لئے مسجدوں میں اگر بتی وغیرہ سلگاؤ، اور پاکی حاصل کرنے کیلئے مسجد کے دروازوں پر برتن رکھو۔<sup>۳</sup>

چھوٹے بچوں کا مسجدوں میں آنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے لیکن وہ مسجد کی بے حرمتی کا اور لوگوں کی عبادت میں خلل کا سبب بن رہے ہوں تو ان کو مسجدوں میں آنے سے ضرور روکنا چاہئے (یا نادیا مسجد کے آداب سکھانے چاہئیں)۔

### اجتماعی شکل میں تکبیرات پکارتے ہوئے عید گاہ جانا

مساجد سے متعلق بدعات و منکرات میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض مقامات میں لوگ عید کے دن مسجدوں میں اکٹھے ہوتے ہیں اور دو گروپوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور وہاں سے اجتماعی شکل میں تکبیرات پکارتے ہوئے عید گاہ جاتے ہیں اور اس طرح کہ ایک گروہ تکبیر پکارتا ہے، پھر جو ابا دوسرا گروہ تکبیر پکارتا ہے، حالانکہ مسنون طریقہ

۱ بخاری کتاب الصلوٰۃ: باب رفع الصوت فی المسجد (ج ۴۰ ص ۴۷۰)

۲ مؤطا امام مالک (۱/۱۷۵) کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر: باب جامع الصلوٰۃ، بلا غابون السند (بیہقی) (۱۰۳/۱۰) مرسلا

۳ ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب ما یکرہ فی المساجد، ج ۵۰ ص ۷۵۰۔ اس کی سند میں ابوسعید المصلوب راوی کذاب اور ضاع ہے وہ فیہ عطل اخری.....

یہ ہے کہ لوگ عید کے دن گھروں میں، راستوں میں، اور عید گاہ میں انفرادی طور پر تکبیرات پکاریں۔ اس کے لئے یہ نئی شکل نکالنی درست نہیں ہے۔ حقیقت میں دین اسلام میں اسی طرح سے نئے طریقوں کا اضافہ ہوا ہے۔ مسنون طریقہ پر اکتفا نہ کرنے کے سبب بہت سی نئی چیزیں ایجاد ہوئیں اور رفتہ رفتہ وہ جزو دین سمجھی جانے لگیں۔

### مساجد کی سجاوٹ

مساجد سے متعلق بدعات و منکرات میں سے مسجدوں کی آرائش اور محراب کی تزئین بھی ہے، خاص طور پر محراب کی تزئین مسجد کے بقیہ حصوں کی تزئین سے زیادہ بری ہے، کیونکہ وہ نمازی کی نظر کے سامنے ہوتی ہے اور اس کے دل کو نماز سے غافل کر دیتی ہے۔ مسجد و محراب کو مزین و آراستہ کرنا، اس میں نقش و نگار اور گل بوٹے بنانا، یا اسے کسی طرح سے شیشے یا جھنڈیاں وغیرہ لگا کر جاذب نظر کرنا ان میں سے کوئی چیز زمانہ رسالت میں نہ تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کروائی تو فرمایا: میں اس کے ذریعے بارش وغیرہ سے لوگوں کا بچاؤ کر رہا ہوں، اور مسجد لال پیلی کرنے سے منع فرمایا۔<sup>۱</sup>

پہلا وہ شخص جس نے مسجدوں کی آرائش و زیبائش کی بدعت نکالی وہ ولید بن عبد الملک ہے حالانکہ سلف صالحین ہمیشہ مسجد و محراب کی زیبائش و آرائش کو نیز مصحف کی آرائش کو ناپسند کرتے رہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ:

”جب تم اپنی مسجدیں آراستہ کرنے لگو گے اور اپنے مصحف (قرآن

مجید) کو مزین کو مرصع کرو گے تو تم پر تباہی کا نزول ہونے لگے گا۔“

۱۔ الحلی لابن حزم ۹/۲۳۸، بدون الاسناد

۲۔ الحلی لابن حزم (۹/۲۳۸) موقوف علی ابی الدارہ بدون الاسناد مصنف عبدالرزاق ۳/۱۵۴ (۵۱۳۲ح)

وسندہ ضعیف لانتفاء۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ اپنی مسجدیں مزین کرنے لگیں گے تو ان کے اعمال خراب ہو جائیں گے اور سیدنا علی قبیلہ تیم کی ایک مزین مسجد سے گزرتے تو فرماتے: ”یہ قبیلہ تیم کا گر جا ہے“۔<sup>۱</sup>

سیدنا ابن عباسؓ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ بھی کنگرے دار مسجدیں بنوانے لگو گے جیسا کہ یہود نے اپنے کنیسوں کو کنگرے دار بنایا اور نصاریٰ نے اپنے گرجوں کو۔<sup>۲</sup>

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کے بگاڑ و بد عملی کی علامتوں میں سے یہ ایک علامت قرار دی ہے کہ وہ اپنی مسجدیں مزین کرنے لگیں۔<sup>۳</sup>

بدترین بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس دور کے بہت سے پیروں اور مرشدوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کی اچھی سی قبر بنائی جائے، اس پر قبہ تعمیر کیا جائے اور اس کی زیارت کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ

### خود ساختہ اذکار و وظائف

نیز ان کی بدعات میں سے یہ بدعت بھی ہے کہ وہ شریعت کے ثابت شدہ اذکار و دعائیں چھوڑ کر خود ساختہ ذکر و وظیفہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم نے اپنے شیخ کو بہت سے علماء کی موجودگی میں یہ ذکر کرتے ہوئے پایا ہے اور علماء نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ غیر ثابت اذکار مردود ہیں وہ قیامت کو اس شخص کے منہ پر مار دیے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اصحاب البدع کلاب النار..... (الضعیفہ، ح ۲۷۹۲)

۱۔ المحلی لابن حزم (۲۲۸/۳) بدون الاسناد۔ مصنف عبدالرزاق (ح ۵۱۲۸، ۵۱۳۳) مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۹/۱) اس کی سند منقطع ہے۔

۲۔ ابن ماجہ۔ کتاب المساجد۔ باب تعہید المساجد، ح۔ ۷۳۰۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اس میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف اور جبارۃ بن المغلس کذاب ہے۔

۳۔ ابن ماجہ۔ حوالہ سابق، ح۔ ۷۳۱۔ اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے۔ دیکھئے حوالہ سابق

”بدعتی لوگ جہنمی کتے ہیں۔“

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
”جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جس کا دین میں ہونا  
ثابت نہیں ہے وہ مردود ہے۔“

ان لوگوں نے دین میں وہ چیزیں داخل کر لیں جو دین میں نہیں ہیں اور عبادات  
کے وہ طریقے ایجاد کر لئے جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہیں، نہ صحابہ و مومنین  
صالحین سے۔

اس پیر کی اقتداء جائز نہیں ہے جو کتاب و سنت کے حدود میں نہ رہے اور اس کی  
پابندی نہ کرے وہ ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، ان کے برعکس جو صحیح  
معنوں میں پیر و عارف باللہ رہے ہیں انہوں نے کسی حال میں بھی کتاب و سنت سے تجاوز  
نہیں کیا ہے اور ہر اس شخص سے انہوں نے برأت اظہار کیا ہے، جس نے اپنی حرکات و  
سکونات میں کتاب و سنت سے تجاوز کیا ہے۔

### بدعت کے بارے میں آئمہ اربعہ کا موقف

اور وہ کیونکر ایسا نہ کرتے جب کہ کتاب و سنت کی مخالف روش اختیار کرنے  
والوں سے ان بڑے بڑے آئمہ مجتہدین نے بھی برأت کا اظہار کیا ہے جو دین کی حقیقت  
سے واقف تھے، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَالْقَوْلُ فِي دِينِ اللَّهِ بِالرَّأْيِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّنَةِ فَمَنْ  
خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ.

(میزان شعرانی: ۴۸/۱)

”اللہ کے دین میں رائے زنی سے اجتناب کرو اور سنت کو لازم پکڑو، جس  
نے سنت سے قدم باہر نکالا وہ گمراہ ہو گیا۔“

نیز امام صاحب فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ قَوْلًا حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ شَرِيْعَةَ رَسُولِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقبلہ.

”کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ دین کے بارے میں کوئی بات کہے، یہاں تک کہ وہ جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وہ ثابت قابل قبول ہے۔“

نیز امام صاحب نے اس شخص سے اظہار برأت کیا ہے جو کتاب و سنت سے قدم باہر نکالے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا رأيتم كلامي يخالف كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعملوا بكلام رسول الله واضربوا بكلامي الحائط.  
(عقد الجيد ۴۹)

”جب تم دیکھو کہ میری کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہے تو فرمان محمدی پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار پر مار دو۔“

نیز فرمایا کرتے تھے:

كل شيء يخالف امر رسول الله صلى الله عليه وسلم سقط ولا يقوم معه رأي ولا قياس فان الله تعالى قطع العذر بقوله صلى الله عليه وسلم فليس لاحد معه امر ولا نهى.  
(البيواقيت والجواهر: ص ۹۶)

”جو چیز بھی فرمان محمدی کے خلاف ہو وہ ساقط و مردود ہے، آپ کا حکم موجود ہوتے ہوئے رائے و قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے دین میں دخل اندازی کے سارے شوشے بند کر دیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے ذریعہ عذر کی کوئی گنجائش نہیں رکھ چھوڑی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دین میں کسی امتی کو امر و نہی کا حق حاصل ہو۔“

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ان کی

رائے پوچھی جاتی تو فرماتے:

أَوَّلًا حِدْ كَلَامَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ.....

”کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوتے ہوئے کسی کے قول و کلام کی گنجائش ہے؟“

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کی بابت مروی ہے، ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ ابن عیسیٰ نے کہا میں نے امام مالک کو یہ فرماتے سنا ہے:

انما انا بشر اخطی واصیب، فانظروا فی رائی فکل ما وافق الکتاب والسنة فخذوه وکل ما لم یوافق الکتاب والسنة فاترکوه. (اعلام الموقعین: ۱)

”میں ایک انسان ہوں، میری بات غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی، پس میری بات کو دیکھو، اس میں عسے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔“

ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی میں کوئی کرامت دیکھو، یہاں تک کہ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ ہوا میں پرواز کر رہا ہے، تو بھی تم اس سے دھوکہ نہ کھاؤ اور دیکھو کہ وہ شریعت کی ادائیگی میں کیسا ہے اور شرعی حدود کا کتنا خیال رکھتا ہے اور دینی احکامات و منہیات کا کس قدر لحاظ رکھتا ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم کتاب و سنت میں مقید تصوف کے قائل ہیں اور اسی کو تصوف جانتے ہیں جس میں کتاب و سنت سے سر مو تجاوز نہ کیا جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص (جو کسی دور دراز علاقے کا رہنے والا تھا) جنید بغدادی رحمہ اللہ کی بزرگی کا چرچا سن کر انہیں اور ان کی کرامات دیکھنے کے لئے ان کے پاس گیا۔ وہ تین دن سیدنا جنید کے پاس رہا، لیکن اس نے سیدنا جنید سے کسی کرامت کا صدور نہیں دیکھا، اس نے اپنے گھر واپس ہوتے وقت سیدنا جنید سے اپنی اس مایوسی کا اظہار



کیا کہ میں نے آپ کی بزرگی کا بڑا چرچا سنا تھا اور میں اس امید سے آیا تھا کہ آپ کے پاس کچھ کرامات دیکھوں گا، مگر اس تین دن کے دوران مجھے آپ سے کسی کرامت کا صدور نظر نہ آیا۔

سیدنا جنید نے اس سے کہا: اس تین دن کے اندر تم نے میرا کوئی کام سنت کے خلاف بھی پایا؟

اس نے کہا: سنت کے خلاف تو میں نے آپ کا کوئی کام نہیں پایا۔

فرمایا: تو جنید کی یہی کرامت ہے۔

سیدنا جنید بغدادی کے ہم نشین امام ابو الحسن نوری کا قول ہے: جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغراق (محبت) میں حدود شرعی کے اندر محدود رہنا ممکن نہیں ہے، تو ہرگز اس شخص کے قریب نہ جاؤ، وہ بدعتی ہے، یاد رکھو جس شخص کے اقوال و افعال کی گواہی شریعت سے نہ ملے وہ شخص بدعتی ہے خواہ وہ کتنے بھی خرق عادت کمالات و کرامات دکھائے۔ کتنے مکار ہوتے جو خرق عادت بڑے بڑے کمالات دکھاتے ہیں۔

صوفی کبیر ابو القاسم نصر آبادی فرماتے ہیں:

اصل التصوف ملازمة الكتاب والسنة وترك الالهواء والبدع.  
 ”تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے قول و عمل میں کتاب و سنت کا التزام کرے اور خواہش نفس کی پیروی ترک کر دے اور کوئی بھی ایسی بات اختیار کرنے سے پرہیز کرے جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو۔“

ابو الحسن بن علی الجوز جانی سے پوچھا گیا کہ اللہ تک رسائی کا کیا راستہ ہے؟  
 فرمایا: گمراہی کے شہوں سے پاک، سب سے واضح راستہ ہر حال میں سنت کی اتباع کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان تطيعوه تهتدوا..... ”تم اس کی اطاعت کرو گے تو راہ یاب ہو گے۔“

ان سے سوال کیا گیا: اتباع سنت کی کیا صورت ہے؟

فرمایا: بدعت سے دور ہو، دین میں کوئی ایسا کام نہ کرو جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو اور وہی کام اختیار کرو جو پہلے دور کے علمائے امت اور اسلاف کرام نے اختیار کیا تھا۔  
اکابر صوفیاء سے جو باتیں منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تصوف کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی تھی:

(۱) اخلاق و افعال تمام چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

(۲) حلال روزی کھانا

(۳) سارے اعمال خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کرنا۔

جو اکابر صوفیاء شریعت کی عظمت کا خیال رکھنے والے اور سنت کی اتباع کرنے والے تھے، وہ دین سے سر مو انحراف نہ کرنے والے تھے اور وہ سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ جو شخص کتاب و سنت کے خلاف کام کرے اور کتاب و سنت کے سوا کسی اور چیز کو اپنے عمل کی بنیاد بنائے، وہ مفتری و کذاب ہے، خود بھی ہلاک ہوگا اور جو اس کے دھوکے میں آئے گا اور اس کی ابا طیل قبول کرے گا وہ بھی ہلاک ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ شیخ و پیر کا طریقہ آنکھیں بند کر کے قبول نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کا جو طریقہ کتاب و سنت کے موافق ہو، صرف اسی کو اختیار کرے اور جو مخالف ہو اسے اختیار نہ کرے۔ اور اس بات سے بھی دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ علماء نے دیکھا اور سکوت فرمایا۔ ممکن ہے انہوں نے اس بنا پر سکوت اختیار کیا ہو کہ یہ شخص ان کی بات نہیں مانے گا۔ یا جن لوگوں کو وہ علماء سمجھ رہا ہے وہ صحیح معنوں میں علماء ہی نہ ہوں۔

نیز یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو ذکر و اذکار کتاب و سنت کے موافق نہ ہوں ان کا کرنا بھی حرام ہے اور سننا بھی حرام ہے، اس لئے کہ سامع و مسوع کا حکم ایک ہی ہے۔ جس طرح غیبت ایک گناہ ہے، اور غیبت کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اسی طرح غیبت کا سننا بھی گناہ ہے اور غیبت سننے والا بھی گنہگار ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں وہ اوراد و وظائف اور ذکر و اذکار جنہیں اللہ اور اس کے رسول اور امت کے برگزیدہ لوگ پسند کرتے ہیں اور ذکر کرنے والے کو اس پر ثواب ملتا ہے وہ

اذکار تو بس وہی ہیں جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہیں اور جنہیں علماء امت نے محفوظ کر رکھا ہے۔

بعض جہلاء عجیب عجیب ڈھنگ سے اس افضل ذکر ”لا الہ الا اللہ“ کو ادا کرتے ہیں۔ کوئی اس کے بعد حروف کو کھا جاتا ہے کوئی بعض حروف بڑھا دیتا ہے اور اس میں تحریف کا مرتکب ہوتا ہے۔

بعض لوگ عجیب آواز سے اس کو ادا کرتے ہیں جیسے گدھے کی آواز ہو یا چڑیوں کے گنگنانے کی۔

بعض اس طرح ادا کرتے ہیں کہ لا الہ کی بجائے وہ ”لا ایلہ“ ہو جاتا ہے اور ”الا اللہ“ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ ”ایلا اللہ“ ہو جاتا ہے، یہ بالکل حرام ہے، کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ اس کی حرمت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ وہ اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت غلط اور حرام طریقے سے کرتے ہیں اور ان بد نصیبوں میں سے ہو جاتے ہیں:

الذین ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا.

”جن کا عمل دنیا کی زندگی میں راہِ راست سے بھٹکا رہا اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔“

## ذکر کے ساتھ رقص و غنا

آج کل کے بعض لوگوں نے حالتِ ذکر میں رقص بھی جائز قرار دیا ہے، اور اس کے لئے اس روایت سے دلیل پکڑتے ہیں جو صحیحین میں سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ عبد الفطر کے دن خوشی میں کچھ حبشی لوگ مسجد نبوی میں نیزوں اور ڈھالوں سے کھیل رہے تھے، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیکھ رہے تھے اور آپ کی اوٹ میں کھڑی ہو کر میں بھی دیکھ رہی تھی۔

۱۔ بخاری۔ کتاب العیدین: باب الحرب والدرق یوم العید (ج: ۹۵۰)۔ مسلم۔ کتاب صلاۃ العیدین: باب الرخصة فی الملعب الذی لامصیة فیہ فی ایام العید (ج: ۲۹۸)

یہ قول باطل ہے اور قواعد شرع کے مخالف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

شُرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

”سب سے برے کام وہ ہیں جو شریعت میں نئے داخل کئے جائیں، شریعت میں ہر نیا داخل کیا ہوا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور یہ گمراہی جہنم میں لے جانے کا باعث ہے۔“

نیز اس قول باطل کا قائل گویا ان لوگوں میں سے ہے جو کلام کو اس کے اصل محل سے پھیر دیتے ہیں اور بات کو الٹ پھیر کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ حبشیوں کے اس فعل سے رقص پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ ہتھیار سے کھیل، کود کر رہے تھے اور ہتھیار سے کھیل کود کرنا اور مقابلہ کرنا مشروع ہے۔ لیکن اس کا اس رقص سے کیا تعلق ہے جس میں کو لہے، موٹڈھے اور ہاتھ مٹکائے جاتے ہیں اور جسے شرفاء نہیں فاسق لوگ کرتے ہیں؟

صاحب مدخل نے کہا ہے کہ رقص کرنا اور وجد طاری کر کے جھومنا اصحاب سامری کی ایجاد ہے۔ جب سامری نے اسرائیلیوں کے لئے ایک ٹچھڑا بنایا، تاکہ اس کی پوجا کی جائے، تو اس ٹچھڑے کے پجاری اس کے ارد گرد ناچتے اور جھومتے تھے اور یہ ان کی عبادت تھی، تو ذکر کے دوران ناچنا اور جھومنا مشرکوں کا ہی مسلک ہے اسلام کا نہیں۔

علامہ قرطبی نے امام طرسوسی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان سے سوال ہوا ”ایک گروہ جن کا معمول ہے کہ وہ کسی جگہ جمع ہوتے ہیں، کچھ قرآن پڑھتے ہیں پھر کوئی شخص اشعار پڑھتا ہے اور وہ لوگ اس پر ناچتے ہیں اور گاتے بجاتے ہیں، کیا ان کی مجلس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟“

امام طرسوسی نے جواب دیا کہ اکابر صوفیاء نے اس فعل کو گمراہی اور باطل قرار دیا ہے، اسلام، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں محصور ہے اس سے باہر ہو کر جو کام کیا جائے وہ اسلام کا کام نہیں، گمراہی کا کام ہے۔ رہا بطور عبادت ناچنا اور وجد کرنا، تو یہ اصحاب سامری

کی ایجاد ہے۔ جب سامری نے ان کے لئے پھڑا بنایا تو اس پھڑے کے پجاری بطور عبادت اس پھڑے کے ارد گرد ناچتے تھے اور وجد کرتے تھے۔ تو ناچنا اور وجد کرنا کافروں اور پھڑے کے پجاریوں کا دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس صحابہ کرام کے ساتھ بڑی سنجیدگی اور وقار کی ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس میں اس طرح کی بیہودگیوں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۷/۲۳۷-۲۳۸)

لہذا مناسب ہے کہ بادشاہ یا اس کا قائم مقام ایسے لوگوں پر پابندی لگائے، انہیں مسجد وغیرہ میں گھسنے نہ دے اور کسی بھی ایسے شخص کے لئے جو اللہ و آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کی مجلس میں حاضر ہو اور اس باطل کام پر انکی مدد یا حوصلہ افزائی کرے، یہی مذہب ہے تمام ائمہ مسلمین امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام ابوحنیفہ وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین کا۔

اسی طرح کا ایک سوال امام ابن قدامہ کے پاس آیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بلاشبہ اس فعل کا مرتکب خطا کار ہے، بے مروت ہے کہ ایسی بے ہودہ حرکت کرتا ہے، اگر وہ ایسی بے ہودگی برابر کرتا رہے تو وہ شرعاً مردود الشہادت ہے اور اس کا قول مقبول نہیں ہوگا۔ یہ ایسی معصیت اور بیہودگی ہے جو عند اللہ وعند الرسول بھی مذموم ہے اور اہل علم نے بھی اسے نہایت ناپسند کیا ہے اور اسے بدعت قرار دیا ہے، اور اس کے ارتکاب سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی نافرمانی کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا، نہ اس کے منع کئے ہوئے کام کا ارتکاب کر کے اس کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ جو شخص معصیت کو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ بنائے وہ راندہ درگاہ الہی ہو جانے کا مستحق ہے نہ کہ رسائی کا۔ اور جو شخص کھیل تماشے کو دین قرار دے، وہ اس شخص کی طرح ہے، جو زمین میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہو۔ یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقے کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے جو شخص اللہ تعالیٰ تک رسائی کا طالب ہو تو وہ ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اپنے مقصد سے دور جا پڑے گا۔

## ذکر میں تالی بجانا

اور ان متصوفین کی قبیح حرکتوں میں سے ایک حرکت ذکر کی حالت میں تالی بجانا ہے، ذکر کی حالت میں تالی بجانا بڑی اوجھی و احمقانہ حرکت ہے۔ یہ حرکت یا تو کوئی احمق صوفی کرتا ہے، یا کوئی بناوٹی جاہل صوفی۔ اس طرح کی حرکت کا بھلا شریعت سے اور انبیاء و صلحاء سے کیا تعلق ہے؟ بعض علماء نے تو مردوں کے لئے تالی بجانا حرام قرار دے دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنیاد پر کہ:

انما التصفیق للنساء.

”تالی عورتیں بجانیں“<sup>۱</sup> (جب امام سے کوئی بھول ہو رہی ہو) ۲

## فاتحہ بہ نیت فلاں

نیز صوفیوں کا ذکر سے فارغ ہونے کے بعد ”فلاں کی نیت سے فاتحہ، فلاں کی نیت سے فاتحہ“ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی ایک بدعت ہے۔ اس عمل کا سراغ بھی سلف میں کہیں نہیں ملتا۔ اسی طرح ہاتھ میں یا گلے میں تسبیح کا لٹکائے رہنا، ایک منکر کام ہے۔ یہ وہ لوگ کرتے ہیں جو ریاکار ہوتے ہیں اور بغیر عمل محمود کے مدح دستائش کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اللہ تک رسائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کر کے ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا جو طریقہ ہے وہ گمراہی ہے اس سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

## عقیدہ سعد و نحس

اور لوگوں کی اعتقادی بدعات میں سے بعض چیزوں کے اندر نحوست پائے جانے کا عقیدہ بھی ہے، بعض لوگ بیوی، یا گھر، یا جانور، مہمان کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور بعض اوقات مشیت الہی سے وہ بات ان کے عقیدے کے مطابق ہو جاتی ہے تو ان کی بداعتقادی اور پختہ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ کسی بھی چیز میں نحوست کا عقیدہ

۱۔ بخاری۔ کتاب الاذان: باب من دخل لیوم الناس فجاء الامام الاول (ح ۶۸۴)

مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ: باب تقدیم الجماعة من یصلی بہم اذ اتوا الامام۔ (ح ۴۲۱)

رکھنا باطل و خلاف شرع ہے۔

رہی بخاری شریف کی وہ حدیث جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

”گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے“<sup>۱</sup>

تو یہاں فرمان نبوی میں نحوست کا وہ مفہوم نہیں ہے جو لوگوں میں معروف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی وضاحت فرمادی ہے کہ ان میں جس نحوست کا وجود ہے اس سے کیا مراد ہے۔

چنانچہ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے:

سیدہ اسماء بنت عمیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ!

گھر کی نحوست کیا ہے؟

فرمایا: گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور پڑوسی بُرے لوگ ہوں۔

دریافت کیا: اور چوپائے کی نحوست کیا ہے؟

فرمایا: جو سواری نہ کرنے دے اڑیل اور سخت ہو،

پوچھا: اور عورت کی نحوست کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: عورت کی نحوست اس کا بانجھ ہونا اور بدخلق ہونا ہے۔“<sup>۲</sup>

اور امام احمد و حاکم و بیہقی وغیرہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث نقل کی

ہے، کہ عورت کا بابرکت ہونا یہ ہے کہ اس کی منگنی آسان ہو، اس کا مہر مختصر ہو اور اس میں

بچے جننے کی خوب صلاحیت ہو۔<sup>۳</sup>

اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تین چیزوں

میں) ”برکت بھی ہے اور نحوست بھی ہے“ عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں، پس عورت

۱ بخاری کتاب النکاح، باب ما یمنی من موم المرأة (ح ۵۰۹۳)

۲ (طبرانی فی الکبیر) (۱۵۳/۲۳-۱۵۳) اس سند میں مجہول راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۰۵) اس کا ایک

صحیح شاہد مسند احمد (۱/۱۸۶) ابن حبان (موارد- ۱۲۳۲ وغیرہ میں ہے۔

۳ مسند احمد (۶/۷۷) مستدرک حاکم (۲/۱۸۱) السنن الکبریٰ للبیہقی (۷/۲۳۵)

مجمع الزوائد (۳/۲۸۱)

کی برکت ہے اس کا مہر ہلکا ہونا، اس کا نکاح آسان ہونا اور اس کے اخلاق اچھا ہونا۔ اور اس کی نحوست یہ ہے کہ اس کا مہر زیادہ ہو، اس کا نکاح مشکل ہو اور وہ بد اخلاق ہو۔ اور گھر کی برکت یہ ہے کہ وہ کشادہ ہو اور پڑوسی اچھے ہوں۔ اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور اس کے پڑوسی بُرے ہوں۔

اور گھوڑے کی برکت یہ ہے کہ وہ تابعدار ہو اور اچھی عادات کا ہو اور اس کی نحوست یہ ہے کہ وہ سخت اور اڑیل ہو اور اس کی سواری مشکل ہو۔ (احیاء العلوم ۲/۲۱۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس نحوست کا وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے وہ نحوست اُس معنی میں نہیں ہے جو لوگوں میں معروف ہے۔ جو لوگ کسی چیز میں نحوست کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز اس نہیں آتی، مثلاً: اس گھر میں نحوست ہے، یعنی یہ گھر ہمیں اس نہیں آتا۔ اس میں رہنا بے برکتی کا سبب ہے، اس گھر میں رہنے سے ہم پنپ نہیں سکتے، یا بچے مر جاتے ہیں، یا فلاں حادثہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

گویا لوگوں میں نحوست جس معنی و مفہوم میں ہے اسی قسم کی نحوست کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس نحوست کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتے ہوئے فرمایا:

”اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہوتی۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نحوست کسی چیز میں بھی نہیں ہے، کسی چیز میں نحوست سمجھنا اور اس قسم کے خیالات رکھنا محض توہم پرستی ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

### چھوت چھات، بدشگونی و بدفالی

اسی طرح چھوت چھات اور بدشگونی و بدفالی بھی محض توہمات ہیں، اسلام کی نظر میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حدیث میں ان توہمات کی تردید فرمائی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا عدوی..... ”چھوت چھات کوئی چیز نہیں ہے۔“



چھوت چھات کوئی ذاتی اثر نہیں رکھتا۔

ایک بار ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اچھے اور صحت مند اونٹوں میں ایک خارش زدہ اونٹ مل جاتا ہے تو سب خارش زدہ ہو جاتے ہیں، یہ چھوت چھات کا اثر نہیں ہے تو کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: پہلے اونٹ کو خارش زدہ کس نے بنایا؟  
اس نے کہا: اللہ نے۔

فرمایا: تو پھر سب کی خارش کو اللہ ہی کی طرف منسوب کرو۔  
(اونٹ اور چھوت کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو؟)

چھوت چھات کی نفی اس مصلحت سے بھی کی گئی ہے کہ اس کا وسوسہ دل و دماغ پر طاری نہ رہے، یہاں تک کہ آدمی اس وسوسے کی بنا پر مریضوں کی دیکھ بھال اور تیمارداری سے کترائے کہ کہیں اسے بھی وہ بیماری نہ لگ جائے اور اس کے جراثیم اسکے جسم میں بھی داخل نہ ہو جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے فرمایا:

ولا طيرة..... اور بدفالی بھی کوئی چیز نہیں ہے۔

تو ہم پرستوں کا عقیدہ ہے کہ اگر سامنے سے کوئی کانا آدمی گزر جائے یا عورت یا بلی گزر جائے تو وہ کام نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا:

الطيرة شرك الطيرة شرك، الطيرة شرك.

”بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔“

اور طبرانی میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بُرا شگون لے، یا جس کے لئے بُرا شگون

لیا جائے، یا جسکے لئے کہانت کی جائے، یا جو جادو کرے یا جادو کرائے۔

نیز فرمایا: رمل اور بدشگونی حبت (وہم پرستی) کے قبیل سے ہے۔

البتہ نیک فال و نیک شگوننی جائز ہے، جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔  
لیکن بد شگوننی جرم عظیم ہے، اس سے بہت دور رہنا چاہئے اور دل میں اس قسم کا  
وہم پیدا ہو تو اس کو دور کرنا چاہئے اور اس کے سبب کسی کام سے رک نہیں جانا چاہئے۔  
عبدالرزاق مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

ثلاثة لا يسلم منهن احد، والظن والحسد فاذا تطيرت  
فلا ترجع واذا حسدت فلا تبع واذا ظننت فلا تحقق.

”بد شگوننی، بدگمانی اور حسد یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے بچنا مشکل ہوتا  
ہے، لہذا جب کسی کام میں کوئی بد شگوننی تمہیں تردد میں ڈالے تو بد شگوننی  
کے سبب اس کام سے باز نہ آؤ اور جب کسی سے حسد پیدا ہو تو دل سے  
اُسے دور کرو، اور جب بدگمانی پیدا ہو تو اس پر یقین نہ کرو۔“

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

”بد شگوننی کے سبب کسی کام سے باز نہ آؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔“

صحیح بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولا هامة ..... ”الوکی نحوست بھی کوئی چیز نہیں ہے۔“

مشرکین کا عقیدہ تھا کہ آدمی کی روح الو کے اندر حلول کر جاتی ہے اور جہاں یہ بولتا

ہے وہ گھر برباد ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس عقیدے کی تردید فرمائی اس کے بعد آپ نے فرمایا:

ولا صفر ..... ”صفر کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں ہے۔“

صفر ہجری سن کا دوسرا مہینہ ہے، جو محرم کے بعد آتا ہے۔ بد عقیدہ مسلم خواتین

میں یہ مہینہ ”تیر اندازی“ کے نام سے مشہور ہے، وہ اس مہینہ کو منحوس خیال کرتے ہوئے چنے

اُبال کر اس مہینہ میں صدقہ کرتی ہیں، تاکہ اس کی نحوست سے محفوظ رہیں۔ یہ تو ہم پرستی ہے

اور خلاف شرع و موجب گناہ ہے۔

# متفرقات

ایمان و عقائد اور اعمال کی درستگی پر مشتمل قابلِ قدر  
ایمان افروز، عبرت انگیز مضامین اور پراثر تحریریں

## بے نمازیوں کا عبرتناک انجام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتًا. (النساء: ۱۳)  
 ”بے شک نماز مومنین کے لیے وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے“

مزید فرمایا:

فويل للمصلين. الذين هم عن صلاتهم ساهون. (الماعون ۵)

”ایسے نمازیوں کیلئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں“

اس آیت کی تشریح میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہیل جہنم کی ایسی وادی ہے جس کی گرمی ہے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اور یہ ان لوگوں کو ٹھکانہ ہے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان اور مشرک کے درمیان فرق کا ذریعہ صرف نماز ہے۔ گویا کسی نے نماز کا انکار کرتے ہوئے اس کو ترک کیا تو اس کو کفر کیا۔

### تارک نماز کیلئے پندرہ دروناک سزائیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کے معاملے میں غفلت اور نکاسل برتے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو پندرہ (۱۵) قسم کی سزائیں دیتے ہیں: چھ دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قیامت کے دن۔

## تارک نماز کے لیے دنیا کی سزائیں

(۱) عمر سے برکت کا ختم ہونا، (۲) چہرے سے نور کا ختم ہونا، (۳) مزید کسی نیک کام کی توفیق نہ ہونا، (۴) دعا کا قبول نہ ہونا، (۵) دنیا میں اس کی عادات کو ناپسند کیا جاتا ہے، (۶) نیکو کار لوگوں کی دعاؤں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

## موت کے وقت کی تین سزائیں

(۱) تارک نماز ذلیل ہو کر مرے گا، (۲) بھوک کی حالت میں موت آئے گی اور (۳) پیاس کی حالت میں موت آئے گی، اگرچہ دنیا کے تمام کے سمندر بھی اس کی پیاس بجھانے کیلئے اس کو پیش کر دیئے جائیں۔

## قبر کے تین عذاب

(۱) اللہ تعالیٰ قبر کو اتنا تنگ کر دیتے ہیں کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔  
(۲) اس کی قبر آگ سے بھر دی جاتی ہے اور صبح و شام اس کو آگ کے شعلوں میں ڈالا جاتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ایک ایسا اثر دہا مسلط کرتے ہیں جس کا نام ”شجاع اقرع“ (مگنجا بہادر) ہے، جس کی آنکھیں آگ سے اور اس کے ناخن لوہے سے بنے ہیں، اس کے ایک ناخن کی لمبائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ”شجاع اقرع“ ہوں، اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ نماز فجر ضائع کرنے پر عصر سے مغرب تک، نماز مغرب ضائع کرنے پر مغرب سے عشاء تک اور نماز عشاء ضائع کرنے کی وجہ سے عشاء سے فجر تک مارتا رہوں، اثر دہا کی ایک ضرب بے نمازی کو ستر ہاتھ زمین میں گاڑ دیتی ہے اور وہ اپنے اپنی ناخن زمین کے نیچے داخل کر کے اس کو باہر نکالتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، یا اللہ! ہم سب کو عذاب قبر سے بچا۔

## قیامت کے دن کی سزائیں

(۱) اللہ تعالیٰ بے نمازی پر قیامت کے دن ایک فرشتے کو مسلط فرمائیں گے جو بے نمازی کو جہنم کی آگ کی طرف منہ کے بل تھپتھپاتے ہوئے لے جائے گا

(۲) حساب کے وقت اللہ تعالیٰ غصہ کی نظر سے دیکھیں گے۔

(۳) اللہ تعالیٰ بے نمازی کا سخت ترین حساب لینے کے بعد اس کو جہنم کے بدترین مقام کی طرف لے جانے کا حکم دیں گے۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز تیرے میزان کو جھکانے والی چیز ہے اگر اس نے تیرا میزان برابر کر دیا تو نجات پا گیا اور اس نے کمی کر دی تو تجھے عذاب دیا جائے گا۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے چالیس دن تک، کسی رکعت کے فوت کیے بغیر، صبح کی نماز یا جماعت نماز ادا کی تو اللہ تعالیٰ آگ اور نفاق سے اس کی برأت کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح کی نماز یا جماعت ادا کی اور پھر سورج طلوع ہونے تک اللہ کے ذکر کیلئے بیٹھا رہا تو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اس کیلئے ایک محل، بعض روایات کے مطابق ستر محل، بنا دیتے ہیں اور ہر محل کے ستر دروازے ہیں اور ہر دروازہ سونے اور چاندی سے بنا ہے۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کی مثال، تمہارے گھر کے سامنے رواں نہر کی طرح ہے کہ جس میں تم روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرو یہاں تک کوئی میل باقی نہ رہے، اسی طرح نماز بھی گناہوں کو صاف کر دیتی ہے۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے فرض نمازوں پر ان کے اوقات میں کامل وضو اور خشوع و خضوع والے رکوع و سجود کے ساتھ بیٹھنے کی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر آگ کو حرام کر دیتے ہیں۔

.....◎ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نمازوں کی حفاظت کی اس کے لئے قیامت کے روز نجات اور نور ہوگا اور جس نے نمازوں کی حفاظت نہ کی تو اس کے لیے قیامت کے روز نجات، نور اور آگ سے حفاظت بھی نہیں ہوگی۔

.....◎ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کے چہرے کو نماز میں سجدہ کرتے ہوئے مٹی لگی اس کے چہرے کو آگ ہرگز نہیں چھو سکے گی کیونکہ فرشتے ایسے شخص کیلئے مسلسل دُعا کرتے رہتے ہیں جس کے چہرے اور پیشانی پر پر خلوص سجدوں کا نشان موجود ہو۔

.....◎ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابھی رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک آپ کے سینہ مبارک میں تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو نماز اور تمہارے ملازموں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ خاموش ہونے تک مسلسل اسی کی وصیت کرتے رہے۔

.....◎ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص جان بوجھ کر ایک فرض نماز ترک کر دیتا ہے تو جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص جہنم میں ضرور داخل ہوگا۔

## تارک نماز بد بخت اور محروم ہے

.....◎ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! کہا کرو کہ اے اللہ! ہم کو بد بخت اور محروم نہ کرنا، پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ بد بخت اور محروم کون شخص ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! ہم کو معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا: نماز چھوڑنے والا بد بخت اور محروم ہے کیونکہ ایسے شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

.....◎ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ، صحت کے باوجود نماز چھوڑنے والے کی، توحید، امانت، صداقت، روزہ اور گواہی کو قبول نہیں فرماتے اور اللہ تعالیٰ

اس کے فرشتے اور اس کے رسول ایسے شخص سے بری ہیں۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صحت کے باوجود نماز چھوڑنے والے کی طرف اللہ تعالیٰ نظر کرم نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا تڑکیہ کرتا ہے۔ اس کے لیے دردناک عذاب مقدر ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

## قیامت کے دن نماز چھوڑنے والے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی

..... ● رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے دس (۱۰) آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کیلئے جہنم کا فیصلہ فرمائیں گے اور ان کے چہروں کی ہڈیوں پر گوشت نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) عمر رسیدہ شخص جو زانی ہو (۲) گمراہ کرنے والا امام (۳) شرابی (۴) والدین کا نافرمان (۵) چغتل خور (۶) جھوٹی گواہی دینے والا (۷) زکوٰۃ کا انکار کرنے والا (۸) سود خور (۹) ظلم کرنے والا (۱۰) بے نمازی، تارک نماز کیلئے قیامت کے روز دو گنا عذاب ہوگا، اس کے ہاتھوں کو اس کی گردن پر باندھ دیا جائے گا اور فرشتے اس کے چہرے، اس کی پشت اور پہلو میں ماریں گے۔ جنت کہے گی کہ تو میرا اہل نہیں اور نہ ہی میں تیرے لائق ہوں جبکہ جہنم کہے گی کہ میں تیرے اہل ہوں اور تو بھی میرے لائق ہے، بخدا آج میں تجھ کو سخت ترین عذاب سے دوچار کروں گی، اس وقت بے نمازی کو بڑی تیزی سے جہنم میں داخل کر دیا جائیگا اور اس کے منہ کے بل آگ کے سب سے نچلے مقام میں فرعون، ہامان اور قارون کی طرف پھینک دیا جائے گا۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے نمازی کو زکوٰۃ دینا حلال نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ رہنا اور بیٹھنا جائز ہے کیونکہ اس پر آسمان سے ہر وقت لعنت نازل ہوتی رہتی ہے۔

..... ● رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو موت کے



قریب دیکھا لیکن وہ اپنے والدین کا فرمانبردار تھا تو والدین کیلئے اُس کی فرمانبرداری نے موت کی سختیوں کو دور کر دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر عذاب قبر مسلط کیا جا رہا ہے تو اس وقت وضو آیا اور اس نے اس کو عذاب قبر سے بچا لیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کو گناہ کے فرشتوں نے گھیر لیا تو اس وقت دیگر فرشتے اللہ کا ذکر لے کر آئے جو وہ آدمی دنیا میں کیا کرتا تھا، اس کی وجہ سے اس کی خلاصی ہو گئی، میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کو عذاب کے فرشتوں نے گھیر لیا تو نماز نے اس کو نجات دلائی، میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا جو بے حد پیاسا تھا جب کبھی وہ حوض کے قریب ہوتا تو رش کی وجہ سے حوض تک نہ پہنچ پاتا تو روزے نے اس کی پیاس بجھا دی۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا جو انبیاء کے حلقوں کے قریب کھڑا تھا، جب وہ ان کے ساتھ بھینٹے کیلئے قریب ہوتا تو انبیاء اس کو دور کر دیتے۔ اس وقت نماز کی غرض سے اس کے غصیل جنابت کرنے کی وجہ سے انہوں نے اس کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا جس کے سامنے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے اندھیرے تھے تو اس کے حج اور عمرہ نے اس کو ان اندھیروں سے باہر نکال دیا، میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو ایمان والوں سے بات کرنا چاہتا لیکن وہ اس کے ساتھ بات نہ کرتے تو اس وقت صلہ رحمی آئی اور کہا کہ اے مومنین کی جماعت! یہ صلہ رحمی ہے تم اس سے بات کرو، اس پر مومنین نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کو سلام کیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو آگ، اس کی گرمی اور اس کے شعلوں کو اپنے ہاتھ سے دور کر رہا تھا تو اس وقت صدقہ آیا اور وہ اس کے چہرے کے آگے ڈھال، اس کے سر پر سایہ اور آگ سے پردہ بن گیا۔

## بے نمازی کے لئے دردناک عذاب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جہنم میں ایک وادی ہے جو "الملمم" کہا جاتا

ہے جس میں اونٹ کی گردن کی طرح موٹے اور ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبے سانپ ہیں جو بے نمازی کو ڈس میں گے، یہ سانپ اپنے ڈنگ کو بے نمازی کے جسم میں ستر سال تک داخل کریں گے اور پھر اس کے گوشت اور ہڈیوں میں اپنے زہر کو پھیلا دیں گے۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والوں کو اسی وادی میں عذاب دیا جائے گا اور جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ”جب الحزن“ اس میں بچھو ہیں اور ہر بچھو سیاہ خنجر کے برابر ہے، ہر بچھو کے ستر ڈنگ ہیں اور ہر ڈنگ زہر آلود ہے، یہ بچھو بے نمازی کو ڈنگ ماریں گے اور اپنے زہر کو اس کے جسم میں پھیلا دیں گے اور وہ ہزار سال تک زہر کی حرارت اور شدت محسوس کرتا رہے گا پھر وہ اپنے زہر کو اس کے گوشت اور ہڈیوں میں پھیلا دیں گے اور اس کی شرمگاہ سے پیپ بہنا شروع ہوگی جس پر اہل دوزخ بھی اس پر لعنت بھیجیں گے۔

اے رحیم و کریم! ہمیں جہنم کی عذاب سے محفوظ رکھیو، اے کمزور و گھنگارا انسان! جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ہمیشہ توبہ کرتا رہو، چند اشعار کا مفہوم ہے کہ:

”رات کے اندھیرے میں کھڑا ہوا اور آہستہ سے رات کی تاریکی میں اس ذات کی طرف چل جو تجھے دیکھ رہا ہے اور اس کی قربت حاصل کر اور کہا ہے سب سے بڑھ کر معاف کرنے والے تجھ سے نا اُمیدی نہیں، تو ہی میرا محسن اور جائے اُمید ہے، اے پروردگار! میری توبہ کو اپنے فضل سے قبول فرما، تو ہمیشہ اور بے شمار گناہوں کو مٹانے پر بھی قادر ہے، اے خدا! اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور میرا لحاظ نہ رکھا تو میں کس کے سامنے اپنی حالت زار کی شکایت کروں گا اور کس سے وسیلہ چاہوں گا؟ یہ حقیقت ہے کہ جو گنہگار اس کے دروازے پر ذلیل ہو کر آتا ہے اور مصیبت کی وجہ سے اپنے کمزور و ناتواں جسم پر روتا ہے کہ شاید میرا مولا اور احسان کرنے والا سخاوت کا اظہار کرے تو اس وقت رحمت الہی جوش میں آتی ہے اور اپنے فضل سے اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کو ذلیل سے مقبول بنا دیتی ہے۔“

## ماں کی ناراضگی کا نتیجہ

ابان رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک نوجوان علقمہ نامی تھا۔ بڑا محتسب تھا، بکثرت صدقہ کرتا تھا۔ وہ سخت بیمار ہوا، اس کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرا خاوند نزع کے عالم میں ہے۔ میرا خیال ہوا کہ آپ کو اطلاع کر دوں۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، سلمان، عمار رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ علقمہ کی خیر خبر معلوم کرو۔

یہ حضرات وہاں پہنچے اور اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کی مگر زبان نہ چل سکی۔ قریب المرگ ہوا تو ان حضرات نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بھیجا کہ اس کے حالات سے آپ کو اطلاع دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے والدین ہیں؟ عرض کیا گیا کہ والد تو فوت ہو چکا ہے البتہ بوڑھی ماں حیات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال! علقمہ کی والدہ کے پاس جاؤ، اسے میرا سلام کہو کہ اگر وہ چل سکتی ہے تو میرے پاس آئے ورنہ انتظار کرے، میں اس کے پاس جاتا ہوں۔

بلال رضی اللہ عنہ نے جا کر پیغام پہنچایا تو کہنے لگی میری جان آپ پر قربان! میرا حق ہے کہ خدمت عالیہ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ عصائیقتی ہوئی دربار نبوت میں حاضر ہوئی۔ سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئی۔

ارشاد فرمایا مجھے سچ سچ بتا، اگر تو نہیں بتائے گی تو وحی سے معلوم ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ علقمہ کیا عمل کرتا تھا؟ کہنے لگی کہ اتنی نماز پڑھتا تھا، اتنے روزے رکھتا تھا اور جو درہم پاس ہوتے صدقہ کر دیتا، نہ ان کا وزن معلوم ہوتا نہ عدد۔ ارشاد فرمایا تیرے ساتھ اس کا معاملہ کیسا تھا؟ کہنے لگی یا رسول اللہ! میں اس پر ناراض ہوں۔ فرمایا کیوں؟ کہنے لگی وہ میری بجائے اپنی بیوی کو ترجیح دیتا اور میری ناراضگی کو ماننا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں کی ناراضگی نے اس کی زبان کو کلمہ شہادت سے روک رکھا ہے۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بہت سی لکڑیاں جمع کر لاؤ کہ میں اسے آگ

میں جلا دوں۔ بڑھیا کہنے لگی یا رسول اللہ! میرے لختِ جگر کو میرے سامنے جلائیں گے، مجھے کیسے برداشت ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اے علقمہ کی ماں! اللہ تعالیٰ کا عذاب اس آگ سے کہیں زیادہ سخت اور دیر پا ہے۔ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں تو تو اس سے راضی ہو جا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اسے نماز اور صدقہ فائدہ نہیں دے گا جب تک تو اس پر ناراض رہے۔

بڑھیا دونوں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی یا رسول اللہ! میں آسمان والے خدا کو، آپ کو اور حاضرین مجلس کو گواہ بناتی ہوں کہ میں علقمہ سے راضی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلال! ذرا جا کر دیکھو علقمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے لگا ہے؟ ممکن ہے اس کی ماں نے میری شرم کی وجہ سے ایسا کہا ہو اور دل سے نہ کہا ہو۔

بلال رضی اللہ عنہ دروازے پر پہنچے تو علقمہ کو لا الہ الا اللہ پڑھتے سنا۔ اندر جا کر بتانے لگے کہ علقمہ کی والدہ سے ناراضگی نے اس کی زبان کو شہادت تو حید سے روک رکھا تھا اور اس کی رضامندی نے زبان کو جاری کر دیا۔ چنانچہ علقمہ رضی اللہ عنہ اسی دن فوت ہو گیا۔ حضور ﷺ تشریف لائے، اس کے غسل اور کفن کا انتظام فرمایا، نماز جنازہ پڑھائی پھر قبر کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا اے مہاجرین و انصار! جو شخص اپنی بیوی کو اپنی والدہ پر ترجیح دیتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے فرائض اور نوافل کچھ بھی قبول نہیں ہوتے۔

## والدین سے حسن سلوک

وقضیٰ ربک ألا تعبدوا إلا ایّاه وبالوالدین احساناً. (۱۷:۳۳)  
 ”اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کی کسی کی عبادت مت کرو اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ بعض نے ”اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے“ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گناہ کرنے میں کسی کا کہا

نہ مانو بلکہ اللہ تعالیٰ جو حکم فرماتے ہیں اس کو مانو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت و مہربانی کا معاملہ کرو۔

إِنَّمَا يَبْلُغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا  
أَبٌ.

(۱۷:۲۳)

”اگر وہ تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں یعنی بڑھاپے کی عمر کو پالیں، ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں تو کبھی ”ہوں“ بھی مت کرنا۔“  
یعنی ان سے گھن نہ کرنا، ان کو نامناسب بات نہ کہہ۔ بعض نے یہ معنی کیے ہیں کہ جب والدین بڑی عمر کے ہو جائیں اور ان کے بول و براز تک اٹھانے کی ضرورت پڑے تو ایسے وقت میں ناک نہ چڑھاؤ، منہ ترش نہ کرو کیونکہ وہ تیرے بچپن میں بول و براز اٹھاتے رہے ہیں اور بکثرت اس حال کو دیکھتے رہے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا O وَاخْفِضْ لَهُمَا  
جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي  
صَغِيرًا O

”اور نہ جھڑک ان کو یعنی سخت کلامی نہ کر اور ان سے خوب ادب سے بات کر یعنی نرم اور بہتر کلام کر اور ان کے سامنے شفقت اور انکساری کے ساتھ جھکے رہنا یعنی ان کے سامنے پستی دکھا اور ان پر مہربانی کر اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا۔“

یعنی مرجائیں تو ان کی بخشش کی دعا کرو۔ گویا اولاد پر والدین کی حیات میں بھی ان کی حق شناسی واجب ہے اور ان کی موت کے بعد بھی کہ ہرگز ازلے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کیا کرے۔

بعض نے کہا ہے کہ قل رب ارحمهما کے معنی یہ ہیں کہ ان کی زندگی میں در مرنے کے بعد بھی ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کیا کرے۔

کما ربیبی صغیراً ” جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا، یعنی بچپن میں میری دیکھ بھال کرتے رہے حتیٰ کہ میں بڑا ہو گیا، لہذا ان کو میری طرف سے بخشش کا بدلہ عطا فرما۔

بعض تابعین کا کہنا ہے جو شخص اپنے والدین کے لیے ہر دن میں پانچ مرتبہ دعا کرتا ہے اس نے حق ادا کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان اشکر لی ولو الدیک الی المصیر O (۱۴: ۳۱)  
 ”کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر کہ میری ہی طرف لوٹ کر آتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ ہر دن میں پانچ بار نماز پڑھے تو اسی طرح والدین کا شکر یہ ہے کہ ان کے لیے ہر دن میں پانچ مرتبہ دعا کیا کرے۔ پھر ارشاد فرمایا:

وبکم اعلم بما فی نفوسکم:

”تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے۔“

یعنی تمہارے قلوب میں والدین کے لیے جو نرمی و مہربانی ہے، وہ اسے خوب معلوم ہے۔

ان تکنونوا صالحین فانہ کان لولاہین غفوراً O

(۱۷: ۲۵)

”اگر تم سعادت مند رہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔“

یعنی اگر تم والدین کے ساتھ خوش معاملہ ہوئے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کے مستحق ہوں گے۔ اگر حق والدین میں کوتاہی کر بیٹھو تو اللہ کے آگے توبہ کرو۔ وہ توبہ کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے۔

والدین کے دس حقوق

کہتے ہیں کہ بیٹے پر والدین کے دس حق ہیں:

- ۱۔ ان کو کھانے کی ضرورت ہو تو کھانا کھلائے۔
  - ۲۔ کپڑے کی ضرورت ہو تو کپڑا پہنائے جب کہ اسے ان باتوں کی قدرت ہو۔
  - حضور ﷺ سے بھی ”وصاحبہما فی الدنیا معروفاً“ (۳۱:۱۵) ”اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔“ کی تفسیر میں یہی منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ معروف طریقے کی مصاحبت یہ ہے کہ وہ بھوکے ہوں تو انہیں کھانا کھلائے، ننگے ہوں تو کپڑا پہنائے۔
  - ۳۔ جب ان میں سے کسی ایک کو خدمت کی ضرورت ہو تو خدمت کرے۔
  - ۴۔ جب وہ بلائیں تو حاضر خدمت ہو اور جواب دے۔
  - ۵۔ جب اسے کسی بات کا حکم دیں تو اطاعت کرے جب کہ حکم کسی معصیت یا غیبت وغیرہ کا نہ ہو۔
  - ۶۔ ان کے ساتھ نرم گفتگو کرے اور سخت کلامی اختیار نہ کرے۔
  - ۷۔ ان کو نام لے کر نہ پکارے۔
  - ۸۔ ان کے پیچھے پیچھے چلا کرے۔
  - ۹۔ ان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ ان کے لئے وہی ناپسند سمجھے جو اپنے لیے ناپسند ہو۔
  - ۱۰۔ جب اپنے لئے دعا کرے تو ان کے لیے بھی مغفرت کی دعا کرے۔
- اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی حکایت میں فرماتے ہیں:
- رب اغفر لی ولوالدی. (۱۷:۲۸)
- ”اے میرے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی۔“
- اور ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہے:
- ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب O
- (۱۵:۴۱)
- ”اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی اور کل مؤمنین کی حساب قائم ہونے کے دن۔“

## جس سے والدین ناراض اس سے اللہ تعالیٰ ناراض

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کا نافرمان اگرچہ تمام عمر نماز پڑھتا اور روزے رکھتا رہے اور اس حال میں فوت ہو کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہوں تو وہ اللہ کو بھی اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: والدین کے نافرمان اور شیطان کے درمیان جہنم کے صرف ایک درجہ کا فاصلہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں آسمان پر کچھ لوگوں کو آگ کی تہہ میں دیکھا تو میں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ اپنے والدین کی نافرمان اولاد ہے۔

## والدین کی نافرمانی کرنے والا آگ کی تہہ میں ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کو گالی دی وہ آسمان کے پانی کے قطروں کی تعداد کے برابر، سر کے بل، جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ہم آگ کے عذاب سے اللہ ک پناہ میں آتے ہیں اور جو شخص پڑوسی کے ساتھ ناراض ہو وہ بھی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

## والدین کی نافرمانی کرنیوالوں کیلئے سخت عذاب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی چیز سے اس قدر تکلیف نہیں پہنچی جتنا کہ اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والی اولاد سے پہنچی۔ جب میں جنت پہنچوں گا تو میں والدین کی نافرمان اولاد کو دیے جانے والے عذاب و سزا کے نتیجے میں ان کی چیخ و پکار سنوں گا۔ میرا نرم دل بہت پریشان ہوگا۔ میں عرش الہی کے نیچے سجدہ ریز ہو کر ان کے لیے شفاعت کروں گا تو اللہ رب العزت فرمائیں گے: اے محمد ﷺ! اپنا سر مبارک اٹھائیے، والدین کی نافرمانی کرنے والی اولاد کو اس وقت تک جہنم سے نہیں نکالا جائے گا جب تک ان کے والدین ان سے راضی نہ ہو جائیں، پھر میں واپس لوٹ آؤں گا۔ دوبارہ میں ان کی چیخ و پکار سنوں گا اور



پھر عرش الہی کے نیچے سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے: اے محمد ﷺ اپنا سر مبارک اٹھائیے، والدین کی نافرمان اولادے علاوہ آپ ہر کسی کی شفاعت کریں وہ قبول کی جائے گی لیکن ان کو جہنم سے نہیں نکالا جائیگا یہاں تک کہ ان کے ماں باپ ان سے راضی ہو جائیں۔ میں پھر اپنی جگہ لوٹ جاؤں گا۔ پھر سہ بارہ میں ان کی چیخ و پکار سن کر اللہ سے کہوں گا: اے اللہ! جہنم کے داروغہ مالک کو حکم ارشاد فرمائیے کہ وہ جہنم کا دروازہ کھول کر نافرمان اولاد کا ٹھکانہ اور ان کو دیا جانے والا عذاب مجھے دکھائے۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ مالک کو حکم دے دیا گیا ہے، پھر میں مالک کے پاس جاؤں گا جو میرے لیے اس طبقہ کو سامنے کرے گا۔ ان کو آگ کے سب سے نچلے طبقہ میں الٹا لٹکایا گیا ہوگا جہاں جہنم کے فرشتے ان کی پشتوں اور راتوں کو آگ کے بیٹوں سے پیٹ رہے ہوں گے اور اس کے ساتھ ساتھ سانپ اور بچوان کے پاؤں کو ڈس رہے ہوں گے۔ میں ان کے عذاب کو دیکھ کر رونے لگوں گا اور تین مرتبہ عرش الہی کے نیچے سجدہ کروں گا۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے: کہ ان کا خروج ان کے والدین کی رضا کے ساتھ مشروط ہے۔ میں کہوں گا کہ اے پروردگار! ان کے والدین کہاں ہیں؟ اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ ان میں سے کچھ جنت میں اپنے محلات میں، کچھ جہنم اور جنت کے درمیان وادی اعراف میں اور کچھ جنت کے اعلیٰ ترین مقامات پر ہیں۔ میں عرض کروں گا: یا الہی ان میں سے ہر ایک کے والدین کا مجھے تعارف کروادیتے۔ اللہ رب العزت ہر ایک کے ساتھ تعارف فرمائیں گے اور میں ان کے پاس جا کر کہوں گا کہ کاش تم اپنی اولاد کو دیکھ لو جو جہنم کے فرشتوں کے عذاب کا شکار ہیں اور جن کی چیخ و پکار نے میرے دل کو غمگین کر دیا۔ ان کے والدین وہ کچھ بیان کریں گے جو ان کی اولاد نے ان کے ساتھ دنیا کی زندگی میں کیا۔ ان میں سے ایک والدہ کہے گی: یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے کو عذاب میں ہی رہنے دیجئے کیونکہ اس نے میری بے عزتی کی، مجھے گالی دی اور میرا دل توڑا۔ وہ دنیا اور مال پر قادر تھا وہ اپنی بیوی کو کھلاتا اور پلاتا جبکہ میں بھوک کی وجہ سے روتی تھی اور میرے پاس لباس بھی نہ تھا۔ پھر دوسری والدہ کہے گی: میرے بیٹے کو عذاب ہی میں رہنے دیں کیونکہ جب میں اس کو کوئی اچھی بات کہتی تو وہ مجھ کو مارتا تھا اور مجھ کو گھر سے نکال دیتا۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے: اے میرے حبیب ﷺ آپ ان

کی وجہ سے پریشان مت ہوں، مجھے اپنے عزت و مرتبہ کی قسم! میں اُن کو اس وقت تک جہنم سے آزاد نہیں کروں گا جب تک ان کے والدین کے دل راضی نہ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے: یا اللہ! ان کے والدین کو میرے ساتھ جہنم میں ان کی اولاد کو دیے جانے والا عذاب دکھائیے، شاید کہ ان کے والدین کو ان پر ترس آجائے۔ اللہ عزوجل والدین کو میرے ساتھ جہنم میں ان کا مقام دکھائیں گے۔ جب وہ اپنی اولاد دوں اور ان کو دیا جانے والا عذاب دیکھیں گے تو روتے ہوئے کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمیں اس بات کا علم نہ تھا کہ ان کو اس قدر شدید عذاب دیا جائے گا۔ ہر ماں اور باپ اپنے بیٹے اور بیٹی کی حالت دیکھ کر چلائے گا۔ جب بچے اپنے ماں باپ کی آوازیں سنیں گے تو وہ پکار کر کہیں گے: میرے ماں اور باپ آگ نے میرے دماغ کو جلا کر رکھ دیا ہے اور عذاب نے مجھے ہلاک کر دیا ہے۔ اے ماں کاش میں تیری بے عزتی اور اہانت کرنے سے پہلے سورج پر ایک لٹھ کیلئے بیٹھ جایا کرتا۔ لیکن اب تو میری چیخ و پکار سن کر کیسے صبر کر رہی ہے؟ کیا تجھ کو میرے جسم اور ہڈیوں پر رحم نہیں آتا؟ اس وقت ان کے ماں اور باپ رو کر عرض کریں گے: اے ہمارے حبیب ﷺ اے محمد ﷺ ان کے لیے شفاعت فرمائیے۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے: میں ان کو صرف اور صرف تم (والدین) کی سفارش کی وجہ سے نجات دوں گا کیونکہ میں تمہاری وجہ سے ان پر ناراض ہوں۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ان پر اپنا فضل فرمائیے اور ان کو آگ سے نکال لے۔ اللہ رب العزت والمدا اور والدہ سے پوچھیں گے: کیا تم اپنی اولاد سے راضی ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں۔ اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ آج جس کے والدین میرے پاس سفارش لے کر آئیں ہیں صرف ان کی اولاد کو جہنم سے آزاد کیا جائے گا اور جن کے لیے کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں وہ بدستور میرے عذاب کا شکار رہیں گے یہاں تک کہ میں ان کے لیے کوئی فیصلہ کر دوں۔ آگ سے نکالے جانے والے لوگ کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر ان کو ”نہر حیوان“ سے پانی دیا جائے جس کی وجہ سے ان کے جسم پر گوشت اور بال اُگ آئیں گے اور بعد ازاں اپنے والدین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو نماز کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بھی وصیت اور تلقین کرتا ہوں کیونکہ اس کی وجہ سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔ اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ایک شخص جس کی عمر کے صرف تین سال باقی ہوں، والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان تین سالوں کو تین سالوں میں بدل دیتے ہیں۔ جبکہ اپنے والدین کے ساتھ برائی کرنے والے کے صرف تین سال یا تین یوم رہ جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہل و عیال اور عزیز واقارب کے ساتھ حسن سلوک عمر میں برکت کا باعث بنتا ہے جبکہ ان کے ساتھ بدسلوکی عمر اور رزق میں کمی کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی باعث ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قطعہ رحمی کرنے والے کے عذاب کو اس کی موت تک موخر کر دیتے ہیں۔ ایسے شخص کی روح قیامت تک جہنم کے منہ کے اوپر 'بُزْرُ برہوت' میں رکھی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی، تحقیق اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ والدین کا نافرمان جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس قدر تنگ ہوتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں گھس جاتی ہیں۔ قیامت کے روز تین لوگوں کو سب سے سخت عذاب دیا جائے گا: والدین کا نافرمان، زنا کرنے والا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا

### ماں کو اذیت پہنچانے والے کا عبرتناک انجام

کسی بزرگ کا قول ہے کہ: میں ایک رات قبرستان گیا۔ میں نے ایک قبر دیکھی جس سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا اور دھواں کو ہٹانے لگا کہ اچانک اس سے ایک سیاہ فرشتہ برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا ہے جس کے ساتھ وہ ایک گدھا نما انسان کو پیٹ رہا ہے جس کی چوٹ سے وہ گدھا ہنہناتا ہے۔ پھر اس فرشتے نے اس کو قبر میں داخل کیا اور خود اس کے پیچھے داخل ہو گیا اور قبر کو بند کر لیا۔ مجھے بڑی حیرانگی ہوئی اور میں اسی سوچ میں اس کی بیوی کے پاس گیا اور اس کے بارے میں پوچھنے لگا۔ اس نے کہا کہ وہ زنا کرتا، شراب نوشی کرتا اور اپنی ماں کے ساتھ جھگڑتا تھا اور اپنی ماں کو (معاذ اللہ) کہتا کہ ہنہناؤ جس طرح گدھا ہنہناتا ہے۔ چنانچہ جب وہ مرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل کو گدھے

جیسا بنا دیا اور عذاب کا فرشتہ ہر رات اس کو قبر سے نکال کر ماتا ہے اور کہتا ہے کہ اے گدھے  
ہنہناؤ پھر اس کو بیڑیوں سے باندھ دیتا اور قبر میں لوٹا دیتا ہے۔

ہم اللہ سے اس کے عذاب اس کی ناراضگی اور اہل دوزخ کے اعمال کی پناہ  
مانگتے ہیں۔ حقیقی مومن وہ ہے جو قطعہ رحمی، دوری اور ان کے نتیجے میں دیے جانے والے  
عذاب کے ڈر سے اپنی جان کو تکلیف میں ڈالتا ہے۔

## نوح کرنے کا عذاب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّا لَنَحْنُ نَحِيْبٌ وَنَمِيْتُ عَمَّا نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ. (الحجر: ۲۳)  
”اور بے شک ہم ہی زندگی اور موت دینے والے ہیں اور ہم ہی اصل  
وارث ہیں۔“

جس طرح قصاب کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ مینڈھے کو ذبح کرتے وقت غصہ کا  
مظاہرہ کرے اسی طرح یہ بھی مستحسن نہیں کہ اللہ کے بندے کی وفات کے وقت ناراضگی کا  
مظاہرہ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ بولنے والے، نوح کرنے اور کپڑا پھاڑنے  
والے اور چوری کرنے والے سے ہم بری ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوح کرنے والی عورت اپنی قبر سے پراگندہ اور غبار آلود  
اٹھائی جائے گی، اس کو خارش زدہ دوپٹہ، اللہ کی لعنت سے بھری چادر اور تار کول کا لباس  
پہنچایا جائے گا۔ نوح کرنے والی عورت اپنا ہاتھ سینہ پر مار کر پکار رہی ہوگی ہائے ہلاکت ہائے  
ہلاکت! جس پر فرشتہ آمین کہے گا۔ پھر نوح پر اجرت لینے کی وجہ سے اس کیلئے آگ کا ایہک  
حصہ مقرر کر دیا جائے گا

## نوحہ کرنے والی پر اللہ کی لعنت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی اور اجرت دے کر اس نوحہ کو سننے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا رسول اللہ کے زمانہ مبارکہ میں بھی عورتیں اس طرح نوحہ وغیرہ کرتی تھیں؟ انہوں نے ارشاد فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے رسول اللہ کی خدمت اقدس میں ایک عورت روتی ہوئی آئی جس کا باپ، بیٹا اور بھائی کسی غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔ رسول اللہ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میرے گھرے کے مرد ختم ہو گئے ہیں۔ فرمایا: اگر صبر کرو گی تو تمہارے لئے جنت ہے۔ اس نے کہا: بخدا اگر میرے لیے جنت ہے تو آج کے بعد میں ایک آنسو بھی نہیں بہاؤں گی۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس وقت کی عورتیں روشن چہروں، مضبوط اعصاب اور پختہ شعور کی مالک ہوا کرتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک دو بری آوازیں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں؛ پہلی مصیبت کے وقت نوحہ کرنے والی عورت کی آواز اور دوسری خوشی کے موقع پر آلات موسیقی کی آواز آلہ موسیقی بجانے اور اس کے سننے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ. (الذاریات : ۱۹)

”ان کے مالوں میں سائل اور محروم لوگوں کا حق بھی ہوتا ہے۔“

یہی وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں خوشی کے وقت گانے والی اور مصیبت کے وقت نوحہ کرنے والی عورتوں کی اجرت شامل ہوتی ہے۔ جب کوئی اس حال میں فوت ہوتا ہے کہ اس کے ذمہ قرض، امانت یا دیگر واجبات ہوں تو روح قبض ہونے کے وقت وہ ایک خوف کو دیکھتا ہے اور وہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے خوف میں کمی کی جائے اس وقت شیطان اس کی قبر میں آتا ہے اور فرشتوں کی آواز سنتا ہے جو اس مردہ کو اس کے گناہوں سے ڈرا اور

اس کے عذاب کے بارے میں بتا رہے ہوتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اے فلاں! کیا تو مجھ کو جانتا ہے، بخدا میں تیرے عذاب کے بڑھنے کا سبب بنوں گا، پھر شیطان اس میت کے اہل خانہ کے پاس آتا ہے اور ان کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ مرنے والا تم پر کس قدر مہربان اور نرم تھا جس کے نتیجے میں وہ ماتم کرنے لگتے ہیں گویا یہ کوئی معمولی چیز ہے اور اور اس طرح ان کے غم میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ شیطان ان کو کہتا ہے کہ تم اپنے لیے فلاں نوحہ کرنے والی عورت کو اپنے مال کے ساتھ طلب کرو اور وہ اجرت پر نوحہ کرنے والی عورت کو لے آتے ہیں جو بغیر کسی غم کے پیٹتی اور نوحہ کرتی ہے وہ عورت زندوں کو ان کے گھر میں فنا کرنے اور مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب کا مستحق بنانے ان کے اجر کو روکنے اور ان پر گناہوں کا بوجھ زیادہ کرنے کا باعث بنتی ہے اس صورتحال پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اہل خانہ اور میت پر شدید غصہ کا اظہار فرماتے ہیں: جس کے نتیجے میں میت کی قبر میں جہنم کی ستر کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور اس پر سیاہ رنگ کے کتے چھوڑے جاتے ہیں جو اس کو نوچتے ہیں اس کے ساتھ جہنم کے فرشتے اس کے سر پر کاری ضربیں لگاتے ہیں جس پر وہ مردہ چیخ و پکار کرتے ہوئے کہتا ہے: ہائے ہلاکت! مجھ پر یہ عذاب کہاں سے آیا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: یہ تحفہ تیرے گھر والوں نے تیرے لیے بھیجا ہے جس پر وہ کہتا ہے: اے اللہ میری طرف سے ان کو کوئی خیر نہ دے، اے اللہ ان کو بھی ایسا عذاب دے جیسا مجھے دیا جا رہا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: کیوں نہیں، ہر ایک کے لئے اس جیسا عذاب لازم ہو چکا ہے، مردہ کہتا ہے: نوحہ کرنے والے، کپڑے پھاڑنے والے اور اپنے چہروں کو پیٹنے والے وہ ہیں اور عذاب مجھ کو دیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ جو اب فرماتے ہیں اس میں تیرا قصور یہ ہے کہ تو نے ان سے یہ وعدہ کیوں نہ لیا کہ وہ تیرے بعد میرے ساتھ نازیبا کلمات نہ کہیں۔ پس آہو کوئی اپنی وصیت میں یہ وعدہ بھولا کہ اس کے عزیز واقارب اللہ کے ساتھ (نازیبا کلمات کے ذریعے) لڑائی نہ کریں تو اللہ کو یہ حق ہے کہ وہ اس کو عذاب دے۔

نوحہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک نوحہ کرنے والی عورت جب تک اپنی موت

سے ایک سال قبل توبہ نہ کرے اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی کیونکہ اس کا گناہ بہت بڑا ہے۔ اگر وہ بغیر توبہ کے مر جائے تو قیامت کے دن اس کے جسم پر تارکول کا لباس، خارش زدہ چادر ہوگی۔ اس گناہ جیسا عذاب کسی گناہ کے بدلے میں نہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ میت جس پر نوحہ کیا گیا اس کو اسی قدر عذاب دیا جائے گا جس قدر اس کے اہل خانہ اس پر نوحہ کرتے رہے، جب وہ پکار پکار کر کہتے تھے: اے مرنے والے تو ہی ہماری عزت و عظمت تھا پھر جب اس مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو جہنم کے فرشتے ہر کہے گئے کلمہ کے بدلے میں اس کو مارتے ہیں یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، فرشتے اس کو کہتے ہیں کیا تو ان کو رزق دینے والا تھا؟ کیا تو ان کا آقا و کفیل تھا؟ وہ کہتا ہے: بخدا میں تو بہت ضعیف و کمزور ہوں، اے اللہ! تو ہی مجھ کو اور ان کو رزق عطا فرماتا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں لیکن تیرا یہی انجام ہے کیونکہ تو نے ان کو اس برے کام سے منع نہیں کیا۔

## قیامت کے دن نوحہ کرنے والی کے چہرہ پر آگ بھڑک رہی ہوگی

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت قیامت کے روز جنت اور دوزخ کے درمیان تارکول کے لباس میں ملبوس کھڑی ہوگی اور اس کے چہرے پر آگ بھڑک رہی ہوگی، فرشتے اس میت کو لے کر آئیں گے جس پر اس نے نوحہ کیا تھا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس میں روح ڈالیں گے جہنم کے فرشتے اس عورت کو کہیں گے کہ جس طرح تو نے دنیا میں نوحہ کیا آج بھی نوحہ کرو، وہ کہے گی کہ آج میں شرم محسوس کرتی ہوں، فرشتے اس کو مار کر کہیں گے اے ملعونہ! تو نے دنیا میں اللہ سے کیوں شرم محسوس نہ کی؟ کیا تو نہیں جانتی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تیرے نوحے کو سن رہے ہیں؟ نوحہ کرنے والی عورت کوئی لفظ بولنا چاہے گی کہ اس کے پاؤں کاٹ دیے جائیں گے پھر کچھ بولنے کی کوشش کرے گی کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے۔ وہ چیخ کر کہے گی، ہائے ہلاکت! مردہ کہے گا کہ میرا کیا قصور ہے؟ جہنم کے فرشتے جواب دیں گے کہ تیرا قصور صرف اس قدر ہے کہ تو نے اپنی موت سے قبل ان کو منع نہیں کیا۔ پھر فرشتے اس کو ایسی ضرب لگائیں گے کہ اس کا کوئی عضو دوسرے عضو سے متصل نہیں رہے گا اور اس کے اعجاہو میں پرندوں کی طرح

اڑنے لگیں گے جو نہی اس کو کوئی ضرب لگائی جائے گی تو وہ ایسا چیخے گا کہ خوف کی وجہ سے تمام مخلوقات رونے لگیں گی لیکن وہ مردہ برابر چنٹتا رہے گا اس کے جسم کو سات مرتبہ ٹکڑے ٹکڑے کی جائے گا پھر اگر وہ اہل خیر میں سے ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو جنت میں بھیج دیں گے اور اگر وہ اہل شر میں سے ہو تو اس کو جہنم میں بھیج دیا جائے گا جبکہ نوحہ کرنے والی عورت کو آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کو آگ سے بنا دوپٹہ اور جوٹے پہنچائے جائیں گے۔ جہنم کے فرشتے اس نوحہ کرنے والی سے مخاطب ہو کر کہیں گے: اے ملعونہ! آج بھی اپنے رب سے جھگڑا کرو جس طرح تو دنیا میں نوحہ کرتے ہوئے اپنے رب سے جھگڑا کری تھی تاکہ تو دیکھ لے کہ کون مغلوب، ذلیل، رسوا اور آگ میں ڈالا جانے والا ہے؟ نوحہ کرنے والی کہے گی، ہائے ہلاکت، پھر اس عورت اور جو اس کے ساتھ نوحہ میں شریک تھے، کو آگ میں ڈال دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نوحہ کے دوران سات نازیبا کلمات کہہ ڈالے اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے جسم پر تار کول کا لباس، خارش زدہ دوپٹہ اور اللہ کی لعنت کی چادر ہوگی۔ وہ اپنے بازوؤں کو اپنے سر پر رکھے ہائے ہلاکت ہلاکت ہلاکت پکار رہی ہوں گی۔ مگر ان فرشتے اس پر آمین کہے گا اور پھر اس کو دوزخ کے داروغہ، مالک کے حوالے کر دے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ، قیامت کے روز نوحہ کرنے والوں کی دو صفیں بنائیں گے جو جہمیوں کے دائیں بائیں ہوں گی، اور یہ لوگ اہل دوزخ پرکتوں کی طرح بھونکیں گے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک عورت کو نوحہ پڑھتے ہوئے سنا تو اس کو اپنے درے سے اس قدر مارا کہ اس کا دوپٹہ پھٹ گیا۔ کہا گیا اے امیر المؤمنین کیا اس عورت کیلئے امان و حفاظت ہے؟ فرمایا: اللہ کی قسم نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صبر کا حکم دیا ہے اور یہ عورت صبر کرنے سے منع کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ماتم سے منع فرمایا ہے اور یہ اس کا حکم دے رہی ہے اس پر مستزاد کہ یہ کام اجرت لے کر کرتی ہے۔



## نوح کرنا کفر کے مترادف ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے کے مترادف ہیں؛ گریبان چاک کرنا اور بالوں کو بکھیرنا یا چہرے پر تھپڑ مارنا اور نوح کرنا۔ فرشتے نوح کرنے والی اور گانے والی پر رحمت لے کر نازل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نوح کرنے والی، گانے والی، جسم گودنے والی اور جسم گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے، اسی طرح اپنے رخسار پٹنے والی، چیخنے والی، نوح گانے والی اور اس کو سننے والی پر بھی لعنت کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازے کے پیچھے چلنے میں عورتوں کے لیے کوئی خیر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رخساروں کو پٹنے والے گریبان کو چاک کرنے والے اور جاہلیت کی طرح آہ و پکار کرنے والے کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى  
الْخَاشِعِينَ.

(البقرة: ۴۵)

”صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو، یہ گراں ہے مگر ڈرنے والوں پر نہیں“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک پل صراط جہنم کے عین وسط میں بنایا گیا ہے، اس کے دائیں بائیں حفاظتی دیواریں بھی ہیں چنانچہ جو شخص نمازی ہوگا اس کے لیے دائیں طرف سے حفاظت ہوگی اور جو شخص مصیبتوں میں صبر کرنے والا ہوگا اس کے بائیں طرف بھی حفاظتی دیوار ہوگی۔ اگر اس میں یہ دونوں خصوصیتیں نہ پائی گئیں تو پل عبور کرتے وقت جہنم کے شعلے اس کو کھا جائیں گے۔ لہذا صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو تا کہ تم نار جہنم کے شعلوں سے محفوظ رہ سکو۔

## صبر کرنے والے عرش الہی کے قریب ہوں گے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا دے گا کون ہے جس

کے لیے اللہ کے ذمہ قرض باقی ہے؟ تمام لوگ کہیں گے کہ وہ کون ہو سکتا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ قرض دہندہ ہیں؟ فرشتے کہیں گے وہ شخص کہ مصیبت کے وقت اس کا دل غمگین ہوا۔ اس کی آنکھیں نم ہوئیں اور اللہ سے ڈرتے ہوئے صبر کیا، آج کھڑا ہوتا کہ آج کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا اجر وصول کر سکے۔ بہت سے لوگ کھڑے ہوں گے جو دنیا میں مصیبتوں میں گرفتار رہے۔ فرشتے کہیں گے: ٹھہرو! کوئی دعویٰ بلا دلیل معتبر نہیں سمجھا جاتا، چنانچہ ہم تمہارے نامہ اعمال دیکھیں گے۔ پھر جس کے نامہ اعمال میں، صبر کے وقت، تھوڑی سی بھی ناراضگی یا نازیبا کلام پایا گیا اس کو کہا جائے گا کہ بیٹھ جاؤ تم صابرین میں سے نہیں ہو۔ اسی طرح جب کسی عورت کے نامہ اعمال میں بھی ناراضگی یا نوحہ پایا گیا اس کو بھی بٹھا دیا جائے گا۔ فرشتے صبر کرنے والوں کو اٹھا کر عرش الہی کے قریب کر دیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! یہ تیرے صابر بندے ہیں۔ اللہ عزوجل فرمائیں گے۔ اے فرشتو! ان کو ایسے درخت کی طرف لے جاؤ جس کا تنا سونے سے بنا جس کے پتے موتیوں کے ہیں اور جس کا سایہ سو میل مسافت پر محیط ہے صابر لوگ اس درخت کے سائے میں بیٹھیں گے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ یکے بعد دیگرے ان پر اپنی تجلیات ڈالیں گے اور فرمائیں گے: اے میرے صابر بندو! میں نے تم کو رسوا کرنے کیلئے مصیبتوں میں مبتلا نہیں کیا تھا بلکہ اس لیے کہ تمہارا مرتبہ میرے قریب ہو جائے اور میں نے تم پر مصیبتیں بھیجیں جو دنیا میں تمہارے گناہوں اور بوجھ میں تخفیف کا باعث تھیں۔ آج میں تم کو ایسے اونچے مرادب پر سرفراز کروں گا جن پر تم اپنے اعمال کی بدولت نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تم نے میرے لیے صبر کیا، میری وجہ سے شرم محسوس کرتے رہے اور میرے فیصلے پر ناراض نہ ہوئے آج میں بھی تم سے حیا کھاتا ہوں، چنانچہ آج تمہارے حساب کیلئے میزان مقرر نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی تمہارے نامہ اعمال کھولے جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انما یوفی الصابرون اجرهم بغير حساب .

”بے شک صبر کرنے والوں کو بغير حساب کے اجر دیا جائے گا“

لہذا آج میں تمہارا حساب نہیں کروں گا۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فقراء کی طرف متوجہ

ہوں گے اور فرمائیں گے: اے میرے فقیر بندو! میں نے تم کو فقر و غربت میں مبتلا کیا اور میری وجہ سے تم دنیا میں کوئی قابل عزت مقام حاصل نہ کر سکے، لیکن میں نے فیصلہ کہا ہے کہ جو دنیا میں کسی چیز کا مالک بنا اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ دولت کہاں سے کمائی؟ لیکن میں تم سے تمہارے فقر کی وجہ سے محبت کرتا ہوں بایں وجہ تمہارا حساب و کتاب میں تخفیف کی جائے گی اور تم کو تمہارا حصہ پورا پورا دیا جائے گا۔ مزید براں جس نے تم کو دنیا میں پانی کا ایک گھونٹ پلایا کھانے کا ایک لقمہ دیا یا کپڑے کا کوئی ٹکڑا پہنچایا وہ بھی تمہاری شفاعت میں ہے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس عورت کی طرف متوجہ ہوں گے جس کا بچہ گم ہو گیا اور اس نے اس پر صبر کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے: اے میری بندی! میں نے تیرے بیٹے کی موت کا فیصلہ اسی طرح لوح محفوظ میں لکھا تھا پھر میں نے ہی اس کو اپنی طرف بلا لیا جس پر تیرا دل حد سے زیادہ غمگین نہ ہو اور نہ ہی تیرا سینہ میری رحمت سے مایوس اور تنگ ہوا۔ چنانچہ آج میری رضا کی خوشخبری قبول کرو اور اپنے بیٹے کی زندگی بھی جس کے لیے موت نہیں، ایسا مقام جس سے کوچ نہیں اور نہ ہی کوئی غم ہے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اندھوں، برص، جذام اور تمام بیماریوں کے مریضوں کی طرف متوجہ ہوں گے جس پر ان کی خوشی اپنی انتہا پر پہنچ جائے گی اور ان کے لیے بڑے لوگوں اور امراء سے بڑھ کر مراتب ہوں گے، جس نے کسی مصیبت پر صبر کیا ہوگا اس کے لئے ایک جھڈا گاڑ دیا جائے گا جس نے دو قسم کی مصیبتوں پر صبر کیا اس کے لیے دو جھنڈے گاڑ دیے جائیں گے جس نے تین مصیبتوں پر صبر کیا اس کے لیے تین اور جس نے اس سے زیادہ مصیبتوں پر صبر کیا اسی قدر جھنڈے لگا دیئے جائیں گے پھر فرشتے ان کے آگے آگے ان کے جھنڈے اٹھائے ان کو جنت کی طرف لے کر چلیں گے۔ لوگ دیکھ کر کہیں گے: کیا یہ شہداء یا انبیاء ہیں؟ فرشتے جواباً کہیں گے: نہیں، بلکہ یہ عام لوگ ہیں لیکن انہوں نے دنیا کی تنگیوں اور تکلیفوں میں اللہ کیلئے صبر کیا اور آج ان کو تمام عذابوں سے نجات دے دی گئی۔ لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی دنیا میں شدید تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہوتے تو آج ہمارے لیے بھی ایسا ہی اعزاز ہوتا۔ جب یہ لوگ جنت کے دروازے کے قریب پہنچیں گے تو دروازہ کھٹکھٹایا جائے گا، جنت کا داروغہ رضوان

سوال کرے گا یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے: دروزہ کھولئے۔ رضوان کہے گا: ان لوگوں کا حساب کس وقت ہوا اور یہ نجات حاصل کر کے چلے آئے حالانکہ ابھی تمام لوگ حساب کے انتظار میں کھڑے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ نے ابھی حساب شروع نہیں فرمایا اور نہ ہی اعمال کیلئے میزان نصب کیا گیا ہے۔ فرشتے جواب دیں گے: یہ صابر لوگ ہیں، ان کا حساب نہیں ہوگا اے رضوان! جنت کے دروازے کھولو تا کہ یہ سکون کے ساتھ اپنے اپنے محلات میں جلوہ افروز ہو سکیں۔ اس وقت رضوان جنت کے دروازے کھولے گا وہ اپنے محلات کی طرف روانہ ہوں گے جہاں ان کو خادم بڑی خوشی اور فرحت کے ساتھ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پکارتے خوش آمدید کہیں گے۔ وہ پانچ سو سال تک جنت کے تختوں پر بیٹھے رہیں گے، سب باقی انسانیت حساب سے فارغ ہوگی۔

رسول اکرم کی نافرمان عورتوں کا

## عبرت ناک انجام

حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ”الکبائر“ میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے ملنے کے لئے آپ ﷺ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا نبی کریم ﷺ رورہے ہیں اور آپ ﷺ پر گریہ طاری ہے۔ جب میں نے آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ اور سک بنا پرس آپ ﷺ اتنا رورہے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر قسم قسم کے عذاب میں مبتلا دیکھا اور ان کو جو عذاب ہو رہا تھا وہ اتنا شدید اور ہولناک تھا کہ اس عذاب کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے۔“

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

(1) ”میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں کے ذریعے جہنم کے اندر لٹکی ہوئی ہے

اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے۔“

(2) ”میں نے دوسری عورت کو جہنم میں اس طرح دیکھا کہ وہ زبان کے بل لٹکی ہوئی ہے۔“

(3) ”تیسری عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ چھاتیوں کے بل جہم میں لگی ہوئی ہے۔“

(4) ”چوتھی عورت کو میں نے اس طرح دیکھا کہ اس کے دونوں پیر سینے سے اور دونوں ہاتھ پیشانی سے بندھے ہوئے تھے۔“

(5) ”پانچویں عورت کو میں نے اس طرح سے دیکھا کہ اس کا چہرہ خنزیر کی طرح ہے اور باقی جسم گدھے کی طرح ہے، مگر حقیقت میں وہ عورت ہے اور سانپ بچھو اسے لپیٹے ہوئے ہیں۔“

(6) ”چھٹی عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ کتے کی شکل میں ہے اور اس کے منہ سے راستے سے جہنم کی آگ داخل ہو رہی ہے اور پاخانہ کے راستے سے آگ نکل رہی ہے اور عذاب دینے والے فرشتے جہنم کے گرز اس کو مار رہے ہیں۔“

اس طرح چھ عورتوں کو ہونے والے عذاب کی تفصیل حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی۔

### پہلی عورت کے عذاب کا سبب ”بے پردگی“

اس کے بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ”ابا جان عورتوں پر یہ عذاب ان کے کون سے اعمال کی وجہ سے ہو رہا ہے؟ ان کے کون سے ایسے اعمال تھے جن کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو اس ہولناک عذاب میں مبتلا دیکھا؟“ اس کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”کہ جس عورت کو میں نے سر کے بالوں سے جہنم میں لٹکے ہوئے دیکھا، اور جس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا تھا۔ اس کو یہ عذاب گھر سے باہر ننگے سر جانے کی وجہ سے ہو رہا تھا وہ عورت نامحرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی۔“

### ستر اور پردہ

اب اگر ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ گناہ عام ہوتا نظر آتا ہے۔ حالانکہ خواتین کے لئے حکم یہ ہے کہ سر کے بال ان کے ستر کا حصہ ہیں۔ کیونکہ عورت کا پورا جسم سر سے پاؤں تک سوائے چہرے کے اور سوائے دونوں ہتھیلیوں کے اور دونوں پیروں

کے پورا جسم ستر ہے۔ جس کو نماز میں چھپانا فرض ہے۔ کیونکہ اگر نماز میں کم از کم چوتھائی سر کے بال کھل جائیں اور اتنی دیر کھلے رہیں جتنی دیر میں تمیں مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہیں ہوگی یا اگر کسی عورت نے سر پر اتنا بار یک دو پٹہ اوڑھ لیا۔ جس میں سر کے بال جھلک رہے ہیں تو ایسے دو پٹے میں بھی نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ ستر چھپانے کی شرط پوری نہیں ہوتی۔ بعض خواتین بار یک دو پٹے میں نماز پڑھ لیتی ہیں یا اس دو پٹے کو دو ہرا کر لیتی ہیں۔ حالانکہ دھرا کرنے کے بعد بھی بال نظر آتے رہتے ہیں یا بعض اوقات دو پٹہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے چھیا باہر نکلی ہوتی ہے۔ وہ دو پٹے کے اندر نہیں چھپتی یا بعض خواتین کی آستین اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ دو پٹہ پہننے کے باوجود ان کے بازو گنوں تک نہیں چھپتے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر چوتھائی پنڈلی کھل جائے اور تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے برابر کھلی رہے تو نماز نہ ہوگی۔

اور چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر اور باقی سارا جسم نامحرم مردوں سے چھپانا ضروری ہے۔ یہ پردہ کا حکم ہے۔

### گھر کے اندر رہنے والے نامحرم مردوں سے پردہ کا طریقہ

ہاں اتنی گنجائش ہے کہ جو نامحرم گھر کے اندر رہتے ہیں، جن سے ہر وقت مکمل پردہ کرنا مشکل ہے۔ مثلاً دیور، جیٹھ گھر کے اندر ساتھ رہتے ہیں۔ اب ہر وقت ان کی آمد و رفت رزتی ہے اور وہ اکثر گھر پر کام کاج بھی کرتے رہتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کے سامنے بھابھی کو چاہیے کہ وہ کوئی بڑا اور موٹا دو پٹہ اس طرح باندھے جس طرح نماز میں باندھا جاتا ہے اور اس میں دونوں بازو بھی چھپ جائیں اور وہ اپنی پنڈلی بھی شلوار وغیرہ میں چھپائے۔ پنڈلی کا ذکر اس لئے کیا کہ آج کل انہیں کھلا رکھنے کا رواج چل رہا ہے جو سراسر ناجائز ہے۔ صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر کھلے رہیں۔ اس حالت میں اس کے سامنے آنا جانارکھے اور گھر کا کام انجام دے تو اس کی گنجائش ہے اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ چہرے پر گھونگٹ ڈال کر ان کے سامنے آجائے اور ضرورت کے

وقت اسی گھونگٹ میں ان سے بات بھی کر سکتی ہے اور جواب بھی دے سکتی ہے۔ شریف اور حیا دار عورت کے چہرے پر گھونگٹ ڈال کر کام کاج کرنا کوئی مشکل نہیں۔ بشرطیکہ آخرت کی فکر ہو۔ خوفِ خدا ہو اور اللہ کے عذاب سے ڈر لگتا ہو، لیکن سر کھلا رکھنا یا سر کے اوپر اتنا باریک دوپٹہ اوڑھنا کہ اس میں سے سر کے بال نظر آ رہے ہیں یا برائے نام دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا ہے، سر پر نہیں رکھا، بازو بھی کھلے ہوئے ہیں، کہنیاں بھی کھلی ہوئی ہیں، کلائیوں بھی کھلی ہوئی ہیں اور ان کلائیوں میں زیور بھی پہنا ہوا ہے اور آج کل تو پنڈلیاں کھولنے کا منحوس رواج بھی چل پڑا ہے۔

لہذا گھر کے جو نامحرم مرد ہیں ان کے سامنے بھی اعضاء کا کھولنا جائز نہیں اور گھر سے باہر کھولنا تو کسی حالت میں جائز نہیں۔ لیکن آج مسلمان خواتین کا حال جو گھر کے اندر ہے اس سے زیادہ برا حال گھر کے باہر ہے۔ باہر نکلتے وقت برقعے اور پردے کا کوئی حال نہیں اور جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ بھی اتنے باریک ہیں یا اتنے چست ہیں کہ جسم کا ہر حصہ نمایاں ہو رہا ہے۔

لہذا خواتین یہ بات سن لیں نامحرم مردوں کے سامنے ننگے سر آنے کا عذاب سر کارِ دو عالم ﷺ یہ بیان فرماتے رہے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کو جہنم کے اندر سر کے بل لٹکے ہوئی دیکھا ہے اور ان کا دماغ ہانڈی کی طرح پک رہا تھا۔ اللہ پناہ۔

### بے پردگی کی وجہ سے عذابِ جہنم

جہنم میں عورتوں پر عذاب دیکھنے کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے اور بھی بہت سے احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ نامحرم مردوں کے سامنے بے پردہ نکلنے کے سلسلے میں ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا..... پھر فرمایا: ”عورتوں کے جہنم میں کثرت سے جانے کی چار وجہ ہیں“۔

(1) ”ایک وجہ یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مادہ بہت کم ہے۔“

(2) ”دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی تابعداری کا جذبہ کم ہے۔“



- (3) ”تیسری وجہ یہ ہے کہ ان میں اپنے خاوندوں کی نافرمانی برداری بہت کم ہے۔“
- (4) ”چوتھی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر بن ٹھن کر بے پردہ گھر سے باہر نکلنے کا جذبہ بہت پایا جاتا ہے۔“

یہ چوتھی وجہ وہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج کل اکثر خواتین جب باہر نکلیں گی تو خوب اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑا پہن کر اور خوب آراستہ پیراستہ ہو کر میک اپ کر کے خوشبو لگا کر بے پردہ باہر نکلیں گی۔ اگر کوئی خانوں مکمل شرعی پردے میں گھر سے باہر نکلے اور ایسی خوشبو لگا کر نہ نکلے جس کی خوشبو دوسرے نامحرم مردوں تک جائے یا جو آرائش و زیبائش کے ساتھ صرف اپنے شوہر کے سامنے آئے اور اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کے سامنے آئے تو اس میں کوئی برائی نہیں، جائز ہے۔ کیونکہ شوہر کے لئے آرائش کر کے آئیں۔ چاہے وہ نامحرم گھر کے ہوں یا باہر کے ہوں۔ اس وقت یہ فعل گناہ، حرام اور ناجائز ہے۔ جس سے بچنا واجب ہے۔

### دوسری عورت پر عذاب کا سبب ”زبان درازی“

دوسری عورت جس کو حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ وہ زبان کے بل جہنم کے اندر لٹکی ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت وہ ہے جو اپنی زبان درازی سے اپنے شوہر کو تکلیف پہنچایا کرتی تھی۔ بعض عورتوں میں بلاشبہ یہ بری خصلت پائی جاتی ہے کہ وہ بہت ہی منہ پھٹ، زبان دراز، بدگو اور بہت زیادہ زبان چلا کر اپنے شوہر کو تکلیف پہنچانے کی عادی ہوتی ہیں اور یہ بات تو مرد کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ اپنی زبان سے اپنی بیوی کا ناحق تکلیف پہنچائے یا اس کے ستائے اور پریشان کرے۔ مرد کے لئے یہ بات باعش، عذاب اور باعث و باہے۔ لیکن اس حدیث می یہ صنف خاص عورتوں کے متعلق بیان کی جا رہی ہے کہ بات بات پر شوہر سے لڑنا اور بدتمیزی کرنا اور ایسی باتیں کرنا۔ جس سے شوہر کا دل دکھے، اور کو تکلیف اور ایذا پہنچے، ایسی خواتین کے بارے میں یہ عذاب بتایا گیا ہے کہ وہ جہنم میں زبان کے بل لٹکیں گی۔

## زبان درازی سنگین گناہ ہے

اگر انسان کسی کو ہاتھ سے مار دے یا کسی چیز سے مار دے۔ اس کو تکلیف زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتی لیکن زبان سے بعض اوقات انسان ایک ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جو زندگی بھر انسان کو نہیں بھولتا۔ زبان کا جسم تو بہت چھوٹا سا ہوتا ہے، مگر اس کے گناہ بڑے سنگین ہوتے ہیں۔ اس گناہوں میں سے ایک گناہ زبان درازی بھی ہے۔ یہ ایسا سنگین گناہ ہے کہ جو گھر کے سارے سکون کو غارت کر دیتا ہے اور زندگی کو حیران بنا دیتا ہے۔ اگر اس کا سبب کسی خاتون کی زبان ہے تو اس کے لئے اس حدیث میں یہ عذاب اور وبال بیان کیا ہے۔ اس لئے خواتین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالیں جس سے ان کے شوہر کوئی تکلیف پہنچے ایسے ہی شوہروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بھی اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہیں۔ جس سے بیوی کو تکلیف پہنچے۔ بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھیں اور زبان سے ایسی بات نکالنا جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اور جس طرح ہاتھ کے ذریعے اور اشاروں اور کناہوں کے ذریعے تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ اسی طرح زبان کے ذریعے تکلیف پہنچانا بھی گناہ ہے۔ اس لئے اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ زبان سے وہی بات نکلے جس سے دوسروں کا دل خوش ہو اور دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے اور اپنی زبان کو قابو کریں۔

## تیسری عورت پر عذاب کا سبب ”نا جائز تعلقات“

تیسری عورت جس کو حضور اقدس ﷺ نے دیکھا وہ اپنی چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود دوسروں مردوں سے ناجائز تعلقات رکھتی تھی۔ شریف اور باحیاء عورتیں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح شریف اور باحیاء مرد بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

## بے حیائی کے سنگین نتائج

لیکن جس معاشرے میں حیاء کا خاتمہ ہو چکا ہو اور بے حیائی کا دور دورہ ہو۔ اس

میں اس بات کا کہاں عیب سمجھا جائے گا۔ بلکہ ایسے معاشرے میں اس کو فیشن کے طور پر اختیار کر لیا گیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے  
 ”الحیاء شعبة من الايمان“  
 ”حیاء ایمان کی شاخ ہے۔“

یعنی دین اور ایمان کا ایک اہم شعبہ ”حیا“ ہے۔ یہ حیا ایسی چیز ہے جو انسان کو بہت سے گناہ سے بچا لیتی ہے۔ چنانچہ جنسی نوعیت کے جتنے گناہ ہیں۔ ان سب میں حیا ایک پردہ اور رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اسی حیا کی وجہ سے انسان غیر محرم عورت کی طرف نظر نہیں اٹھا سکتا، کسی نامحرم کے پاس جانے اور اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنے سے حیا اس انسان کو روکے گی۔ اسی طرح اگر عورت حیا دار ہے تو وہ حیا اس کو نامحرم مرد کے طرف دیکھنے سے روکے گی اور یہ حیا ہی دراصل باپ اور بیٹی کے درمیان، بھائی اور بہن کے درمیان، سر اور بہو کے درمیان پردہ ہے۔ خدا نخواستہ اگر کسی جگہ پر کسی وقت اس حیا کا خاتمہ ہو گیا تو پھر بیٹی اور اجنبی عورت برابر ہے

### باپ اور بیٹی کے درمیان حیا کا پردہ

میرے ایک دوست جو بہت بڑے عامل ہیں۔ ان کے پاس زیادہ تر عورتوں ہی کی آمد و رفت رہتی ہے۔ کسی پر جن پڑھا ہوا ہے، کسی پر آسب کا اثر ہے، کسی پر جادہ کا شبہ ہے، کسی کے لئے شادی کی کوشش ہے۔ ایک ماہ پہلے ان سے میری ملاقات ہوئی تو وہ میرے کان میں چپکے چپکے سے کہنے لگے کہ آج کل میرے پاس اکثر عورتیں اپنی یہ پریشانی لے کر آتی ہیں کہ کوئی ایسا تعویذ دے دو کہ باپ کی نظر بیٹی سے ہٹ جائے۔ اس لئے کہ ہمیں رات کو اٹھ اٹھ کر پہرہ دینا پڑتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ باپ بیٹی کو پریشان کر رہا ہو۔ پھر کہنے لگے کہ میں تو سن کر کانپ جاتا ہوں کہ اس کو کیا علاج بتاؤں۔ جب باپ ہی کا دل بیٹی پر آ گیا تو اب زمین پر جینے کا کیا حق رہ گیا۔

### ٹی۔ وی کا وبال

مگر لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ یہ سب ٹی۔ وی دیکھنے کا نتیجہ ہے۔ وہ تو کہتے

ہیں کہ ٹی۔ وی دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ حالانکہ یہ سارا وبال ٹی۔ وی کا ہے۔ اس لئے کہ ٹی۔ وی پر تنگی فلمیں دیکھ کر حیا کا جنازہ نکل گیا ہے۔ باپ سے بھی حیا نکل گئی ہے اور بھائی سے بھی نکل گئی ہے اور جب حیا باقی نہ رہے تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

”اذا فاتك الحياء فافعل ما شئت“

”جب تمہاری حیا کا خاتمہ ہو جائے تو جو چاہے کرو۔“

اس لئے کہ پھر ہر برائی آپ کے لئے برابر ہے۔ حیا ہی یہ بتاتی ہے کہ دیکھ یہ تیری بیٹی ہے ہے اور یہ تیری بہن ہے، یہ تیری ماں ہے، یہ تیری بہو ہے، اگر حیا نہیں تو پھر اس کے نزدیک سب خواتین برابر ہیں۔ پھر تو جانوروں جیسی حالت ہوگی۔ کیونکہ جانور میں بھی حیا نہیں۔ اس لئے تو اس کے اندر ماں بہن کا رشتہ بھی نہیں ہے۔ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے حیا کا مادہ رکھا ہے۔ وہ حیا ہی اس کو ان باتوں سے روکتی ہے اور جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔

بہر حال یہ ٹی۔ وی حیا کو صاف کرنے کا ستر ہے، اخلاق کو برباد کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایمان کو غارت کرنے کا سبب ہے۔ جس طرح سترے سے سارے سر کے بال صاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ٹی۔ وی اور فلمیں دیکھنے سے انسان کی حیا کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اعمال کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں بعض مرتبہ ایمان بھی چلا جاتا ہے۔ بہر حال دوسرے مردوں پر نظر رکھتی ہو اور ان سے ناجائز تعلقات رکھتی ہو۔ اس کے لئے یہ عذاب ہے کہ جہنم میں اس چھاتیوں کے بل لٹکایا جائے گا۔ لہذا اس گناہ سے بچیں۔

چوتھی عورت پر عذاب کا سبب ”استہزاء“

چوتھی عورت جس کو حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ اس کے دونوں پیر سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ سر سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جو دنیا میں جنابت اور حیض سے پاک صاف رہنے کا اہتمام نہیں کرتی تھی اور نماز کے ساتھ بڑی لا پرواہی بلکہ استہزاء کا معاملہ کرتی تھی۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب مرد اور عورت پر غسل فرض ہو جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی

وقت غسل کر لیں اور اگر اس وقت غسل نہ کریں تو کم از کم استنجاء کر کے وضو کر لیں اور پھر سو جائیں اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو کم از کم استنجا کر لیں۔ کلی کر لیں اور ہاتھ دھو کر سو جائیں اگر اتنا بھی نہ کر سکیں تو پھر آخری درجہ یہ ہے کہ صبح صادق ہونے پر جماعت سے اتنی دیر پہلے غسل کر لیں کہ اگر مرد ہے تو اس کی نماز فجر باجماعت ادا ہو جائے۔ تو غسل سے فراغت کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر ادا کر لے۔ یہ آخری درجہ ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو گیا اور پھر سورج نکلنے کے بعد اٹھا تو اس کے لئے یہ عذاب اور وبال ہے۔ کیونکہ غسل کرنے میں اتنی تاخیر کرنا جس کی وجہ سے جماعت چھوٹ جائے یا نماز قضا ہو جائے، ناجائز اور حرام ہے۔

ہمارے یہاں دیر سے سونے کا ایسا منحوس فیشن چل پڑا ہے۔ جس کی وجہ سے عموماً صبح سویرے اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ رات کو اتنی دیر جاگنا کہ جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہو جائے، جائز نہیں ہے۔ پھر اگر جنابت کی حالت ہو تو فجر کی نماز کا قضا ہونا اور یقینی ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت.....

اور جنابت کی حالت میں اس طرح ساری رات گزارنا کہ فجر کی نماز بھی قضا ہو جائے اور زیادہ ناجائز اور گناہ ہے اور باعث عذاب ہے۔ لہذا گناہ سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔

اسی طرح ماہواری کے معاملے میں بھی یہ حکم ہے کہ جو نہی طہارت ہو جائے اور پاکی کی علامت پائی جائے اور اس وقت کسی نماز کا بھی وقت ہے اور امکان یہ ہے کہ اگر جلدی سے غسل کر لیا جائے تو وقت نکلنے سے پہلے کم از کم ”اللہ اکبر“ کہنے کا وقت مل جائے تو اس وقت کی نماز فرض ہو جائے گی۔ اس لئے اس وقت یہ حکم یہ ہے کہ فوراً جلدی سے غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر اس سے زیادہ وقت ملے تو پھر بطریق اولیٰ نماز فرض ہو جائے گی۔ مثلاً نماز کا وقت ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی ہے اور پاکی علامت موجود ہے تو وہ فوراً غسل کر کے نماز پڑھے، لیکن آج کل خواتین میں ی مرض عام ہے کہ اس وقت کو لا پرواہی میں گزار دیتی ہیں۔ چنانچہ اگر رات کو عشاء کے بعد ناپاک ہو گئیں تو ساری رات بغیر غسل کی ناپاکی کی حالت میں گزار دیں گی۔ حالانکہ صبح صادق سے پہلے غسل کر کے عشاء کی نماز پڑھنا ان

پر فرض ہو چکا ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں ان کا چاہیے کہ غسل کر کے پاک صاف ہو جائیں اور نماز ادا کریں۔ حضرات، صحابیات کا آخرت کی فکر کی وجہ سے یہ حال تھا کہ وہ رات کو بار بار اٹھ کر چراغ جلا کر دیکھا کرتی تھیں کہ ایسا تو نہیں کہ طہارت ہو چکی ہو اور نماز فرض ہو چکی ہو اور پھر ہماری نماز قضا ہو جائے۔ آج کل تو چراغ جلانے کی زحمت بھی نہیں ہے۔ صرف بٹن دبانے کی دیر ہے۔ جس میں کوئی وقت نہیں ہے اس کے باوجود اس کے اندر لاپرواہی کرنے اور کئی کئی نمازیں ضائع کرنے کا یہ عذاب اور وبال ہے جو حضور ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا۔ لہذا جنابت اور ماہواری کے معاملے میں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے اور عام حالات میں بھی نماز قضا کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

### عذاب کا سبب مذاق اڑانا

اس عذاب کی تیسری وجہ جو حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی۔ وہ نماز کا استہزاء اور مذاق اڑانا ہے اور نماز کو معمول سمجھ کر اس کی طرف لاپرواہی کرنا ہے۔ اس معاملے میں ہمارے عام مردوں اور عورتوں کو تقریباً یکساں حال ہے۔ چنانچے جتنے نوجوان ہیں عموماً ان کے اندر نماز کا اہتمام نہیں، نہ لڑکیوں اور نہ لڑکوں میں۔ اسی طرح آزاد منشی عورتوں میں بھی نماز کا کوئی اہتمام نہیں اور اگر ان سے نماز کے بارے میں کہا جائے تو ایسے طریقے سے جواب دیا جاتا ہے کہ جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں نماز کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ حالانکہ شادی یا غمی، لیکن نماز چھوڑنا جائز نہیں۔ آج کل کی تقریبات میں دیکھئے ان میں کس طرح لڑکوں، لڑکیوں مردوں اور عورتوں کی نمازیں برباد ہوتی ہیں اور ایسی تقریبات درحقیقت وبال ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائیں۔ آمین۔

### پانچویں خاتون پر عذاب کا سبب ”چغلی“

پانچویں خاتون جس کا حضور اقدس ﷺ نے اس حالت میں دیکھا کہ اس کا چہرہ خنزیر کی طرح ہے اور باقی جسم گدھے کی طرح ہے اور سانپ بچھو اس کو لپیٹے ہوئے ہیں۔

اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ عورت تھی۔ جس کو جھوٹ بولنے اور چغلی کھانے کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہ دونوں گناہ صرف عورتوں کے ساتھ، خاص نہیں ہیں۔ بلکہ اگر مردوں کے اندر بھی یہ گناہ پائے جائیں گے تو ان کی بھی پکڑ ہوگی اور ان پر بھی عذاب ہوگا۔

## غیبت اور چغلی میں فرق

ایک گناہ ہے ”غیبت“ اور ایک گناہ ہے ”چغلی“ یہ دونوں گناہ حرام ہیں۔ دونوں سے بچنا ضروری ہے، لیکن ان دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ ”غیبت“ اسے کہتے ہیں کہ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی طرح برائی کرنا کہ اگر اس کو معلوم ہو جائے تو اس کو ناپسند کر۔ مثلاً کسی شخص میں کوئی عیب ہے۔

اب ہم دوسروں کو جا کر بتا رہے ہیں کہ فلاں شخص میں یہ عیب ہے۔ اس کا نام غیبت ہے، لیکن ہم کسی شخص کی برائی اس کی پیٹھ پیچھے اس نیت سے کریں تاکہ دونوں میں لڑائی ہو، بدگمانی اور نا اتفاقی پیدا ہو، اس کو ”چغلی“ کہتے ہیں اور چغلی کا گناہ ”غیبت“ سے بڑھ کر ہے۔

## گھر کے افراد میں چغلی

دوسروں کی برائی مقصود ہوتی ہے لیکن چغلی میں تو برائی کے علاوہ یہ بھی مقصود ہے کہ ان دونوں کے درمیان لڑائی ہو اور ان دونوں کے درمیان جو دوستی اور محبت اور تعلق ہے وہ ختم ہو جائے مثلاً ساس نے بہو کی باتیں سر کے سامنے یا اس کے شوہر کے سامنے لگائیں۔ اب شوہر بیوی سے خفا ہو رہا ہے اور سر بھی بہو سے بدگمان ہو رہا ہے۔ یہ چغلی ہے اور حرام ہے اور آج کل یہ مسئلہ عام ہے اور ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ ایک گھر انہ جو ساس، بہو، سر اور شوہر ان چار افراد پر مشتمل ہے۔ لیکن چاروں ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ چاروں اس چغلی کی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہر ایک دوسرے کی چغلی اور بدگمانی میں لگا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے گھر کا نظام درہم برہم ہو گیا، گھر کا سکون غارت ہو گیا اور آخرت میں بھی اس پر بڑا عذاب اور وبال ہے۔

## عذاب کا سبب ”جھوٹ بولنا“

اس چغلی کے ساتھ دوسرا گناہ جو حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا، وہ ہے ”جھوٹ بولنا“ آپ حضرات جانتے ہیں کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے اور چغلی کے اندر جھوٹ کا ہونا لازمی ہے۔ اس لئے کہ جھوٹ کے بغیر چغلی کیسے چلے گی اور جس طرح آج ہمارے معاشرے میں چغلی عام ہے اسی طرح جھوٹ بھی عام ہے۔ ہر میدان میں جھوٹ کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے۔

اب جعلی سرٹیفکیٹس اور جعلی سندیں بنائی جا رہی ہیں، پیسے دے کر انجینئر کی سند لے لو، وکالت کی سند لے لو، جھوٹی تیار ہے، جھوٹے کاغذات پر ملازمتیں یا اختیار کی جا رہی ہیں۔ یاد رکھیں ان تمام صورتوں میں جھوٹ بولنا، لکھنا سب حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔

دوسرا شخص جس کو یہ عذاب دیا جائے گا وہ تاجر ہے جو خریدار کو یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی ہے اور تمہیں اتنے میں فروخت کرتا ہوں اور اس پر قسم بھی کھالے۔ حالانکہ وہ جو قیمت خرید خریدار کو بتا رہا ہے اس نے اس قیمت پر وہ چیز نہیں خریدی۔ مثلاً وہ تاجر کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز ایک ہزار روپے میں خریدی ہے اور تمہیں بارہ سو میں فروخت کرتا ہوں اور ایک ہزار میں خریدنے پر قسم بھی کھالیتا ہے۔ جبکہ اس نے وہ چیز آٹھ سو میں خریدی ہے اور قسم کھانے کی وجہ سے خریدار مطمئن ہو گیا اور اس نے مطمئن ہو کر بارہ سو میں وہ چیز خرید لی۔ اگر خریدار کو یہ معلوم ہوتا کہ اس نے یہ چیز آٹھ سو میں خریدی ہے تو وہ کبھی بھی اس چیز کو بارہ سو میں نہ خریدتا۔ لہذا اس نے جھوٹی قسم کھائی اور اس جھوٹی قسم پر یہ عذاب جو حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا۔

تیسرا شخص وہ ہے جو احسان کر کے جتلاتا ہے اس کو بھی یہ عذاب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے اور نہ اس سے بات چیت کریں گے اور نہ اس کا تزکیہ فرمائیں گے اور اس کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ بعض لوگوں میں احسان جتانے کی بڑی عادت ہوتی ہے۔ وہ اس گناہ سے بطور خاص بچیں۔



بہر حال یہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کا دردناک عذاب دیا جائے گا اور دردناک عذاب یہی ہے کہ ان کا چہرہ سور کی طرح ہوگا اور باقی جسم گدھے کی طرح ہوگا اور جہنم کے سانپ بچھو اس کے لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ عذاب چنگلی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوگا۔ آج ہمارے گھروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے۔ ہمارے بازاروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے، ہمارے دفتروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے، ہماری تقریبات میں جھوٹ بولا جاتا ہے، اور اس جھوٹ کو فیشن کے طور پر اپنا لیا گیا ہے۔ اور جھوٹ کی بیسیوں جدید قسمیں ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں۔ جس پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے ان کا وہ بیان کتابی شکل میں ”جھوٹ اور اس کی مروجہ صورتیں“ کے نام سے چھپ چکا ہے اس کا ضرور مطالعہ کریں اور اپنی اصلاح کریں!

### چھٹی عورت پر عذاب کا سبب ”احسان جتلا نا اور حسد کرنا“

چھٹی عورت میں جس کو حضور اقدس ﷺ نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ کتے کی شکل میں ہے اور اس کے منہ سے آگ داخل ہو رہی تھی اور پاخانے کے راستے سے آگ باہر نکل رہی تھی اور فرشتے جہنم کے گرز سے اس کی پٹائی کر رہے ہیں، مار رہے ہیں، اس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو یہ عذاب دو گنا ہوں کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ ایک حسد کرنے کی وجہ سے اور دوسرے احسان جتلانے کی وجہ سے..... یہ دونوں گناہ ایسے ہیں جو مردوں کے اندر بھی پائے جاتے ہیں۔ مرد بھی حسد کر سکتے ہیں اور احسان جتا سکتے ہیں اس لیے اس دردناک عذاب کے وہ بھی مستحق ہو سکتے ہیں۔ اگر خواتین ان گناہوں کو کریں گی تو توبہ نہیں کریں گی تو وہ بھی اس عذاب کے اندر مبتلا ہوں گی۔

احسان جتلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے کسی کے ساتھ حسن سلوک کیا، لیکن جب ہمارا موقع آیا کہ ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی کرے اور احسان کرے، ہمارے ساتھ تعاون کرے۔ اس وقت اس شخص نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو اب فوراً یہ احسان جتلا دیتے ہیں کہ تمہارا موقع پر تو ہم نے تمہاری بڑی خدمت کی، بہت کام آئے لیکن ہمارے

موقع پر تم نے ہمارے سے آنکھیں پھیر لیں۔ یہ ہے احسان جتلانا، یہ بات خواتین میں بہت پائی جاتی ہے، شادی بیاہ کے موقع پر اور بیماری کے موقع پر انہوں نے خدمت کر دی اور ان کے موقع پر دوسری نے خدمت نہ کی تو اب وہ عورت سارے ڈھنڈورا پیٹے گی۔ جو بھی اس کے پاس آئے گا اس کے سامنے یہ جتلانیں گی کہ ہم نے اس کے ساتھ فلاں خیر خواہی کی، مدد کی اور ایسا کیا اور آج جب ہمارا موقع ہوا تو اس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا..... اس لئے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ جس کی کوئی خدمت کریں وہ محض اللہ کی رضا کے لئے کریں اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے اجر کی امید رکھیں۔ لہذا کسی سے کوئی خدمت اور بدلے کی امید ہی نہ رکھیں اور جب کسی سے کوئی امید نہ ہوگی۔ بلکہ اللہ سے صرف امید ہوگی تو پھر وہ شکوہ اور گلہ دل میں پیدا نہ ہوگا۔

گھر کے اندر بھی اس کی عادت رہے اور گھر کے باہر بھی دوستوں میں بھی اس کی عادت رہے کہ جو کچھ کرنا ہے، صرف اللہ کے لئے کرنا ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔ دوستوں سے، احباب سے، رشتہ داروں سے بدلہ کی کوئی امید نہ رکھیں اور نہ توقع رکھیں۔ اگر وہ کریں تو ان کا احسان سمجھیں، اگر نہ کریں تو اللہ پر ہی نظر رکھیں۔ بس اس عمل سے انشاء اللہ دل میں پریشانی اور تکلیف پیدا نہیں ہوگی۔

اس طرح آج کل حسد بھی اتنا پیدا ہو گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو کھانا نہیں دیکھ سکتا، پیتا نہیں دیکھ سکتا، پہنتا نہیں دیکھ سکتا، رہتا نہیں دیکھ سکتا۔ یہ حسد مردوں میں بھی پایا جاتا ہے اور عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کے بہت اچھے کپڑے دیکھے تو دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے۔ کسی کا اچھا گھر دیکھا تو دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے۔ کسی کو دیکھا کہ کسی کی بڑی تیزی سے ترقی ہو رہی ہے تو اس پر حسد ہو رہا ہے۔ کسی کے منصب اور عہدہ پر کسی کی خوبصورتی پر کسی کے مال داری سے کسی کی صحت مندی سے، کسی حسن و جمال سے، کسی کے مال و منال سے، کسی کے اہل و عیال سے، غرضیکہ جتنی نعمتیں دوسروں کو حاصل ہیں ان کو دیکھ دیکھ کر حسد ہو رہا ہے۔

حسد کے معنی یہ ہیں کہ انسان دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر دل میں جلے

اور یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت ہی چھین جائے اور مجھے مل جائے۔ یعنی ”زوالِ نعمت کی تمنا کرنا“ اس کا نام حسد ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اس عورت کو دردناک عذاب ہو رہا تھا۔ جو حضور اقدس ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا۔

بہر حال یہ چار گناہ ایسے ہیں جو مردوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور خواتین میں بھی، ایک جھوٹ بولنا، دوسرے چغلی کھانا، تیسرے احسان جتلانا، چوتھے حسد کرنا، یہ چاروں گناہ ایسے ہیں جو ہمارے معاشرے کے اندر عام ہیں۔ اگر خدا نخواستہ یہ گناہ جن کے اندر ہوں۔ اس کے لئے آخرت میں بھی عذاب ہے اور دنیا کی زندگی بھی اس کے لئے باعث وبال ہے۔ اس لئے اس سب سے توبہ کرنی چاہیے اور بچنا چاہیے۔

بہر حال یہ چھ عورتیں ہیں۔ جن کا ذکر آپ نے اس حدیث میں بالترتیب بیان فرمایا ہے اور ان گناہوں کا تعلق خواتین سے بھی ہے اور مردوں سے بھی ہے۔ لہذا ان تمام گناہوں کا تعلق خواتین سے بھی ہے اور مردوں سے بھی ہے۔ لہذا ان تمام گناہوں سے خواتین و حضرات سب کو بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ تاکہ ہم جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔ اب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(چھ گنہگار عورتیں) (بالتلخیص) مولانا مفتی عبدالرؤف کھروی

## شرم گاہ کی حفاظت کیوں ضروری؟

اپنے بدن کو جہنم کی ہولناک آگ سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان اپنی شرم گاہ کی ناجائز اور حرام جگہوں سے پوری طرح حفاظت کرے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:

ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشۃ، وساء سبیلاً.

(بنی اسرائیل: ۳۲)

”اور پاس نہ جاؤ زنا کے، وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔“

اور کئی جگہ ایمان والے لوگوں کی یہ صفات بیان کی گئیں کہ ”وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، زنا نہیں کرتے، اور جائز محل کے علاوہ شہوت پوری نہیں کرتے۔“

(سورہ مومنون، سورہ معارج وغیرہ)

نیز اسلام نے زنا کی ایسی سخت سزا مقرر کی ہے جس کے تصور سے ہی رو نگلنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر ثبوت ہو جائے تو کنوارے مجرم کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنے کا حکم ہے (جبکہ اسلامی حکومت ہو) اور احادیث مبارکہ میں زنا کے متعلق سخت ترین وعیدیں وار ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن..

(مسلم شریف ۵۶/۱ عن ابی ہریرۃ، الترغیب والترہیب ۱۸۵/۳)

”زنا کار زنا کرتے وقت (کامل) مؤمن نہیں رہتا۔“

گویا کہ ایسے عمل کا ایمان کے ساتھ کوئی جوڑ ہی نہیں ہے، یہ سراسر شیطانی عمل ہے۔

### سب سے زیادہ خطرہ کی چیز

(۲) اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا بغایا العرب، یا بغایا العرب! ان أخوف ما أخاف

علیکم الزنا والشهوة الخشیة. (رواہ الطبرانی الترغیب

والترہیب ۱۸۶/۳)

”اے عرب کے بدکارو! اے عرب کے بدکارو! مجھے تمہارے بارے میں

سب سے زیادہ ڈر اور خطرہ زنا اور پوشیدہ شہوت سے ہے۔“

یعنی یہ ایسی نحوست ہے جس سے معاشرتی نظام تباہ اور برباد ہو جاتا ہے اور گھر گھر

میں فتنہ فساد اور خون خرابہ کی نوب آ جاتی ہے حتیٰ کہ نسلیں تک مشتبہ ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اس

سے ہر ممکن احتیاط لازم ہے اور اس کے تمام راستوں کو بند کرنا ضروری ہے۔

## زنا کار کی دُعا قبول نہیں ہوتی!

(۳) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تفتح أبواب السماء نصف الليل فينادي مناد، هل من داع فيسجاب له؟ هل من سائل فيعطي؟ هل من مكروب فيفرح عنه؟ فلا يبقى مسلم يدعو بدعوة الا استجاب الله عزوجل الا زانية تسعى بفرجها او عسارا.

(رواه الطبرانی و احمد، الترغيب والترهيب ۱۸۶/۳)

”آدمی رات کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور منادی آواز لگاتا ہے کہ کیا کوئی پکارنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے؟ کیا کوئی سائل ہے جسے نوازاجائے؟ کیا کوئی پریشان حال غمزدہ ہے جس کی پریشانی دور کی جائے؟ پس کوئی دعا مانگنے والا مسلمان باقی نہیں بچتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول فرماتا ہے سوائے اپنی شرمگاہ کو بدکاری میں لگانے والی زانیہ اور ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والے کے (کہ ان کی دُعا ایسے مقبول وقت میں بھی قبول نہیں ہوتی۔)“

اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین آدمیوں سے قیامت میں اللہ تعالیٰ نہ گفتگو کرے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا۔ (۱) بوڑھا زنا کار (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) قلاش متکبر۔ (رواہ مسلم ۱/۱۷۱، شعب الایمان ۳۶۰/۳)

## زنا کار آگ کے تنور میں

(۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ حضرات صحابہؓ سے اکثر پوچھا کرتے تھے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے۔ ایک مرتبہ خود آپ نے اپنا طویل

خواب صبح کے وقت حضرات صحابہؓ سے بیان فرمایا کہ رات سوتے ہوئے خواب میں دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ لے کر چلے۔ پھر کئی ایسے لوگوں پر گذر ہوا جنہیں طرح طرح کے عذاب دیئے جا رہے تھے (پھر آپ نے فرمایا)

فَاتَيْنَا عَلِيَّ مِثْلَ التَّنُورِ قَالَ وَاحْسَبُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فَإِذَا فِيهِ لَفْظٌ وَأَصْوَاتٌ قَالَ فَاظْلَعْنَا فِيهِ فَإِذَا فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عِرَاقَةٌ فَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلٍ مِنْهُمْ فَإِذَا أَنَا هُمْ ذَلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضُوا.

پھر ہم تنور جیسی جگہ پر آئے۔ راوی کہتا ہے کہ غالباً آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس تنور کے اندر سے چیخ و پکار کی آوازیں آرہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم نے اس میں جھانکا تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں اور ان کے پیچھے سے آگ کی لپٹ آرہی تھی، تو جب آگ کی لپٹ آتی تھی تو وہ شور مچاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے ان بد نصیبوں کے بارے میں جاننا چاہا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ابھی اور آگے چلیں۔ پھر سب مناظر دکھانے کے بعد ہر ایک کے بارے میں تعارف کرایا اور ان تنور والوں کے بارے میں کہا:

أَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعِرَاقَةُ الَّذِينَ هُمْ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُورِ

فَانَّهُمُ الزَّانَاةُ وَالزَّانُونَ، الخ (بخاری شریف ۱۰۴۲/۲)

”اور وہ ننگے مرد و عورت جو تنور جیسی آگ میں تھے وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں۔“

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ زنا کاروں کی یہ فضیحت آمیز اور ذلت ناک سزا ان کے جرم کے عین مطابق ہے۔ اس لیے کہ (۱) زنا کار، لوگوں سے چھپ کر عموماً جرم کرتا ہے۔ اس کا تقاضا ہوا کہ اسے ننگا کر کے رسوا کیا جائے۔ (۲) زنا کار جسم کے نچلے حصہ سے گناہ کرتا ہے جس کا تقاضا ہوا کہ تنور میں ڈال کر نیچے سے آگے دھکائی جائے۔

(کرمانی، فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری شریف حضرت نانوتوی ۱۰۴۲/۱۳)

## زنا کار، بدبودار

(۵) ایک اور حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل خواب کا ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثم انطلق بي فاذا انا بقوم اشد شىء انتفاخا وانتة ربحا كان ربحهم المراحيض قلت من هؤلاء؟ قال هؤلاء الزانون.

(رواه ابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما، الترغيب والترهيب ۱۸۵۲)

”پھر مجھے لے جایا گیا تو میرا گدرا ایسے لوگوں پر ہوا جو (سڑنے کی وجہ سے) بہت پھول چکے تھے اور ان سے نہایت سخت بدبو آرہی تھی گویا کہ پاخانوں کی بدبو ہو، میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ زنا کار لوگ ہیں۔“

ایک روایت میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زنا کار پر لعنت کرتی ہیں۔ اور بدکار عورتوں کی شرمگاہوں کی بدبو سے خود جہنمی بھی اذیت میں ہوں گے۔

(الترغيب والترهيب ۱۹۰/۳)

نیز ایک حدیث میں شراب پینے والوں کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ انہیں ”نہر غوطہ“ سے پانی پلایا جائے گا۔ اور اس نہر کی حقیقت یہ بیان کی گئی:

نهر يجرى من فروج المومسات يوذى أهل النار ربح فروجهم.

(رواه احمد وغيره، الترغيب والترهيب ۱۸۶/۳)

یہ ایسی نہر ہے جو زنا کار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلی ہے جن کی شرمگاہوں کی بدبو خود اہل جہنم کے لیے بھی باعث اذیت ہوگی۔ (اعاذا اللہ منہ)

## زنا، موجب عذاب

(۶) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ

آپ نے فرمایا:

لا تزال امتی بخیر ما لم یفش فیہم ولداننا، فاذا فشافہم  
ولداننا فاشک ان یعمہم اللہ بعذاب. (مسند احمد

(۳۳۳/۶)

میری امت اس وقت تک برابر خیر میں رہے گی، جب تک کہ ان میں  
حرام اولاد کی کثرت نہ ہو اور جب ان میں حرام اولاد کی کثرت ہو جائے  
گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں عمومی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

نیز ایک صحیح روایت میں یہ مضمون بھی وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی قوم میں زنا کاری یا سود خوری کی کثرت ہوگی تو اپنے آپ کو  
عذاب خداوندی کا مستحق بنا لیں گے۔ (الترغیب والترہیب ۱۹۱/۳)

### زنا موجب فقر و فاقہ

(۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

اذا ظهر الزنا ظهر الفقر والمسکنة. (لبض القدیر

(۱۸۲/۳)

جب زنا کاری کی کثرت ہو جائے تو فقر و محتاجی عام ہو جائے گی۔

اور دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما ظهرت الفاحشة فی قوم قط یعمل بہا فیہم علانیة الا

ظهر فیہم الطاعون والاورجاج التی لم تکن فی

اسلافہم.

(الترغیب والترہیب ۱۱۸/۳)

”جب بھی کسی قوم میں برسر عام بے حیلگی اور بدکاری کی کثرت ہوگی تو

ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جائیں گی، جو ان سے پہلے لوگوں



میں پائی نہ جاتی تھیں۔“

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں فرمایا گیا الزنا یورث الفقر، (شعب الایمان ۲۶۳/۴) یعنی زنا فقر وفاقہ کا سبب ہے۔ ان احادیث کی صداقت آج بالکل عیاں ہے۔ بے حیائیوں اور بدکاریوں سے بھرپور مغربی اور مشرقی معاشرہ میں ایسے خطرناک اور لاعلاج بدترین امراض جنم لے چکے ہیں جن کا نام بھی آج تک کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ اور فقر وفاقہ بالکل عیاں ہے۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ روزی روٹی کی پریشانی ہو، بلکہ فقر کا مطلب محتاجی ہے۔ آج وہ بے حیا معاشرہ اپنے ہر کام میں پوری طرح دوسری چیزوں کا محتاج بن چکا ہے، کہیں بجلی کی احتیاج ہے، کہیں گیس کا احتیاج ہے، کہیں ملازم کی احتیاج ہے، کہیں وسائل کی احتیاج ہے۔ الغرض انسان اپنی لذتوں کے پیچھے خود اپنی ہی ضرورتوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ عمر، وقت اور مال و دولت میں برکت ختم ہے۔ اور بہترین صلاحیتیں لغو اور فضول کاموں میں ضائع ہو رہی ہیں۔

### شرمگاہ کی حفاظت پر انعام

(۱) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ سے چھ باتوں کی ضمانت لے لے، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ چھ باتیں کیا ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

من اذا حدث صدق، واذا وعد انجز، واذا اتتمن ادى ومن غض بصره، وحفظ فرجه وكف يده او قال نفسه. (شعب الایمان ۳۶۵/۴)

- (۱) جو جب باتیں کرے تو سچ کہے (۲) جب وعدہ کرے تو پورا کرے
- (۳) جب امانت لے تو ادا کرے (۴) جو اپنی نگاہ نیچی رکھے (۵) جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے (۶) اور جو اپنے ہاتھ یا اپنی ذات کو (دوسروں کو اذیت دینے سے) روکے رکھے۔

(۲) ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
یا شباب قریش! احفظوا فروجکم ولا تنزوا الا من حفظ فرجه

فله الجنة. (شعب الایمان ۳۶۵/۳)

اے قریش کے جوانو! اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھو اور زنا نہ کرو اچھی طرح  
سمجھ لو کہ جو شخص اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھے اس کے لیے جنت ہے۔

(۳) ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا فتیان قریش! لا تنزوا فانه من سلم الله له شبابہ دخل الجنة.

(شعب الایمان ۳۶۵/۳)

اے قریش کے جوانو! زنا نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کی جوانی کو محفوظ کر  
دے وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حفظ ما بین لحيه وبين رجليه دخل الجنة. (شعب الایمان ۳۶۰/۳)

جو شخص اس چیز کو محفوظ کر لے جو اس کے دو جبروں کے درمیان ہے (یعنی

زبان) اور اس چیز کو محفوظ کرے جو دو پیروں کے درمیان ہے (یعنی

شرمگاہ) وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اسی طرح ایک روایت بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعدؓ سے بھی مروی

ہے جس میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مذکورہ دو چیزوں کی مجھ

سے ضمانت لے لے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

(۵) ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ایسے خوش نصیب لوگوں کا

ذکر فرمایا ہے جنہیں میدان محشر میں عرش خداوندی کے سایے میں بٹھایا جائے گا ان میں سے

ایک وہ شخص بھی ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رجل دعته امراه ذات منصب وجمال فقال اني اخاف الله.

(مسلم شریف ۳۳۱/۱)

ایسا شخص جسے کوئی عزت دار اور خوبصورت عورت بدکاری کے لیے بلائے  
اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے۔

### زنا سے بچنے کی ایک عمدہ تدبیر

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دے سکتے ہیں؟ اس کی یہ جسارت دیکھ کر مجلس میں بیٹھے لوگ شور مچانے لگے اور کہنے لگے کہ اسے اٹھاؤ (یہ کیا بک رہا ہے) مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اسے بیٹھے رہنے دو اور مجھ سے قریب کرو۔ جب وہ قریب ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ کام تم اپنی ماں کے ساتھ اچھا سمجھتے ہو؟ تو اس نے کہا نہیں، میں آپ پر قربان، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماں کے ساتھ اسے اچھا نہیں سمجھتے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اگر کوئی تمہاری بیٹی کے ساتھ ایسا کرے تو کیا تمہیں اچھا لگے گا؟ تو اس نے کہا ہرگز نہیں یا رسول اللہ! تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح لوگ اپنی بیٹی کے ساتھ اسے اچھا نہیں سمجھتے۔ پھر آپ نے اس کی بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ کا ذکر کر کے اسی طرح سمجھایا تو اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے دُعا فرمائیے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دُعا یہ کلمات ارشاد فرمائے:

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ ..... قَلْبَهُ وَحَصَنْ فَرْجَهُ.

اے اللہ اس کے گناہ معاف فرما، اس کا دل پاک فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اس کی نگاہ کسی بد عملی کی طرف اٹھتی ہی نہ تھی۔ (شعب الایمان ۳/۳۶۲)

اس واقعہ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدکاری سے بچنے کی ایک ایسی عمدہ تدبیر امت کو بتلائی ہے کہ جو بھی بُرائی کرنے والا ایک لمحہ کے لیے بھی اس بارے میں سوچ

لے تو وہ اپنے غلط ارادے سے باز آ سکتا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس عورت سے بدکاری کا ارادہ ہو گا وہ کسی کی بہن، بیٹی یا ماں ضرور ہوگی اور جس طرح آدمی خود اپنی ماں بہنوں کے ساتھ یہ جرم گوارا نہیں کرتا اسے سوچنا چاہیے کہ دوسرے لوگ اسے کیونکر گوارا کریں گے؟

## یہ قرب قیامت کی علامت ہے

آج جو ہر طرف بے حیائیوں اور عریانیت کا سیلاب آرہا ہے۔ اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی اپنی امت کو آگاہ فرما چکے ہیں تاکہ امت ان فواحش سے بچنے کی فکر کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

لا تقوم الساعة حتى يتسافدا الناس في الفرق كما تتسافدا الدواب

يستغنى الرجال بالرجال والنساء بالنساء. (کتاب الفتن للمروزی ۳۹۰)

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ جانوروں کی طرح راستوں میں (برسر عام) جماع کریں گے اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی خواہش پوری کریں گی۔

اور ایک دوسری موقوف روایت کا مضمون ہے:

تقوم الساعة على شرار الناس لا يأمرن بمعروف ولا ينهون عن منكر يتهارجون كما تهارج الحمر، اخذ رجل بيدا امرأة فخلابها ففقضى حاجته منها ثم رجع اليهم يضحكون اليه ويضحك

اليهم. (کتاب الفتن ۳۹۵)

قیامت ایسے بدترین خلائق لوگوں پر قائم ہوگی جو نہ تو اچھی بات کا حکم کرنے والے ہوں گے اور نہ بُرائی پر روک ٹوک کرنے والے ہوں گے وہ گدھوں کی طرح (برسر عام) شہوت رانی کریں گے۔ ایک آدمی کسی عورت کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں لے جائے گا اور اس سے قضائے شہوت کر کے پھر لوگوں کے سامنے لوٹے گا جبکہ وہ اسے دیکھ کر ہنستے ہوں گے۔ اور

یہ انھیں دیکھ کر ہنستا ہوگا۔

یعنی شرم و حیا کا بالکل جنازہ نکل جائے گا۔ زنا کاری موجب عار نہ رہے گی اور اس معاملہ میں انسان اور جانوروں میں تمیز ختم ہو جائے گی۔ آج یہ نبوی پیش گوئیاں حرف بحرف پوری ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ مغربی ممالک کا تو کہنا ہی کیا، مشرقی اقدار کے محافظ کہلائے جانے والے ممالک، یہاں تک کہ بعض مسلم ممالک میں بھی ایسے حیا سوز مناظر اب کثرت سے نظر آنے لگے ہیں۔ اب ڈسکو ڈانس کے نام پر، تہذیب و ثقافت کے نام پر اور کھیل کود کے نام پر صنف نازک کا استحصال عام ہے۔

ٹیلی ویژن کے عالمی پروگرام جن تک رسائی اب کسی جگہ، کسی کے لیے بھی مشکل نہیں رہی ہے، خاص طور سے زنا کاری کی تعلیم و تبلیغ میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ اب زنا کاری کے فروغ کے لیے باقاعدہ عالمی کانفرنسیں ہوتی ہیں، جن کی تمام تر تجاویز کالب لباب صرف اور صرف یہی نکتہ ہوتا ہے کہ کیسے اور کس طرح مرد و عورت کے درمیان ناجائز تعلقات کی رکاوٹیں دور کی جائیں۔ زنا کاری کی ایک بڑی رکاوٹ شرم و حیا کا فطری انسانی جذبہ تھا، اس کو تو مغربی تہذیب نے بالکل مردہ کر ہی دیا تھا، دوسری بڑی رکاوٹ عورت کے لیے ناجائز بچہ کی ذلت ہے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے آج مانع حمل اشیاء ہر جگہ عام کر دی گئیں۔ اور اسقاط حمل کے انتظامات شہر در شہر کر دیئے گئے تاکہ یہ شیطانی اور بہیمیت بے خوف و خطر پروان چڑھے اور ذلت و رسوائی کے اندیشے سے بے پروا ہو کر جانوروں کی طرح انسان بھی شہوت رانی کرتے پھریں۔ اللہم احفظنا منہ۔

ایسے پرخطر اور پر فتن ماحول میں ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیروں کی دیکھا دیکھی اپنی انسانیت اور شرم و حیا کو داؤ پر نہ لگائے۔ بلکہ اس کی بھرپور حفاظت کرے اور گھر کے افراد کی نقل و حرکت پر پوری نگاہ رکھے۔ اور شیطانی کے مبلغ اعظم ”ٹیلی ویژن“ کے زہریلے جراثیم سے اپنے ایمانی ماحول کو گندا اور نجس نہ ہونے دے۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کا جذبہ اور تقاضا ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان کو اپنی شرمگاہ کی کامل حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## نظروں کی حفاظت ضروری ہے

شرعی طور پر ایمان کی حفاظت کا ایک نہایت ہی اہم عنصر اپنی آنکھوں کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے، آنکھوں کی ذرا سی بے احتیاطی انسان کو بڑے بڑے سنگین گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے، آج جو دنیا میں فحاشی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے اس کی سب سے بڑی وجہ بد نظری اور نظر کی بے احتیاطی ہے۔ شیطان انسان کے ہاتھ میں بد نظری کا ہتھیار دے کر پوری طرح مطمئن ہو چکا ہے، اب اسے کسی بھی طاغوتی منصوبہ کو بروئے کار لانے میں زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑتی، یہ بد نظری خود بخود اس کی آرزوؤں کی خاطر خواہ تکمیل کر دیتی ہے، نظر کی حفاظت میں کوتاہی بے شرمی کی بنیاد، فتنہ و فساد کا موثر ذریعہ اور منکرات و معاصی کا سب سے بڑا محرک ہے۔

تجربہ اور تحقیق سے باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کم از کم ۷۰ فیصد جرائم اور فحاشیاں محض اس بنیاد پر دنیا میں وقوع پذیر ہوتی ہیں کہ ان کی باقاعدہ تربیت سینما ہالوں، ٹی وی پروگراموں اور ویڈیو کیسٹوں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ ان شیطانی آلات کے فروغ نے مکرم و محترم رشتوں کی آنکھوں سے حیا اور شرم کا پانی نیست و نابود کر دیا۔ باعزت گھرانوں کا معاشرتی وقار خاک میں مل گیا، اچھے اچھے دینداروں کی شرافت داغ دار ہو گئی، اسی بد نظری کی پاداش میں بلند و بالا اور ع و تقویٰ کے میناروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور ذرا سی بد احتیاطی نے زندگی بھر کی نیک نامیوں پر بٹہ لگا دیا۔

اس بدترین گناہ کی سنگینی اور خطرناکی کو محسوس کرتے ہوئے اسلامی شریعت نے بد نظری کے ہر دروازہ کو بند کرنے پر نہایت زور دیا ہے، قرآن کریم کے احکامات اور احادیث طیبہ کی روشن ہدایات اس سلسلہ میں ہماری بھرپور رہنمائی کرتی ہیں۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا:

”قل للمؤمنین یغضون من ابصارہم و یحفظوا فروجہم،

ذٰلک ازکیٰ لہم“۔ (النور، ۱۸)

”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی

شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔  
 اسی طرح کی ہدایت مسلمان عورتوں کو بھی خصوصیت کے ساتھ دی گئی ہے، اور  
 انہیں پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اعضاء زینت کو فتنہ کے مواقع پر ظاہر نہ کریں (النور، ۳۱)  
 نیز ”سورہ احزاب“ کی آیات میں جو پردہ کے احکامات دیئے گئے ہیں وہ بھی بدنظری کے  
 سدباب کے لئے احتیاطی تدابیر کی حیثیت رکھتے ہیں، اسلامی شریعت نے ان تدابیر کو  
 وجوب کا درجہ دے کر اپنی جامعیت اور صحیح معنی میں عمل مزہب ہونے کا مظاہرہ کیا ہے،  
 اسلام برائیوں کو جڑا کھاڑ پھینکنے کا عزم رکھتا ہے، اور اس کے لئے اسی انداز میں تدبیریں بھی  
 کرتا ہے، آج کل کے نام نہاد، مہذب سماج کی طرح نہیں، کہ جو انسداد فحاشی کی غلطیوں  
 میں ملوث ہے، دنیا میں اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب بے حیائیوں پر روک لگانے والا نہیں  
 ہے۔ قرآن و سنت میں محاشی کی بنیاد (جہاں سے یہ بیماری جڑ پکڑتی ہے) یعنی آنکھ کی بے  
 احتیاطی کو سختی سے قابو میں کرنے کی تلقین کی گئی ہے، یہ ایسی بنیاد ہے کہ اگر صرف اس پر ہی  
 قابو پالیا جائے تو ساری بے حیائیاں دنیا سے رخصت ہو سکتی ہیں۔

### بعض احادیث شریفہ

”بہی وجہ ہے کہ نبی آخر زمان محمد مصطفیٰ ﷺ نے نظر کو شیطان کا زہریلا تیر قرار دیا ہے۔  
 ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها من مخالفتي  
 ابدلته ايمانا يجد حلاوته في قلبه“.

”نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اسے میرے  
 خوف سے چھوڑ دے تو میں اس کے عوض اسے ایسا ایمان عطا کروں گا  
 جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔“

(الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۲۳، عن عبد اللہ بن مسعود)

ایک دوسری حدیث میں جناب رسول اللہ نے امت کو سختی سے متنبہ فرمایا:

”لتغضن ابصاركم ولتحفظن فروجكم او ليكسفن الله

وجوہکم“۔

اپنی نظریں نیچی رکھو اور شرم گاہوں کی حفاظت کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے

چہروں کو بے نور بنا دے گا“۔ (الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۲۵، عن ابی اہلۃ)

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اگر اچانک کسی (اجنبی) عورت

پر نظر پڑ جائے تو کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ فوراً وہاں سے نظریں ہٹالو۔

(مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۲۶۸)

حضرت علیؑ کو آپ ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ علی! ایک مرتبہ بلا ارادہ

دیکھنے کے بعد دوسری مرتبہ (اجنبی عورت کو) دیکھنے کا ارادہ مت کرنا، اس لئے کہ پہلی (بلا

ارادہ) نظر تو معاف ہے مگر دوسری مرتبہ دیکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۲۶۹)

حضرت حسن بصریؒ آنحضرت ﷺ سے مرسل روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر جو قصداً (بلا عذر کسی کے ستر کو یا اجنبی عورت

کو) دیکھنے والا ہو۔ اور وہ بھی ملعون ہے جسے (بلا عذر و اضطرار) دیکھا جائے (مثلاً مرد ستر

کھول کر گوے یا عورت بے پردہ پھرے)۔ (مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۲۷۰)

ان پاک ارشادات سے باسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت کی نظر میں نگاہ

کی حفاظت پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔

## پردہ کے احکامات

اسی بنا پر اسلامی فقہ میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پردہ اور حجاب کے

احکام بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ ان کو پیش نظر رکھ کر انسان ہر اعتبار سے اپنی نظر کو جہنم کا

ایندھن بنانے سے محفوظ رکھ سکے، حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی قدس

سرہ نے ”اصلاح الرسوم“ میں پردہ کے احکامات کا خلاصہ بیان فرمایا جس کی تلخیص درج

ذیل ہے۔

مرد کے لئے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک مردوں اور عورتوں سے بدن چھپانا



فرض ہے، سوائے اپنی بیوی کے کہ اس سے کوئی عضو چھپانا ضروری نہیں، گو بلا ضرورت اسے بھی بدن دکھانا خلاف اولیٰ ہے۔

عورت کو دوسری (مسلمان) عورت کے سامنے ناف سے گھٹنے تک بدن کھولنا جائز نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بعض عورتیں (خصوصاً دیہاتوں میں) دوسری عورتوں کے سامنے تنگی بیٹھ جاتی ہیں، یہ بالکل گناہ ہے۔

عورت کو اپنے شرعی محرم کے سامنے ناف سے گھٹنے تک اور کمر اور پیٹ کھولنا حرام ہے، البتہ سر، چہرہ، بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں ہے، گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت کھولنا مناسب بھی نہیں۔ اور شرعی محرم وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال نہ ہو، جیسے باپ، بیٹا، حقیقی بھائی، علاقائی (باپ شریک) بھائی، اخیانی (ماں شریک) بھائی، ان بھائیوں کی اولادیں، اسی طرح انہیں تینوں طرح کی بہنوں کی اولاد اور انہی جیسے رشتہ دار جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جس سے عمر میں کبھی بھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے۔ اور شریعت میں جو حکم محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے، وہی حکم ان کا بھی ہے، اگرچہ ان کے ساتھ قرابت کا رشتہ بھی ہو، جیسے چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائی یا دیور یا بہنوی یا نندوی وغیرہ یہ سب نامحرم ہیں، اور ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرموں سے ہوتا ہے، بلکہ چونکہ ایسے موقعوں پر فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اس لئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

جو شرعاً نامحرم ہو اس کے سامنے سر اور بازو اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے، اور اگر سخت مجبوری ہو مثلاً عورت کو ضروری کاروبار کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہو، یا کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا ہو، اور گھر میں تنگی کی بنا پر ہر وقت پردہ نہیں رکھا جاسکتا، صرف ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک اور پیر ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے، اس کے علاوہ اور کسی حصہ بدن کا کھولنا جائز نہ ہوگا۔ لہذا ایسی عورتوں پر لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں، کرتہ بڑی آستین کا پہنیں، پاجامہ غرارہ دار نہ پہنیں، اور کلائی اور ٹخنے نہ کھلنے دیں۔

جس عضو کو ظاہر کرنا جائز نہیں (جس کی تفصیل ابھی گزری) اس کو مطلقاً دیکھنا حرام ہے گو شہوت بالکل نہ ہو، اور جس عضو کو دیکھنا اور اس پر نظر کرنا جائز ہے اس میں قید ہے کہ شہوت کا نہ ہو، اگر ذرا سا شک بھی ہو تو اس وقت دیکھنا حرام ہے، اب یہاں سمجھئے کہ بوڑھی عورت جس کی طرف اصلاً رغبت کا احتمال نہ ہو اور چہرہ دیکھنا جائز ہوگا۔ مگر سر اور بازو وغیرہ دیکھنا جائز نہ ہوگا۔ ایسی عورتیں گھروں میں اس کی احتیاط نہیں کرتیں، اور اپنے نامحرم رشتہ داروں کے سامنے ننگے سر اور بے آستین کا کرتہ پہنے بیٹھی رہتی ہیں، اور خود بھی گناہ گار ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی گناہ گار کرتی ہیں۔

جس عضو کا دیکھنا حرام ہے، اگر علاج کی ضرورت سے اس کی طرف دیکھا جائے تو یہ جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ نظر اس جگہ سے آگے نہ بڑھائے۔

نامحرم مرد کے ساتھ عورت کا تنہا مکان میں رہنا حرام ہے، اسی طرح اگر تنہائی نہ ہو بلکہ دوسری عورت موجود ہو مگر وہ بھی نامحرم ہو تب بھی مرد کا مکان میں ہونا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس عورت کا محرم یا شوہر اس مرد کی کوئی محرم یا بیوی بھی اس مکان میں ہو تو مضائقہ نہیں (مگر فتنہ سے محفوظ ہونا یہاں بھی شرط ہے، از مرتب)

نامحرم مرد و عورت میں باہم کلامی بھی بلا ضرورت ممنوع ہے، اور ضرورت کے وقت بھی فضول باتیں نہ کرنے، نہ ہنسنے نہ مذاق کی کوئی بات کرے، حتیٰ کہ لہجہ کو نرم بھی نہ کرے۔ مرد کے گانے کی آواز عورت کو اور عورت کے گانے کی آواز مرد کو سننا ممنوع ہے۔

حضرات فقہاء نے نوجوان نامحرم عورت کو سلام کرنے کا اس کا سلام لینے سے منع کیا ہے۔

نامحرم عورت کا جھوٹا مرد کے لئے اور نامحرم مرد کا جھوٹا عورت کے لئے استعمال کرنا مکروہ ہے، جبکہ دل میں لذت پیدا ہونے کا احتمال ہو۔

اگر نامحرم کا لباس وغیرہ دیکھ کر طبیعت میں میلان پیدا ہوتا ہو تو اس کا بھی دیکھنا حرام ہے۔

ایسی نابالغ لڑکی جس کی طرف رغبت ہو اس کا حکم بالغہ عورتوں کے مانند ہے۔

جس طرح بری نیت سے نامحرم کی طرف نظر کرنا، اس کی آواز سننا، اس سے بولنا اور چھونا حرام ہے، اسی طرح اس کا خیال دل میں جمانا اور اس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے۔

اس طرح نامحرم کا ذکر کرنا یا ذکر سننا یا فوٹو دیکھنا یا خط و کتابت کرنا غرض جس ذریعہ سے بھی خیالات فاسدہ پیدا ہوتے ہوں وہ سب حرام ہیں۔

جس طرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلا ضرورت دیکھے بھالے اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں ہے بلا ضرورت نامحرم کو جھانکے، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی یہ عادت کہ تقریبات میں دولہا کو یا بارات کو جھانک جھانک کر دیکھتی ہیں، بری بات ہے۔ ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکتا ہو وہ مثل ننگے ہونے کے ہے۔ احادیث میں اس کی مذمت آئی ہے۔

مرد کو غیر عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں ہے۔

بچنے والا ایسا زیور جس کی آواز نامحرم تک جائے، یا ایسی خوشبو جس کی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہنچے استعمال کرنا عورتوں کا جائز نہیں، یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے، اور جو زیور خود نہ بچتا ہو مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہوں اس میں یہ احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تاکہ افشاء نہ ہو۔

چھوٹی بچی کو بھی بچنے والا زیور نہ پہنایا جائے۔

نامحرم پیر کے سامنے بھی بے پردہ ہونا حرام ہے۔

امرد یعنی بے داڑھی والا (خوبصورت اور پرکشش) لڑکا بھی بعض احکام میں اجنبی عورت کے مانند ہے، یعنی اندیشہ شہوت کے وقت اس کی طرف نظر کرنا، اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا، اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا، اس سے گانا سننا، یا اس کے سامنے گانا سننا، اس سے بدن دبوانا، اس سے بہت پیارا اور اخلاص سے باتیں کرنا یہ سب حرام ہیں۔

سفر میں اگر کوئی مرد محرم (یا شوہر) ساتھ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے۔

بعضے لوگ جوان لڑکیوں (یا قریب البلوغ بچیوں) کو ناپنا یا بینا بردوں سے بے

پردہ پڑھواتے ہیں، یہ بالکل خلاف شریعت ہے۔ (فصل از اصلاح الرسوم، ص ۵۷۵، بحیر الفاظ)  
یہ سب مسائل قرآن و حدیث کی واضح نصوص سے مستنبط ہیں، اور اصلاح  
الرسوم میں حاشیہ پر ان کے فقہی حوالے بھی درج ہیں، ان میں سے ہر مسئلہ کو پڑھ کر ہمیں  
سوچنا چاہیے کہ آج ہمارے گھرانے میں ان پر کتنا عمل ہوتا ہے اور کتنا خلاف ہوتا ہے، اللہ  
تعالیٰ ہمیں شریعت پر کامل طور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

### باریک اور چست لباس بھی ممنوع ہے

پردہ کے احکامات میں یہ بھی ہے کہ مرد و عورت ایسا لباس نہ پہنا کریں جس سے  
اعضاء مستورہ کی ہیئت بجائے چھپنے کے اور ابھر کر آجائے۔ آنحضرت نے جہنم میں جانے  
والی بعض عورتوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ لباس پہننے کے باوجود نکلی ہوں گی۔

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۰۵)

اور اس جملہ کی تفسیر میں شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ اس سے یا ایسا لباس مراد  
ہے جو پوری طرح ساتر نہ ہو اور یا ایسا باریک لباس مراد ہے جو بدن کی رنگت (اور ہیئت) کو  
نہ چھپا سکے۔ (نوی علی مسلم ج ۲، ص ۲۰۵) طبرانی میں مشہور صحابی حضرت جریر بن عبداللہ کا  
یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

”ان الرجل لیلبس و هو عار یعنی الثیاب الرقاق“

”آدمی ایسا لباس پہنتا ہے جسے پہننے کے باوجود وہ بے لباس رہتا

ہے (یعنی باریک کپڑے جو ساتر نہ ہوں)“

(اللباس والزینة من السنة المطهرة، ۵۸۰)

آج کل نئے فیشن میں یہ دونوں باتیں کثرت سے رائج ہو گئی ہیں، یا تو ایسے  
باریک لباس پہنے جاتے ہیں جن سے بدن پوری طرح جھلکتا ہے یا پھر ایسے چست لباس  
استعمال کئے جاتے ہیں جو بدن کی ہیئت ابھار دیتے ہیں، یہ طرز لباس مرد و عورت دونوں  
کے لئے باعث شرم اور طبعی غیرت کے خلاف ہے، جب سے جنبش (کسی ہوئی پینٹ) اور ٹی  
شرٹ کا بے ہوش فیشن چلا ہے یہ بے غیرتی بالکل عام ہو گئی ہے، نوجوان لڑکیاں اور لڑکے

برسر عام اس بے حیائی لباس کو پہن کر بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا، جب کہ اللہ سے شرم کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم خود بھی ان بے حیائیوں سے بچیں اور اپنے گھر والوں کو بھی ان سے بچانے کی کوشش کریں۔

## تنہائی میں بلا ضرورت ستر نہ کھولیں

اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تنہائی کی حالت میں بھی حتی الامکان اپنے ستر کو چھپانے کا اہتمام کریں۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے دادا کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں؟ اور کس سے نہ چھپائیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”بیوی اور باندی کے علاوہ سب سے چھپاؤ“ پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر ہمارے ساتھ دوسرے لوگ بھی رہتے ہوں تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ”جہاں تک ممکن ہو کوشش کرو کہ تمہارے ستر پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے“ پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم تنہا ہوں تو کیا کریں؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يَسْتَحْيِيَ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ“

”تو لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اس کا مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔“

(شعب الایمان، ج ۶، ص ۱۵۱)

امام بیہقی اس جملہ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ”اس بات سے شرم کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ستر پر نظر کرتے ہوئے نہ دیکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی شے، کسی جگہ بھی مخفی نہیں ہے، اس اعتبار سے گویا کہ ستر پوشی کو چھوڑ دینا اللہ کے سامنے بے حیائی ہے اور ستر کا اہتمام رکھنا ہی حیا ہے۔“

(شعب الایمان، ج ۲، ص ۱۵۱)

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تقریر کے دوران یہ نصیحت فرمائی:

”يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ“

انی لا ظل حين اذهب الى البغائط في الفضاء متفنعا بشوبى

استحياء من الله عزوجل“.

”اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے شرم کیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں جب قضاء حاجت کے لئے صحراء میں جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے شرم کی وجہ سے اپنے کپڑے لپیٹ کر جاتا ہوں (یعنی حتی الامکان ستر پوشی کا اہتمام کرتا ہوں)۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سوتے وقت (لنگی کے نیچے) نیکر پہن کر لیٹتے تھے کہ کہیں سونے کی حالت میں ان کا ستر نہ کھل جائے۔  
(شعب الایمان، ج ۶، ص ۵۴)

اسی طرح ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی یہ ہدایت فرمائی:

”ان الله حيي ستير، فاذا اراد احدكم ان يغتسل فليتوار بشيء“.  
(شعب الایمان ۱۶۱/۶)

”اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا اور ستر پوشی کو پسند کرنے والا ہے اس لئے جب تم میں سے کوئی غسل کا ارادہ کرے تو کسی چیز سے آڑ کر لے۔“

یہ ہدایات ہم سب کے لئے لائق توجہ ہیں، آج کل عموماً تنہائیوں میں ستر کا اہتمام نہیں رہتا، حتیٰ کہ گھروں کے باہر سڑکوں پر لگے ہوئے نلوں اور پانی کی ٹنکیوں پر بڑی بڑی عمر کے لوگ ستر کا اہتمام کئے بغیر غسل کرتے نظر آتے ہیں، نیز نہروں اور دریا کے ساحلوں پر تو اس طرح کی بے حیائیوں کے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، تو غور فرمائیے کہ جب ہماری شریعت تنہائی میں بھی ضرورت سے زائد ستر کھولنے سے منع کرتی ہے تو بھلا عوامی جگہوں پر اس بے حیائی اور بے غیرتی کے مظاہرہ کی کہاں اجازت ہو سکتی ہے؟

### میاں بیوی بھی ستر کا خیال رکھیں

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ زوجین بھی آپس میں بالکل بے شرم نہ ہو جایا کریں بلکہ حتی الامکان ستر کا خیال رکھا کریں۔ چنانچہ ایک مرسل روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

رسول اکرم ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

”اذا اتى احدكم اهله فليستر ولا يتجرد ان تجرد العيرين.  
”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو حتی الامکان ستر  
پوشی کرے اور جانوروں کی طرح بالکل ننگے نہ ہو جایا کریں۔“

(شعب الایمان، ج ۶، ص ۱۶۳)

معلوم ہوا کہ حیا کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ستر کو نہ  
دیکھیں، سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پوری زندگی نہ میں نے  
آنحضرت ﷺ کا ستر دیکھا، نہ آپ نے میرا دیکھا، اس لئے ہمیں اس بات کا خاص لحاظ رکھ  
کر شرم و حیا کا ثبوت دینا چاہیے، والدین کے اعمال و اخلاق کا اولاد پر اثر پڑتا ہے، اگر ہم  
شرم و حیا کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں گے تو ہماری اولاد بھی انہیں صفات و خصائل کی حامل ہو  
گی اور اگر ہم شرم و حیا کا خیال نہ رکھیں گے تو اولاد میں بھی اسی طرح کے خراب جراثیم  
سرایت کر جائیں گے، آج ٹیلی ویژن کے پردے پر ننگے اور انسانیت سے گرے ہوئے  
مناظر دیکھ کر ہمارے معاشرے میں ان کی نقل اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کا بالکل  
لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ ہمارا رب اور ہمارا خالق و مالک تنہائیوں میں بھی ہمارے اعمال سے  
پوری طرح واقف ہے، وہ اس بدترین حالت میں ہمیں دیکھے گا تو اسے کس قدر ناگوار  
گزرے گا، اس لئے اللہ سے شرم کرنی ضروری ہے، یہ شرم کا جذبہ ہی ہمیں بری باتوں سے  
بچا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں ستر پوشی میں لا پرواہی کا ایک اور نقصان حضرات فقہاء نے لکھا ہے  
کہ اس کی وجہ سے آدمی پر بھول اور نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ضروری باتیں بھی اسے یاد  
نہیں رہتیں، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بھول کا مرض پیدا کرنے والی چیزوں میں سے یہ بھی  
ہے کہ آدمی اپنی شرم گاہ سے کھیل کرے اور اس کی طرف دیکھے۔

(شامی، ج ۱، ص ۲۲۵، کتاب الطہارۃ مطلب شت تورث النسیان)

بہر حال نظر سے صادر ہونے والی نا مناسب باتوں میں سے اپنے ستر پر بلا

ضرورت نظر کرنا بھی ہے جس سے نظر کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

## میاں بیوی اپنا راز بیان نہ کریں

اسی طرح یہ بھی بڑی بے شرمی اور بے غیرتی کی بات ہے کہ میاں بیوی اپنے راز کو اپنے دوستوں اور سہیلیوں سے بیان کریں، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان من شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل

يفضي الى امراته و تفضي اليه ثم ينشر احلها سر

صاحبه“.

”قیامت کے روز اللہ کی نظر میں لوگوں میں سب سے بدترین مرتبہ پر وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس کی بیوی اس کے پاس آئے پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا راز (دوسرے کے سامنے) فاش کر دے“۔

(رواہ مسلم، ج ۱، ص ۳۶۳، عن ابی سعید الخدری و ابو داؤد و غیرہما، الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۶۱)

حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں دوسرے مردوں اور عورتوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ممکن ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے ساتھ کئے جانے والے فعل کو بیان کرتا ہو اور کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ کئے جانے والے کام کی دوسروں کو خبر دیتی ہو۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر لوگ تو خاموش رہے، مگر میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! مرد بھی ایسا کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فلا تفعلوا، فانما مثل ذلك مثل شيطان لقي شيطانة فغشبا

والناس ينظرون“.

”تو ایسا نہ کیا کرو، اس لئے کہ یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کوئی شیطان

(برسر عام) کسی چڑیل سے جماع کرے اور لوگ اسے دیکھ رہے ہوں“۔

اسلام بے حیائیوں کی باتیں پھیلانے سے روکتا ہے، زوجین کا اپنا راز عام



لوگوں میں بیان کرنا بدترین قسم کی بے حیائی ہے، اور اللہ رب العزت سے شرم و حیا کے قطعاً خلاف ہے اس لئے ہمیں اس بدترین فعل سے بھی احتراز کرنا چاہیے، بالخصوص تو بیاتے جوڑے اس ہدایت کا خیال رکھیں، اس لئے کہ بگڑے ہوئے معاشرہ میں زیادہ تر انہیں ہی اپنے راز بیان کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہو گیا کہ یہ بیان کرنا اور بیان پر مجبور کرنا سب بدترین گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

## کان کی حفاظت

اللہ تبارک و تعالیٰ سے شرم و حیا کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے کانوں کو غلط آواز سننے سے محفوظ رکھے۔ ان غلط آوازوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بدترین آواز گانے بجانے کی آواز ہے۔ قرآن کریم میں اسے ”شیطان کی آواز، بیکار بات، لہو و لعب کی چیز“ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی درج ذیل تین آیات سے گانے کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ شیطان کو جواب دیتے ہوئے بطور تشبیہ فرماتا ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مِنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ . (اسراء: ۳۳)

”اور گھبرالے تو ان میں جس کو تو گھبرا سکے اپنی آواز سے۔“

یہاں بعض مفسرین نے آواز سے باجا گانا مراد لیا ہے۔ نقلہ القرطبی عن

مجاہد والضحاك. (۱۶۹/۵)

(۲) وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن

سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

عَذَابٌ مُهِينٌ .

(لقمان: ۶)

”اور ایک وہ لوگ ہیں جو خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچلائیں  
(گمراہ کریں) اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی، وہ جو ہیں  
ان کو ذلت کا عذاب ہے۔“

اس آیت میں کھیل کی باتوں سے وہ سب چیزیں مراد ہیں جو اللہ کی یاد سے  
ہٹانے والی ہوں مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانے بجانے  
وغیرہ۔ روایات میں آتا ہے کہ نضر بن حارث جو مکہ کا ایک سردار تھا وہ گانے بجانے والی  
باندیوں کو خریدلاتا اور اس سے گانے سنوا کر لوگوں کو قرآن سے روکتا تھا۔ (قرطبی ۷/۴۹)  
”وتضحکون ولا تبکون، و انتم سامدون“۔ (النجم، ۲۰، ۲۱)  
”اور ہنستے ہو، روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔“

اس آیت میں کھلاڑیاں کرنے سے مراد بعض مفسرین نے گانا بجانا لیا ہے۔  
(غاشیہ: الجمل، ج ۳، ص ۲۳۰، تفسیر ابوالسعود ج ۸، ص ۱۶۶)

### احادیث شریفہ میں گانے کی حرمت

اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی گانے بجانے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔  
ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”صوتان ملعونان فی الدنيا والآخرة مزمار عند نعمة ورنه  
عند مصیبة“۔

”دو آوازیں دنیا اور آخرت میں قابل لعنت ہیں، ایک خوشی کے وقت  
میوزک کی آواز، دوسرے مصیبت کے وقت بین کرنے کی آواز۔“  
(الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۱۸۴)

”من جلسی الی قینة یسمع منها صب فی اذنه الانک  
یوم القيامة“۔

”جو شخص اپنی باندی سے بیٹھ کر گانا سنے اس کے کانوں میں قیامت کے

دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔“

(قرطبی، ج ۷، ص ۲۱، ومثلہ فی حاشیہ ابی داؤد، ج ۲، ص ۶۷۴)

آنحضرت ﷺ نے ایک طویل حدیث میں وہ علامات بیان فرمائیں ہیں جن کے پائے جانے کے وقت میں امت مسلمہ عذاب سے دوچار ہوگی انہی میں سے ایک علامت یہ ہے:

”وظہرت القینات والمعازف“.

”اورگانے والی بانڈیاں اورگانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں گے۔“

(ترمذی، ج ۲، ص ۳۵، عن علی، قرطبی، ج ۷، ص ۵۰۰)

ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتی ہیں:

”من مات و عنده جاریة مغنیة فلا تصلوا علیہ“.

”جس کا انتقال ہو جائے اور اس کے پاس کوئی گانے بجانے والی باندی

ہو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو“۔ (قرطبی، ج ۷، ص ۵۱)

اس روایت سے آنحضرت ﷺ کی نظر میں گانے کی ناپسندیدگی کا اندازہ لگایا جا

سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الفناء یبیت النفاق کما یبیت الماء الزرع و فی روایة یبیت

..... فی القلب الخ“

(مکتوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۳۱۱، شعب الایمان، ج ۳، ص ۲۷۹، حدیث، ۵۱۰۰ عن جابر)

”گانا بجانا نفاق کو ایسے اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لیشرب بن اناس من امتی الخمر یسموها بغير اسمها و

یضرب علی رؤوسهم المعازف یخسف اللہ بہم

الارض و یجعل منهم فردة و خنازیر“.

(شعب الایمان، ج ۴، ص ۲۸۲، حدیث، ۵۱۱۴)

”میری امت کے کچھ لوگ شراب ضرور پئیں گے مگر اس کو دوسری چیز کا نام دیں گے اور ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور انہی میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“

### گانا بجانا علماء و فقہاء کی نظر میں

یہ احادیث گانے بجانے کی حرمت پر صراحتاً دال ہیں۔ اسی بنا پر امت کے اکابر علماء گانے بجانے کی حرمت پر متفق رہے ہیں۔ امام شعیبی فرماتے ہیں کہ گانے والا اور جس کے لئے گایا جائے دونوں ملعون ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ گانا بجانا، زنا کا جنتر منتر ہے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے تو انہوں نے مزار (گانے بجانے کے آلہ) کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اس جگہ سے دور ہٹ گئے تاکہ آواز نہ سن سکیں اور فرمایا: کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب ایسی آواز سنتے تھے تو یہی عمل فرمایا کرتے تھے۔

(شعب الایمان، ج ۴، ص ۲۸۳)

صاحب درمختار علامہ صکفی، فتاویٰ بزازیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

استماع صوت الملاہی کضرب قصب و نحوہ حرام لقومہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاہی مصیۃ، والجلوس علیہا فسق، والتلذذ بہا کفرای بالنعمة، فصرف الجوارح الی غیر مالق لاحلہ کفر بالنعمة لا شکر قالو جب کل الواجب ان یجتنب کی لا یسمع لما روی انه علیہ الصلوٰۃ والسلام ادخل اصعہ فی اذنه عند سماعہ۔“

”لہو و لعب والی چیزوں کی آواز سننا مثلاً بین اور ہارمونیم وغیرہ حرام

ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ لہو و لعب کی چیزیں سننے گناہ ہے اور ایسی مجلس میں بیٹھا فسق ہے اور ان سے لذت حاصل کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ اس لئے کہ اعضاء و جوارح کو ان کاموں میں لگانا جن کے لئے ان کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔ (یعنی معصیت کے کاموں میں لگانا) شکر نہیں بلکہ نعمت خداوندی کی ناشکری ہے، لہذا واجب سے بڑھ کر واجب ہے کہ ایسی آوازیں سننے سے اجتناب کیا جائے جیسا کہ مروی ہے کہ آنحضرت انے ان کے سننے کے وقت اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔“

شریعت اسلامی نے جس شدت سے مسلمانوں کو گانے بجانے میں انہماک سے روکا ہے افسوس ہے کہ آج اسی کثرت کے ساتھ اس عظیم معصیت میں ابتلاء عام ہو گیا ہے۔ اب درود یوار سے گانے بجانے کی آوازیں آتی ہیں۔ کام کرنے والے کارگر گانوں کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ بغیر اس آواز کے ان کا دل ہی کام میں نہیں لگتا۔ گھروں سے قرآن کریم کی آوازوں کے بجائے دن رات میوزک اور ڈیک کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور پھر اس پر بس نہیں کہ آدمی خود ہی سن کر گنہگار ہو بلکہ تیز ترین آواز میں اسے بجا کر سارے محلہ والوں کو گنہگار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آج ہمارے نوجوانوں کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز تیب رکارڈ اور گانے بجانے اور فلم کی اسٹوریوں کے کیسٹ ہیں۔ جنہیں دن رات بجا کر اوقات کو ضائع اور اخلاق و عادات کو تباہ کیا جاتا ہے۔ فحاشیوں کا پٹارا، ٹیلی ویژن، وی، سی آر اور کیبل، ٹی وی کے وسائل عام ہو گئے ہیں، اور ان کے ذریعہ ہمارے کان گناہوں میں پوری طرح ملوث ہو چکے ہیں۔

## موسیقی روح کی قاتل

رحمۃ اللعالمین کی آمد ایک عظیم انقلاب، خصوصاً ایسے معاشرے میں جس کی

نگاہوں میں کمانے اور کھانے پینے سے زیادہ اونچا کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ شجاعت کا استعمال قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے سوا کچھ نہ تھا۔ جہاں تمدن ایک ایسے جنگل میں بدل گیا تھا جس کے کچھاروں میں انسانی درندے دھاڑتے تھے اور مسکین عوام ان کا شکار ہوتے تھے۔ یہیں رحمت عالم ﷺ انسانیّت کے ایک صالح قافلے کو جلو میں لئے نمودار ہوئے تو اس کا وجود اول روز سے ہی ماحول میں انتہائی نمایاں تھا۔

رحمت عالم ﷺ کے جھنڈے کے نیچے قاتل آئے تو انسانی جان کے محافظ بن گئے، چور آئے تو امین بن گئے، زانی آئے تو عفت حیا کے پیکر بن گئے، ڈاکو آئے تو صلح و آشتی کے نقیب بن گئے۔ کج خلق آئے تو متواضع بن گئے۔ چور آئے تو امین بن گئے، سود خور آئے تو انفاق کرنے والے بن گئے..... یہ اللہ تعالیٰ کے پرستار، ہادی عالم ﷺ کے دیوانے، شمع صداقت کے پروانے، نیکی کے نقیب، بھلائی کے داعی، بدی اور ظلم کے دشمن، رکوع و سجدہ میں قرار پانے والے..... قرآن مجید کے تلاوت کرتے ہوئے، گریہ بے تاب میں کھوجانے والے..... دن کے وقت دوڑ دھوپ کرنے والے اور راتوں کو اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے..... مسکینوں کو کھانا کھلانے والے، لہو و لعب سے بے تعلق تعیشات سے مجتنب، یہ محفل ہستی میں اجنبی بن جانے والے لوگ..... آخر کیسے ممکن تھا کہ سارے عالم کی نگاہیں ان پر مرکوز نہ ہو جائیں۔

رحمت عالم ﷺ کی ذات بابرکات نے لہو و لعب اور طاؤس و رباب کی بیخ کنی کی اور پورے عالم کو تلقین فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت اللعالمین اور دنیا کارہنما بنا کر بھیجا اور میرے عزت و جلال والے باجوں کو توڑوں اور بتوں کو، صلیب کو اور جاہلیت کی رسموں کو مٹادوں۔ (مسند احمد)

عالم انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے فاران کی چوٹیوں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا پیغام ہادی عالم ﷺ نے دیا۔ اس پیغام حق نے رفتہ رفتہ انسانیت کو زندگی کے ہر شعبہ میں کامل و اکمل رہنمائی عطاء کی۔ رحمت عالم ﷺ نے مروجہ موسیقی سے اس حد تک نفرت دلانی کہ اپنے مشن میں اس کے آلات کو توڑنا بھی ارشاد فرمایا۔ موسیقی دراصل وہ خباثت

ہے جو آج ہمارے اکثر گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ ہوٹلوں، کلبوں، سینماؤں، بازاروں، دکانوں اور بسوں وغیرہ میں موسیقی کی لعنت فروغ پا چکی ہے۔ ہمارے اکثر گھروں میں ٹی وی تو پہلے ہی تھے، اب وی سی آر، ڈش اور کیبل نے اس لعنت کو خوفناک حد تک ترقی سے ہمکنار کیا ہے۔

پہلے صرف میاں بیوی ٹی وی کی سکرین کو زینت بخشتے تھے، اب والدین بھی اپنی جوان اولاد کے ساتھ بیٹھ کر وی سی آر پر فلمیں دیکھتے ہیں۔ ٹی وی کے فحش ڈرامے اور ڈش اور کیبل کے غلیظ ترین مناظر دیکھتے ہیں۔ منگنی اور مہندی کی ہندووانہ رسوم کی توروں ہی فحش اور غلیظ موسیقی سے ہوتی ہے جس میں جوان لڑکیاں بے پردہ ہو کر اور خوب بن ٹھن کر انتہائی فحش گانے ڈھولک کی تھاپ پر گاتی ہیں۔ بارات والی بے ہودہ موسیقی کا کیا کہنا۔

المختصر عذاب الہی کو دعوت دی جا رہی ہوتی ہے۔ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ہمارے وطن عزیز میں موسیقی کی شروع ہی سے سرکاری سرپرستی جاری ہے۔ بڑے بڑے تھیٹر اور سینما ہال وجود میں آچکے ہیں۔ محفل موسیقی بڑے بڑے شہروں اور چھاؤنیوں میں سرکاری سرپرستی میں ہوتی ہے اور اسی حرام کام پر سرکاری خزانے سے موسیقاروں کو ادائیگی ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ عموماً ایسی محافل مخلوط ہوتی ہیں اور جدید ترین آلات کا استعمال کرتے ہیں۔ ایسی محفل بلاشبہ ملعون ہے، کیونکہ جس کام کے منانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا ہے وہ کام ضرور اللہ کے غضب کو واجب کرے گا۔

پاکستان میں موسیقاروں کی اس حد تک حوصلہ افزائی کی جانے لگی کہ ان کو قومی ایوارڈ تک دیئے جانے لگے۔ اس سلسلہ میں بھارتی اداکاروں اور فنکاروں کو بھی انعامات دئے گئے۔ ازلی دشمن کے ان گلوکاروں کو جنہوں نے جنگی ترانے گا کر بھارتی فوج کی حوصلہ افزائی کی تھی انعام و اکرام دینا کسی طور پر بھی مناسب نہ تھا۔ اس سے بڑی بد قسمتی اور کیا ہوگی کہ ہم ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ملعون حقیقت رائے کے نام کی بسنت مناتے ہیں جس کو گستاخی رسول کی وجہ سے سزائے موت ہوئی تھی۔

بسنت کے موقع پر بڑی بڑی روشنیوں کو اہتمام کر کے گھروں کی چھتوں پر اونچی

آواز میں گانا بجا کر غضب الہی کو دعوت دی جاتی ہے۔ بسنت کے دنوں میں گانا اتنی اونچی آواز میں لگایا جاتا ہے کہ استغفر اللہ! اذان کی آواز تک بھی سنائی نہیں دیتی۔ مسند احمد اور ابو داؤد کی روایات کے مطابق ہادی عالم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول یہ تھا کہ اگر موسیقی اور باجا کی آواز کانوں میں پڑتی تو کان بند کر لیتے تھے اور تیز رفتاری کے ساتھ وہاں سے ہٹ جاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”گانا (موسیقی) دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے۔“

آج اگر ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو چاروں طرف موسیقی ہی موسیقی نظر آئے گی۔ شادی بیاہ، منگنی، مہندی، سالگرہ اور عرسوں پر موسیقی کے روح قاتل منظر نظر آتے ہیں۔ گھروں میں معصوم بچے اور پردہ دار خواتین موسیقی کے دلدادہ بن رہے ہیں۔ گانا بجانا اور ناچنا تھر کننا شیطان کی آواز و حرکت اور ان کاموں کے کرنے والے شیطان کے سوار اور پیادے ہیں۔ ان کاموں میں مال صرف کرنا بے ہودہ حرکت ہے۔ گانے کی ایک نام نہاد روحانی قسم قوالی ہے جس پر ضرب مؤمن کے صفحات میں پہلے بھی اظہار کیا جا چکا ہے۔

اس ضمن میں اس قباحت کو ثواب سمجھنے والوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ قوال حضرات کی شکلوں اور چہروں کی طرف دھیان دیں۔ کیا ان کے چہرے پر سنت کے انوار ہیں؟ کیا ان کے سر پر شریعت کی دستار ہے؟ کیا وہ آلات موسیقی کو استعمال نہیں کر رہے؟ قوال تو عام گلوکاروں سے بھی بڑے مجرم ہیں، کیونکہ یہ لوگ شراب کے نشے میں دھت ہو کر آلات موسیقی پر اللہ تعالیٰ اور رحمت عالم ﷺ کا نام لیتے ہیں۔ مزید برآں اکثر ان کی اکثر قوالیاں کفر و شرک اور توہین رسالت ﷺ پر مبنی ہوتی ہیں جو سجادہ نشین پیر یا پیر زادے دین سے بے بہرہ ہوتی ہے۔

غریب اور جاہل ﷺ مریدین سے نذرانے وصول کر کے یہ لوگ قوالوں کو معاوضہ و انعام دیتے ہیں۔ ہمارے ملک کے مشہور و معروف قوالوں نے قوالی کے ذریعے بے پناہ شہرت و دولت حاصل کی، لیکن آخری دم تک بے ریش ہی رہے اور کفر یہ اور شرکیہ قوالیوں سے بین الاقوامی تیسوں یعنی مجاوروں کے لئے حظ نفس کا سامان مہیا کرتے رہے۔



اللہ تعالیٰ ہم سب کو رحمت عالم ﷺ کا پیارا اور پاکیزہ طریقہ نصیب فرمائے، روح کی قاتل موسیقی سے ہمیں نجات دے۔ آمین

## آمدنی کے حرام ذرائع

اسلامی شریعت میں ماں کمانے کے بعض ذرائع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ عالم کا امن و امان اور معاشرہ کی صلاح و فلاح اسی ممانعت پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ اور جس معاشرہ میں شرعی ممانعت کی پرواہ نہیں رکھی جاتی وہ معاشرہ خود غرضی اور مفاد پرستی کا نمونہ بن جاتا ہے، جیسا کہ آج پوری دنیا کا حال ہے کہ آدمی مال و دولت کے حصول میں بالکل آزاد ہو چکا ہے اور ہر شخص اپنے مفاد کی تکمیل کے لیے کچھ بھی کر گزرنے کے لیے تیار ہے اور دوسرے کی خیر خواہی کا جذبہ مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ ذیل میں کچھ حرام ذرائع آمدنی کے بارے میں شرعی ہدایات لکھی جا رہی ہیں تاکہ ہمارے دل میں خوف خدا پیدا ہو اور ہم حرام سے مکمل پرہیز کر سکیں۔

سوود.....

آمدنی کے حرام ذرائع میں سب سے بدترین ذریعہ ”سوود“ ہے۔ قرآن کریم میں نہ صرف یہ کہ سووی لین دین سے منع کیا گیا ہے بلکہ سووی کاروبار میں لگے رہنے والوں سے اعلان جنگ کیا گیا ہے۔ (البقرہ) قرآن کریم میں اس طرح کی سخت وعید کسی اور عمل پر وارد نہیں ہے۔ اس سے سووی آمدنی کے منحوس ہونے کا باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نیز احادیث شریفہ میں بھی کثرت کے ساتھ سووی کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دِرْهَمٌ رِبْوًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ

زَنِيَّةٌ. (رواہ احمد، الترغیب و الترہیب ۵/۳. مظاهر حق

(۲۵/۳)

”سود کا ایک درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا وبال اور گناہ

۳۶ مرتبہ منہ کالا کرنے سے بدترین جرم ہے۔“

(۲) سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْلَ الرِّبْوَا وَمُؤْكَلِهِ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدِيهِ

وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ. (رواہ مسلم ۲۷/۲، مظاهر حق ۲۳/۳)

”آنحضرت ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی معاملہ کو

لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ

سب (گناہ میں) برابر ہیں۔“

(۳) سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل

فرماتے ہیں:

الرِّبْوَا سَبْعُونَ جُزْءًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ. (مظاہر حق ۲۶/۳)

”سود کے ستر اجزاء ہیں جن میں سب سے ہلکا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص

اپنی ماں سے (نعوذ باللہ) منہ کالا کرے۔“

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فَأَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ بَطُونُهُمْ كَالْبَيُوتِ فِيهَا الْحَيَاثُ تُرَى مِنْ

خَارِجِ بَطُونِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ هَؤُلَاءِ

أَكَلَةُ الرِّبْوَا. (رواہ احمد، الترغیب و الترہیب ۷/۳)

”معراج کی رات میرا گزرا ایسی جماعت پر ہوا جن کے پیٹ کمروں کے

مانند تھے جن میں سانپ (لوٹ رہے) تھے جو باہر سے نظر آ رہے تھے،

میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت جبرئیل علیہ

السلام نے جواب دیا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔“

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا ظَهَرَ الزَّانَا وَالرَّابُوا فِي قَرْيَةٍ فَقَدْ أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ  
عَذَابَ اللَّهِ. (رواہ ابو یعلیٰ، الترغیب والترہیب ۶/۳)  
”جب کسی بستی میں بدکاری اور سود خواری عام ہو جائے تو وہاں کے  
باشندے اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لیتے ہیں۔“

اسی طرح کی اور روایات بھی ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں جن کو پڑھ کر کسی بھی صاحب ایمان کو ہرگز ہرگز یہ جرأت نہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنی آمدنی میں سود کا ایک لقمہ بھی شامل کرے۔ لیکن ماہو مال کی ہوس اور دولت کی حرص کا کہ آج ہم اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود سودی کاروبار سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اور مال کی کثرت کے شدید شوق میں حلال و حرام کی تمیز ختم کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الرَّابُوا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ إِلَى قَلْبٍ. (رواہ الحاکم عن  
عبد اللہ بن مسعود، الترغیب والترہیب ۸/۳)

”سود کا مال اگر چہ بہت ہو جائے مگر اس کا انجام کمی ہی کمی ہے۔“

تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ حرام مال جیسے آتا ہے ویسے ہی بے فائدہ جگہوں پر خرچ ہو کر چلا بھی جاتا ہے، اور بسا اوقات اپنے ساتھ دوسرے حلال مال کی برکت بھی ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے اللہ سے شرم و حیا کا حق اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب کہ ہم اپنی معیشت اور کاروبار کو سود کی نجاستوں سے حتی الامکان پاک کر لیں اور حرام ذرائع سے بچ کر اپنا ٹھکانا جنت میں بنا لیں۔

بینک کا انٹرسٹ بھی یقیناً سود ہے

کچھ آزاد خیال دانشوروں نے کافی عرصہ سے یہ غلط فہمی پیدا کر رکھی ہے کہ بینک

میں رقم رکھنے پر جو زائد روپیہ ملتا ہے وہ تو شرکت ہے کہ بینک اسی رقم سے کاروبار کرتا ہے۔ پھر اپنے نفع میں سے کچھ حصہ روپیہ رکھنے والوں کو بھی دے دیتا ہے۔ لہذا اسے سود نہیں کہا جائے گا، بلکہ زائد رقم شرکت کا معاوضہ قرار دی جائے گی۔ حالانکہ یہ قول قطعاً بلا دلیل ہے۔ فقہ اسلامی میں بینک سے جو زائد رقم ملتی ہے وہ بلا شک و شبہ ”ربو النسیہ“ میں داخل ہے جس کی حرمت پر تمام علماء و فقہاء اسلام متفق ہیں۔ کیونکہ بینک میں جو بھی اضافہ ملتا ہے وہ محض مدت گزرنے پر ملتا ہے۔ کاروبار میں شرکت کا وہاں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ نہایت سطحی اور واقعی انتہائی فاسد تاویل ہے کہ بینکوں میں جاری سود کو ”ربو النسیہ“ سے خارج کر کے خواہ مخواہ شرکت میں ڈال دیا جائے۔ یہ سود خوروں کے شیطانی وساوس ہیں جنہیں امت بار بار زد کر چکی ہے۔

شب معراج میں حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ مثل بڑے بڑے گھڑوں کے تھے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتلایا گیا سود خوار بیاج لینے والے ہیں اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا کہ اس میں کچھ لوگ ہیں وہ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں لیکن کنارے پر ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر منہ میں اتار دیتا ہے وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ سود خواروں کا گروہ ہے یہ وبال ان پر اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی مثل سود خواری کے ہے۔

یہ اعتراض ان کا شریعت پر اور احکام الہی پر تھا اور اس سے وہ سود کو مثل بیع کے حلال جانتے تھے۔ یہ یاد رہے کہ یہ سود کا قیاس بیع پر نہیں اس لئے کہ مشرکین تو سرے سے بیع کی مشروعیت کے بھی قائل نہ تھے اور اس لئے بھی کہ اگر یہ قیاس ہوتا تو یوں کہتے کہ سود مثل بیع کے ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں پھر کیا وجہ کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام بتلایا جائے، پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ حلت و حرمت اللہ کے حکم کی بناء پر ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو تو اس

میں لطافت کے ساتھ ایک جواب بھی ہو گیا کہ باوجود اس بات کے علم کے کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے دوسرے کو حلال بتلایا ہے پھر اعتراض کیسا؟ علیم و حکیم اللہ کے احکام پر تعاقب کرنے والے تم کون؟ اس سے باز پرس کرنے کی کس کی ہستی ہے، تمام کاموں کی اصلیت کا عالم تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بندوں کو حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے تو وہ نفع والی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان رساں چیزیں حرام کرتا ہے۔ کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے وہ روکتا ہے تو مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آجائے اس کے اگلے کئے کرائے تمام گناہ معاف ہیں جیسے فرمایا ”عفا اللہ عما سلف“ اور جیسے حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود میرے ان دونوں قدموں تلے برباد ہیں سب سے پہلا سود جسے میں میثتا ہوں وہ عباس رضی اللہ عنہ کا سود ہے، پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کے لوٹانے کا حکم نہیں ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ ام بخیرہ جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ام ولد تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید کے ہاتھوں آٹھ سو کا بیچا کہ جب ان کے پاس عطا آئے وہ رقم ادا کر دیں اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت ہوئی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے، میں نے چھ سو کا خرید لیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بہت بُرا کیا، بالکل خلاف شرع کیا، جا زید سے کہہ دے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی غارت ہو، جو اس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا ہے۔ میں نے کہا اگر دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے؟ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ”فمن جاءه موعظة والی آیت پڑھ سنائی۔“

(ابن ابی حاتم)

یہ اثر مشہور اور دلیل ہے ان لوگوں کی جو عینہ کے مسئلے کو حرام بتلاتے ہیں اس بارے میں اور احادیث بھی ہیں جن کی جگہ کتاب الاحکام ہے، واللہ۔

## سود خوروں کا عبرت ناک انجام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يا ايها الذين امنوا لا تاكلوا الربوا. (آل عمران، ۱۳۰)  
 ”اے ایمان والو! سود خوری نہ کرو۔“

ارشاد ربانی ہے:

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله واذروا ما تقى من الربوا ان كنتم  
 مومنين. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله.  
 ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سود کے بقیہ سے دستبردار ہو  
 جاؤ اگر تم ایمان رکھتے ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کے  
 ساتھ جنگ کے لئے تیار رہو۔“

یعنی ان کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے تیاری کا حکم ہے اور جو  
 اللہ عزوجل کے ساتھ جنگ میں شریک ہو اس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔  
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا میں ساتویں  
 آسمان پر اپنے سر کے اوپر بجلی کی سی گرج اور چمک دیکھی اور کچھ لوگ دیکھے کہ ان کے پیٹ ان  
 کے سامنے ایسی کوٹھریوں کی طرح ہیں جن میں سانپ چلتے پھرتے باہر ہی سے دکھائی دیتے  
 ہیں، میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا، یہ سود کھانے والے ہیں۔

## جس نے سود کھایا اس نے گویا اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک درہم کے برابر بھی سود کھایا گویا اس نے  
 اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود خور کو جہنم کے فرشتے محمود (پیپ زدہ) جہنمیوں کی  
 طرح پچھاڑیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والے پر، اس کے کھلانے والے پر، اس کے

گواہوں پر، اس کے لکھنے والے پر، جسم پر رنگ بھرنے والی پر اور بھروانے والی پر، حلالہ کرنے والے پر اور ویسا کروانے والے اور منکرزکوۃ پر اللہ لعنت ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں چار عادات ظاہر ہوں گی، سود خوری، بیع شراء میں جھوٹی قسمیں کھانا، ناپ تول میں کمی کرنا اور پیمائش میں کمی کرنا، جب مذکورہ چاروں کا وقوع ہوگا تو ان میں بیماریاں جنم لیں گی اور اللہ تعالیٰ ان کو باہم لڑائی میں مبتلا کر دیں گے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يقوم الناس لرب العلمين. (المطففين، ۶)

”جس روز لوگ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے۔“

مگر سود خور اللہ کے سامنے یوں حالت جنوں میں کھڑا رہے گا جبکہ باقی تمام لوگ حساب کتاب سے فارغ ہو چکے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عز و جل سود خور کے پیٹ کو اس کے سود کے موافق آگ سے بھردے گا، اگر اس نے سودی کاروبار کے ذریعے کوئی مال کمایا تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ہرگز قبول نہیں فرمائیں گے اور سود خور اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کا شکار رہتا ہے جب تک اس کے پاس ایک قیراط بھی باقی بچا رہے۔

### سود خور کی عبادت قبول نہیں ہوتی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر وزن و مقدار اور نقد ہونا چاہئے، زیادتی کرنے والا اور اس کا مطالبہ کرنے والا آگ میں جلیں گے۔ بے شک سود نیکیوں کو جلا دیتا، طاعات کو ختم کر دیتا اور گناہوں کو بڑھا دیتا ہے جس نے سود کے مال سے روزہ رکھا اور اسی کے ساتھ افطار کیا تو اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے روزہ کو قبول نہیں فرماتے، اسی طرح جس نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے پیٹ میں سود ہو تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے، اگر سود خور سودی مال میں سے صدقہ دے تو اس کا

صدقہ بھی قبول نہیں کیا جاتا، کوئی گھڑی ایسی نہیں ہوتی مگر قیامت تک سو دخور پر اللہ کی لعنت مسلسل جاری رہتی ہے۔

## ناپ تول میں ڈنڈی مارنے کا عذاب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم میں ایک وادی ایسی ہے کہ اہل دوزخ اس کی گرمی سے دن میں پانچ وقت پناہ طلب کرتے ہیں، اگر اس میں کسی پہاڑ کو ڈالا جائے تو وہ اس کی گرمی سے پکھل جائے، اس وادی میں نمازوں سے سستی کرنے والے، ناپ تول میں کمی کرنے والے اور پیمائش و ترازو میں گڑبڑ کرنے والوں کو ڈالا جائے گا۔ پس ہلاکت ہے ایسے شخص کے لئے جو زمین و آسمان سے وسیع جنت کا سوا ایک بالشت یا دو بالشت کے ساتھ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیمائش میں کمی کرنے والا شخص قیامت کے روز سیاہ چہرے، تھو تھلی زبان اور زرد آنکھوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا اور اس کی گردن میں آگ کا ترازو ہوگا، اس کے سامنے دو عظیم پہاڑ کھڑے کئے جائیں اور اسے کہا جائے کہ ان کا وزن کرو، اس کو یہ عذاب پچاس ہزار برس تک دیا جائے گا۔

امام غزالی فرماتے ہیں: قیامت کے دن سیاہ چہرے ان لوگوں کے ہوں گے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! پانچ چیزوں سے قبل پانچ چیزوں سے ڈرو، جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو مہنگائی اور پھلوں کے قحط میں مبتلا فرمادیتے ہیں، جو قوم عہد شکنی کرے اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن مسلط فرمادیتے ہیں جو قوم زکوٰۃ کو روک رکھے اللہ تعالیٰ اس سے بارش کو روک لیتے ہیں، یہاں تک کہ چوپائے بھی قطرہ آب کو ترستے ہیں، جس قوم میں فحاشی عام ہو جائے اللہ تعالیٰ اس پر طاعون کی بیماری مسلط کر دیتے ہیں اور جو قوم اپنے فیصلے قرآن کے بغیر کرنے لگے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ظلم میں مبتلا فرمادیتے ہیں اور وہ آپس میں ہی دشمن بن جاتے ہیں۔





”سوڈ“ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ نے اس کی حرمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ”واحتلّ اللّٰه البيع و حرم الربوا“ کہ بیع تو حلال ہے لیکن سوڈ حرام ہے۔ اس آیت کے مفہوم کو سمجھتے وقت ایک بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ یہاں مطلقاً سوڈ کی حرمت کا اعلان ہے۔ اس لئے اس میں ہر قسمی سوڈ داخل ہوگا اور اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ فلاں قسم حرام ہے اور فلاں قسم نہیں۔ بلکہ ہر وہ شے جس پر سوڈ کی تعریف سچی آئے گی وہ سوڈ میں داخل ہو کر حرام ہوگی۔ پھر فرمایا:

”يا ايها الدين امنوا اتقوا الله و ذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله“

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سوڈ میں سے جو کچھ باقی ہے اگر تم مومن ہو تو اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم سوڈ نہیں چھوڑو گے (یعنی سوڈی معاملات اور لین دین کرتے رہو گے) تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو (یعنی ایسے لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے)

اتنی بڑی شناعت کسی اور گناہ کی بیان نہیں کی۔ زانی، شرابی، جواری، وغیر ذالک سب مرتکب حرام ہیں لیکن ان کے لئے اعلان جنگ نہیں، جبکہ سوڈ خور کے لئے اعلان جنگ ہے۔ یہ سنگین وعید اللہ نے کیوں بیان کی؟ اس کی تفصیل آخر میں بیان کی جائے گی پہلے ذرا سوڈ کی تعریف، اس کی اقسام، قباحتیں اور اس کا متبادل سمجھ لیا جائے۔

”سوڈ“ جس وقت قرآن کریم نے حرام قرار دیا اس وقت اہل عرب میں سوڈ کا جو لین دین متعارف اور مشہور تھا وہ یہ تھا کہ ”کسی بھی شخص کو معینہ مدت کے لئے قرض دیتے وقت یہ شرط طے کر دینا کہ واپسی کے وقت اتنی زیادتی ساتھ ہوگی“ اور اگر اس وقت پرواپس نہ کیا تو پھر مزید اتنا اضافہ ہوگا۔ اور یہ سوڈ ہے۔ اگر پہلے سے طے شدہ نہیں ہے بلکہ قرض کی ادائیگی کے وقت قرض دار اپنی طرف سے کچھ رقم زیادہ دے دیتا ہے تو اس طرح کرنا مستحسن ہے اور یہ زیادتی لینا جائز ہے۔

سود کی شرعاً دو قسمیں ہیں: (۱) ربوا القرآن (۲) ربوا الحدیث

ربوا القرآن کی تعریف تو اوپر گزر چکی ہے، ربوا الحدیث وہ چیزیں کہلاتی ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احوال ربویہ میں شمار کیا، وہ کل چھ چیزیں ہیں۔ (۱) سونا (۲) چاندی (۳) گیہوں (۴) کھجور (۵) جو (۶) انگور۔ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کا آپس میں تبادلہ کیا جائے تو پھر برابر برابر ہونا چاہئے اور نقد ہوں یعنی فوری قبضہ کیا جائے، ان میں کمی بیشی یا ادھار حرام ہے اور یہ سود ہے۔

ہمارے زمانے میں مسلمانوں کی مغرب زدہ ایک کھیپ ایسی ہے جو ربوا کو ہو بہو ربوا ماننے پر تیار نہیں بلکہ اس کو حلال کرنے کی تک دو میں مصروف ہیں۔ وہ اس نظر سے اسلام کو دیکھتے ہیں جس نظر سے مغرب اور اس کا معاشرہ دیکھتا ہے، اس لئے وہ ہر صورت کو حرام ماننے پر تیار نہیں، بلکہ تخصیص کے قائل ہیں۔

ان کا دعویٰ اور دلیل: ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قرآن نے جس سود کو حرام قرار دیا ہے وہ وہ صورت ہے جو اس زمانے میں رائج تھی اور وہ صورت یہ ہوتی تھی کہ غریب لوگ تھے ان کے پاس کھانے پینے یا علاج معالجہ وغیرہ جیسی ضروریات کے لئے رقم نہیں ہوتی تھی وہ اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قرض لیا کرتے تھے ایسے لوگوں سے جو امداد کے مستحق ہوں قرض دے کر زیادتی کا مطالبہ کرنا انسانیت کے خلاف ہے، اس لئے یہ تو حرام ہونا چاہئے جیسا کہ اسلام نے اس کو حرام قرار دیا، لیکن موجودہ دور میں تو قرض تجارت کے لئے لیا جاتا ہے، یہ قرض اس زمانے میں رائج نہ تھا تو پھر یہ حرام کیوں ہے؟ بلکہ یہ حرام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جو شے اس دور میں رائج نہ ہو قرآن اس کی حرمت کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔

جواب: اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ ہر شے کی ایک ایک جزئی کو بیان نہیں کرتا بلکہ عموماً ایک اصول بیان کرتا ہے چنانچہ سود کے بارے میں بھی اسلام نے یہ اصول بیان کر دیا کہ یہ حرام ہے، اب چاہے اس کی کوئی بھی صورت ہو حرام ہوگی، خواہ وہ اس زمانے میں پائی جاتی ہو یا نہ پائی جاتی ہو، پھر اگر ان لوگوں کی بات مان لی جائے تب تو شراب کی وہ تمام صورتیں جو اس زمانے میں نہ پائی جاتی تھیں اب پائی جاتی ہیں، حرام نہ ہوں بلکہ حلال ہوں۔ کیونکہ

کوئی یہ کہہ سکتا ہے اس وقت تو شراب صرف انگور کے کچے شیرے کی خراب قسم کی بھٹیوں میں پکائی جاتی تھی، اس میں صحت کے اصولوں کا دھیان بھی نہیں رکھا جاتا تھا، اب تو اعلیٰ قسم کی فیکٹریوں میں خوب صفائی کا لحاظ کرتے ہوئے حفظانِ صحت کے اصولوں کے عین مطابق تیار کی جاتی ہے، اس لئے حلال ہونی چاہئے۔ یا آج کل ان کے نام تبدیل ہیں لہذا حلال ہوں، تو کیا حلال ہو جائے گی؟ یقیناً نہیں، بلکہ اسلام کے اصول کے مطابق ہر شراب حرام ہے خواہ کوئی شکل ہو یا کوئی نام ہو، اس طرح سود بھی حرام ہے خواہ کوئی بھی شکل ہو یا کوئی بھی نام ہو۔ لہذا یہ کہنا کہ فقیروں و لاسود تو حرام ہو لیکن موجودہ صورت والا اس زمانے میں نہ تھا، حلال ہو، اسلام کے تصور کے بالکل خلاف ہے۔

پھر یہ دعویٰ بھی قابل تسلیم نہیں کہ تجارتی سود اس زمانے میں رائج نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رائج تھا، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ قافلہ جس کی تک و دو میں جنگ بدر پیش آئی تھی اس میں قبیلہ کے ہر ایک فرد کا حصہ تھا قبیلوں کی یہ تجارت جائٹ سٹاک کمپنی کی تجارت ہی تو ہے، پھر یہ تجارتی قافلے ایک دوسرے کے قبائل سے قرض بھی لیتے تھے حتیٰ کہ لاکھوں میں بھی یہ قرض ہوتا تھا تو کیا یہ قرض فقیروں والا تھا؟ یقیناً نہیں، بلکہ تجارتی قرض تھا اور پھر اس پر سود بھی ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرض سب سے پہلے حضرت عباس ؓ کا چھوڑا تھا وہ دس ہزار مثقال تھا اور ایک مثقال میں ۴ تولہ سونا ہوتا ہے تو کل چالیس ہزار تولہ سونا تھا۔ یاد رہے کہ یہ اصل مال نہیں بلکہ وہ سود تھا جو لوگوں کے ذمہ تھا، جب یہ سود تھا تو پھر اصل مال کتنا ہوگا؟ تو کیا اتنا مال کھانے پینے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہوگا یا تجارتی اغراض کے لئے ہوگا؟ یقیناً تجارتی اغراض کے لئے ہوگا، تو مان لینا چاہئے کہ اس زمانے میں بھی تجارتی سود کا نظام رائج تھا، اس کو بھی شریعت نے حرام قرار دیا۔

پھر بینک کی موجودہ شکل بھی اس زمانے میں بعض صحابہ کرام کے ہاں رائج تھی۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس اس طرح کا ایک نظام بنا رکھا تھا کہ لوگ ان کے پاس امانتیں لاتے تو ان سے فرماتے امانت نہیں بلکہ قرض! اس سے دونوں کو فائدہ

ہوتا، ان کو مال کی ضمانت مل جاتی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مال میں ہر قسمی تصرف کا حق۔ چنانچہ وفات کے وقت ۲۲ لاکھ دینار قرض دینا تھا، تو یہ قرض کون سا قرض تھا؟ یقیناً تجارتی قرض تھا۔ تجارتی قرض بھی رائج تھا اور اس پر سود بھی، اس لئے جیسے ذاتی قرض پر سود حرام مانا جاتا ہے ایسے ہی تجارتی قرض پر بھی اس کو حرام ماننا چاہئے کیونکہ شریعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری دلیل اور اس کا جواب: دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ ذاتی ضرورت کیلئے لیے گئے قرض پر سود کا مطالبہ کرنا نا انصافی ہے لیکن اگر کوئی شخص میری رقم سے کاروبار کر کے منافع کماتا ہے پھر میں اس سے نفع کا مطالبہ کر دوں تو یہ نا انصافی میں کیسے داخل ہے؟ اس صورت میں ظلم لازم نہیں آتا اس لئے یہ مطالبہ اور زیادتی جائز ہونی چاہئے۔

پہلا جواب: اس دلیل کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ کا ہر حکم بلا چوں و چرا تسلیم کر لینا چاہئے، اللہ نے فرمادیا کہ سود حرام ہے تو مان لینا چاہئے کہ سود حرام ہے چاہے بظاہر کسی پر ظلم ہوتا نظر آتا ہو یا نہ آتا ہو، ہر صورت حرام ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ جب کسی کو قرض دیا جائے تو اسلام یہ کہتا ہے کہ دو باتوں میں سے کسی ایک بات کو اپنے لئے متعین کر لو۔

(۱) اس سے مقصود اس کی امداد کرنا ہے..... یا.....

(۲) اس کے کاروبار میں حصہ دار بننا ہے۔

دونوں صورتوں میں سے جو صورت مرضی اختیار کرو، زیادتی کا مطالبہ ناجائز ہے۔ اگر امداد مقصود ہے تو پھر تو امداد ہی ہونی چاہئے زیادتی کا مطالبہ کیوں؟ اگر حصہ دار بننا ہے تو پھر جس طرح نفع میں حصہ دار بننا چاہتے ہو اسی طرح نقصان میں بھی حصہ دار بنو۔ یہ جائز نہیں کہ نفع میں تو حصہ دار بنیں نقصان میں نہ بنیں۔ کیونکہ یہ ربح مالم یضممن ہے جو کہ جائز نہیں جبکہ سود میں یہی ہوتا ہے کہ وہ نفع میں تو حصہ دار بننا چاہتا ہے نقصان میں نہیں۔ اس لئے دونوں صورتیں حرام ہیں۔ ذاتی قرض پر سود لینا اور تجارتی قرض پر سود لینا۔

## سود کے نقصانات

روحانی نقصانات: سود سے صرف معاشی نقصان ہی نہیں ہوتا بلکہ اخلاقی اور روحانی طور پر بھی انسان کئی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

- ۱۔ ایثار اور سخاوت کا جذبہ مرجاتا ہے۔
- ۲۔ مصیبت زدہ پر رحم کھانے کی بجائے اس کی مصیبت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔
- ۳۔ مال کی حرص اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اور طمع مال ہر عیب اور معصیت سے اندھا کر دیتی ہے۔

معاشی نقصانات: (۱) انسان جو قرض سود پر لیتا ہے اور اس پر ایک معین زیادتی متعین کر دی جاتی ہے اگر وہ اس سے کاروبار بھی کرے تب بھی نتیجہ بھیانک نکلتا ہے کیونکہ تجارت کے بعد دو صورتیں ہیں، اس کو نفع ہو گا یا نقصان۔ اگر اس کو نفع ہوا تو پھر اصل رقم کے مالک کو بہت تھوڑا حصہ ملتا ہے اور بقیہ رقم اس کی ہو جاتی ہے یوں دولت سمٹ کر چند لوگوں کے قبضہ میں آ جاتی ہے اگر اس کو نقصان ہو تو اس کا سرمایہ کم مقدار میں ڈوبتا ہے جبکہ اصل مالکان کا کثیر مقدار میں ڈوبتا ہے مثلاً ایک شخص نے ایک کروڑ قرض لیا، 10 لاکھ اپنے ملا کر کاروبار شروع کیا، کاروبار نہ چل سکا، یہ شخص دیوالیہ ہو گیا تو اس کا تو 10 لاکھ ڈوبا اور مالکان کا ایک کروڑ ہوا، تو معاشی نقصان دیگر لوگوں کا زیادہ، اور اس کا کم ہوا۔

(۲) دوسرا نقصان یہ ہے کہ یہ تاجر سود کی رقم بھی اپنی جیب سے نہیں ادا کرتا بلکہ اصل قیمت میں شامل کر کے خریداروں سے وصول کر لیتا ہے، مثلاً ایک کروڑ سے کاروبار شروع کیا اس پر 10 لاکھ سود دینا تھا تو ایک کروڑ میں جتنی چیزیں تیار ہوں گی ان کی کل قیمت ایک کروڑ 10 لاکھ رکھی جائے گی اور پھر اس پر نفع رکھ کر اس کو بازار میں بیچا جائیگا۔ اپنی جیب سے تو کچھ

بھی نہ دیا بلکہ لوگوں سے لے کر ہی لوگوں کو دیے، اپنی دولت سمیٹ لی تب بھی دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آگئی اور معیشت کا نظام تباہ ہو گیا۔

(۳) تیسرا نقصان یہ ہے کہ ان تاجروں نے نقصان کی صورت میں انشورنس کمپنی سے معاہدہ کر رکھا ہوتا ہے کہ نقصان کی تلافی وہ کریں گے، کمپنی تلافی کر دیتی ہے کمپنی میں سرمایہ کن لوگوں کا ہوتا ہے؟ یقیناً غریب لوگوں کا، تو نقصان کی صورت میں تلافی ہوگئی اور نفع کی صورت میں تجوری بھر گئی ہر دو سمت میں سرمایہ غریب کا لگا، لیکن بازار میں اس سے نفع سمیٹے۔ رقم وصول کر لی گئی۔ جن کے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا تھا وہ ہاتھ ملتے رہ گئے اور نفع دوسرے لے گئے۔

(۴) سود کی قباحتوں میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ وہ بلا کوئی کام کیے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے اور بلا عوض نفع لینا چاہتا ہے جب اصل روپیہ واپس آ گیا تو پھر زائد مطالبہ کس لئے کیا؟ (۵) ملکی ترقی پر بھی اثر کرتا ہے اس طرح کہ جب سود کی وجہ سے رقم بڑھ جائے گی تو لوگ تجارت، زراعت چھوڑ دیں گے، یوں ملک تنزلی کا شکار ہوگا۔ اگر کوئی شخص غیر جانبداری سے اس نظام کا مطالعہ کرے تو اس پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ اس نظام نے دنیا کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ ہاں یقین جانئے کہ وہ وقت دور نہیں جب پتہ چل جائے گا کہ قرآن کریم نے سود کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ سود ہر قسمی حرام ہے لیکن اگر اس کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس کا متبادل کیا ہوگا، کیونکہ معاشی نظام کو سود کے بغیر چلانا ممکن نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری دنیا کا معاشی نظام سود پر چل رہا ہے، اور سود ہر نظام کی روح ہے لہذا اس کو ترک کرنا ممکن نہیں ہے، اور اگر کوئی نظام اس کے متبادل ہے تو وہ قابل عمل نہیں لہذا پھر بھی اس پر چلنا پڑے گا اس لئے ہم اس پر عمل کرنے میں مجبور ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سود کے متبادل کئی صورتیں ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں: (۱) مشارکت (۲) اجارہ (۳) مراہجہ

مشارکت کا طریقہ کار یہ ہے کہ قرض دینے والا یہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ کاروبار میں

شریک ہوں گا چاہے نفع ہو یا نقصان۔ اس صورت میں نفع نقصان دونوں کا بہاؤ تاجر اور قرض خواہ دونوں کی طرف ہوگا یہ جائز ہے اس طرح دولت سمٹنے سے بھی بچ جائے گی۔

اعتراض:۔ اس صورت پر بعض لوگ اگرچہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس طرح تو تاجر بینک کو ہمیشہ نقصان ہی دکھلائیں گے نفع تو کبھی بھی نہیں دکھلائیں گے، پھر ان کا کیا کیا جائے؟  
جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خرابی مشارکت میں نہیں بلکہ انسانی ذہن میں ہے، اگر اس کو دور کر دیا جائے تو نظام تو صحیح چلے گا، اس کو دور کرنے کا اگر کوئی اور طریقہ کار گرتا ثابت نہ ہو تو یہ کر لیا جائے کہ ایسے بددیانت شخص کو حکومتی سطح پر لمبی مدت کے لئے بلیک لسٹ کر دیا جائے اور اس کو کوئی بینک بھی قرض نہ دے اس طرح دیگر لوگ بددیانتی کے جرم سے بچ جائیں گے اور نظام چل پڑے گا۔

اجارہ:۔ اس کی عملی صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک قرض لینے والے شخص سے یہ پوچھ لے کہ تمہیں کس شے کی ضرورت ہے، اس کو بجائے رقم دینے کے وہی چیز خرید کر کرایہ پر دے دی جائے اور قسطوں میں کرایہ وصول کر لیا جائے۔ جب کرایہ کے طور پر اس کی رقم وصول ہو جائے تو تب یہ شے اس کو بطور ہبہ کے دے دی جائے، یہ بھی جائز ہے۔

مراہجہ:۔ اس کی عملی صورت یہ ہے کہ جو شے قرض لینے والے کو ضرورت ہو وہ شے لے کر اس کو نفع پر بیچ دی جائے، پھر اس سے رقم قسطوں میں وصول کر لی جائے، یہ بیچ ہے اور جائز ہے۔

یہ تینوں طریقے جائز ہیں لیکن پہلا طریقہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، بقیہ دو اتنے پسندیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے بنیادی طریقہ کار بطور متبادل کے وہی ہے۔

### سود کے متعلق چند وعیدات

آخر میں چند روایات اس غرض سے پیش نظر کہ ممکن ہے کہ خوف خدا کی وجہ سے کوئی اس موذی بیماری کو ترک کر دے تو راقم کے لئے بھی اس کے ثواب میں حصہ ہو جائے گا، عرض کیے دیتا ہوں۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے سات مہلک چیزوں سے بچو، صحابہؓ



نے پوچھا یا رسول اللہ! (ﷺ) وہ کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا (۱) اللہ کے ساتھ کسی غیر اللہ کو شریک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا (۷) کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانا۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار آدمی ایسے ہیں جن کے بارے میں اللہ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور جنت کی نعمتیں نہ چکھنے دے، (۱) شراب کا عادی (۲) سود کھانے والا (۳) یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور (۴) اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔

۳۔ مسند احمد و طبرانی کی روایت ہے جو سود کا ایک درہم کھاتا ہے یہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، حتیٰ کہ اس معاملہ پر گواہ بننے والے اور لکھنے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

۵۔ مسند احمد کی روایت ہے کہ جب کسی قوم کے لین دین میں سود کا رواج ہو جائے تو اللہ ان پر ضروریات کی گرانی مسلط کر دیتا ہے۔

۶۔ طبرانی کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے مالک بن عوف سے فرمایا، ان گناہوں سے بچو جو معاف نہیں کیے جائیں گے، مال غنیمت کی چوری، سود کھانا۔

## سود کے متعلق چند مسائل

۱۔ جو شخص سود کو حلال سمجھے وہ باجماع امت کافر اور مرتد ہے۔ لیکن اگر حلال تو نہیں سمجھتا مگر چھوڑتا بھی نہیں تو اس کو مسلمانوں کا بادشاہ گرفتار کر کے قید کرے یہاں تک کہ توبہ کرے۔ اگر ایسے لوگ ہیں جن کو قید کرنا مشکل ہے تو پھر ان کے خلاف جہاد و قتال کرے۔ (مظہری)

۲۔ حرام مال سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سود یا رشوت کی جو شے اس کے پاس ہے وہ

صاحبِ حق کو واپس کریں یا اس سے معاف کرائیں اگر اس کو تلاش نہ کر سکے تو اس کی طرف سے ایسی جگہ خرچ کرے جہاں مسلمانوں اور اسلام کا فائدہ زیادہ ہو۔ (قرطبی)

۳۔ سو دجیسے دارالاسلام میں لینا حرام ہے ایسے ہی دارالحرب میں بھی لینا جائز ہے، لیکن دارالاسلام میں اگر کسی شخص کا سیونگ اکاؤنٹ ہے تو وہ اپنی سود کی رقم بینک میں ہی رہنے دے اس کو وصول نہ کرے؛ البتہ دارالحرب میں اگر یہ رقم بینک میں چھوڑ دیں گے تو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوگی، اس لئے وہاں یہ رقم بینک سے لے کر کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو ثواب کی نیت کے بغیر محض اپنی جان چھڑانے کے لئے دے دی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب!

## شراب پینے پلانے والوں کا انجام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شراب اس کے بیچنے والے، اس کے خریدنے والے اور اس کے پینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شراب پینے والا قیامت کے دن سیاہ چہرے، دھنسی آنکھوں، سینے پر لٹکی زبان کے ساتھ حاضر ہوگا جس کی تھوک خون کی طرح بہ رہی ہوگی، اس کی اس حالت کی وجہ سے لوگ اس کو پہچان لیں گے اور اس کو سلام نہیں کریں گے، دنیا میں بھی لوگ اس کی بیماری میں عیادت نہیں کرتے اور اس کے مرنے پر نماز جنازہ میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں بتوں کے پجاری کی طرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور شراب ہے اور شراب حرام ہے جس نے دنیا میں شراب نوشی کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے آخرت میں جنت کی شراب کو حرام کر دیں گے۔  
رسول اللہ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جو جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھیں گے

اگرچہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی سونگھی جاسکتی ہے، (۱) شرابی (۲) والدین کا نافرمان (۳) زانی، جنت تک یہ توبہ نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شراب نوشی قبر سے اس حالت میں نکالا جائے گا کہ اس کی انتڑیاں اس کے پیٹ سے باہر لٹک رہی ہوں گی، اس کا جام اس کی گردن میں لٹکا ہوگا، اس کی جلد سانپوں اور بچھوؤں سے بھری ہوگی، اس کو آگ کا جوتا پہنایا جائے گا جس سے اس کا دماغ کھول اٹھے گا اور اس کا ٹھکانہ فرعون و ہامان کے ٹھکانوں کے قریب ہوگا۔

### شرابی کی مدد کرنے والا بھی عذاب میں مبتلا ہوگا

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے شرابی کو کھانے کا ایک لقمہ بھی کھلایا تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر سانپ اور بچھو مسلط کریں گے، جس نے اس کا کوئی کام کیا گویا اس نے اسلام کو مٹانے میں اس کی مدد کی، جس نے اس کو قرض دیا گویا اس نے کسی مسلمان کے قتل میں مدد کی، جس نے اس کے ساتھ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھوں کے ساتھ اٹھائے گا۔ جو شخص شراب پیتا ہو تو اس کے ساتھ تعلق داری نہ کرو اور اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کرو۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شراب پینے والا تورات، انجیل، زبور، قرآن مجید اور تمام انبیاء پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفوں کا انکار کرنے والا ہے۔ جس نے شراب کو حلال کہا وہ مجھ سے بری ہے اور میں اس سے بری ہوں۔ بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں شراب نوشی کی وہ قیامت کے دن شدید ترین پیاس میں مبتلا ہوگا اور شدت پیاس کی وجہ سے اس کا سینہ جلے گا اور اس کی زبان اس کے سینے پر آن پڑے گی، اور جس نے میرے حکم کی وجہ سے شراب نوشی کو ترک کیا تو میں قیامت کے دن اس کو جنت کی شراب پلاؤں گا اور وہ میرے عرش کے نیچے ہوگا۔

### شرابی سے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا اعلان برأت

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: جب کوئی شخص شراب کا ایک گھونٹ پیتا ہے تو اس

کا دل سیاہ ہو جاتا ہے، جب دوسرا گھونٹ پیتا ہے تو اس سے موت کا فرشتہ اٹھ جاتا ہے، جب تیسرا گھونٹ پیتا ہے تو اس سے رسول اللہ بری ہو جاتے ہیں، جب چوتھا گھونٹ پیتا ہے تو اس سے اللہ کی حفاظت اٹھالی جاتی ہے، جب پانچواں گھونٹ پیتا ہے تو جبریل علیہ السلام، جب چھٹا گھونٹ پیتا ہے تو اسرافیل علیہ السلام، جب ساتواں گھونٹ پیتا ہے تو میکائیل علیہ السلام، جب آٹھواں گھونٹ پیتا ہے تو تمام آسمان، نویں گھونٹ پر ان آسمانوں میں رہنے والے اس سے برأت کا اعلان کرتے ہیں، دسویں گھونٹ پر اس کے لئے جنت کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، جب گیارہواں گھونٹ پیتا ہے تو اس کے لیے آگ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جب بارہواں گھونٹ پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے، تیرھویں گھونٹ پر اللہ کی کرسی، چودھویں گھونٹ پر عرش باری تعالیٰ اور پندرہویں گھونٹ پر خود اللہ عزوجل شرابی سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ اب ایسا شخص جس سے تمام انبیاء اور فرشتے اور خود رب العالمین بری ہوں تو وہ جہنم میں گنہگاروں کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کو آگ کے پیالے میں دوزخ کا پانی پائیں گے جس کی گرمی کی وجہ سے شرابی کی آنکھیں اندھی ہو جائیں گی اور چہرے کا گوشت جل جائے گا، وہ جب اس پانی کو پئے گا تو اس کی انتڑیاں پھٹ جائیں گی اور وہ پیپ بن کر اس کے مقامِ پاخانہ سے نکلے گا۔ شرابیوں کے لئے ہلاکت ہے۔ جو شراب نوشی کے سبب اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

### شرابی کی نیکی قبول نہیں ہوتی

حضرت اسماء بنت زینب عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: جس شخص نے اپنے پیٹ میں شراب کو داخل کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے نیکی کو قبول نہیں کرتے اور اگر وہ چالیس روز تک توبہ نہ کرے اور اسی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کی موت کفر کی موت ہے۔ اگر اللہ اس کو معاف کر دے تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے تو وہ اس کا حقدار ہے کہ اللہ تعالیٰ اس 'طینة النخبال' پلائے۔ صحابہ

نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! 'طینة الخبال' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں کی پیپ، خون اور غلاظت۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا: جب شرابی مرے تو اس کو دفن کرو اور پھر اس کی قبر کو کھول کر دیکھو، اگر تم اس کا چہرہ قبلہ سے پھرا ہوا نہ پاؤ تو مجھے قتل کر دینا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب چار مرتبہ شراب نوشی کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور اس کا نام 'سجین' (جہنم کے ایک مقام) میں لکھ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے روزہ، نماز اور صدقہ کو قبول نہیں کرتے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور وہ کتنا برا ٹھکانہ ہے۔

### شرابی کے لئے دردناک عذاب

ابن مسعود سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زنا کرنے والوں اور شراب پینے والوں کو قیامت کے دن جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا، جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور دوزخ کے فرشتے اپنی سلاخوں کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور دنیا کے دنوں کے برابر کو مارا جائے گا پھر ان کو جہنم کے ٹھکانوں کی طرف بھیج دیا جائے گا جہاں ان کا کوئی عضو ایسا نہ ہوگا جس کو بچھونے ڈسا نہ ہو اور سانپ ان کے سر پر چالیس سال تک کاٹتے رہیں گے پھر آگ کا شعلہ ان کو اوپر اچھالے گا لیکن دوزخ کے فرشتے ان کو اس زور سے ضرب لگائیں گے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں چلے جائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلِمًا نَضِجَتْ جُلُودَهُمْ بَدَلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ.

(النساء: ۵۶)

”جب کبھی ان کی چمڑی پھٹ جائے گی تو ہم دوسری چمڑی چڑھا دیں

گے تاکہ وہ ہمیشہ عذاب چکھتے رہیں۔“

پھر ان کو شدید پیاس لگے گی اور وہ پکاریں گے ”ہائے پیاس!!! ہمیں پانی کا ایک

گھونٹ دو۔“ تو عذاب پر مامور فرشتے جہنم کے پیالے ان کے قریب کریں گے جو کھولتے ہوئے پانی سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ شرابی جب اس کو پئے گا تو اس کے چہرے کا گوشت نیچے گر جائے گا اور جب وہ گرم پانی اس کے پیٹ میں پہنچے گا تو اس کی انٹریاں کٹ جائیں گی اور وہ اس کے مقام پاخانہ سے خارج ہو جائے گا۔ شرابی کو مسلسل اسی عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن شرابی آئے گا اور پیالہ اس کی گردن میں لٹکا ہوگا حتیٰ کہ اس کو آگ کے تخت پر لٹا دیا جائے گا اور پکارنے والا پکارے گا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، شرابی کی آنتیں اس کے منہ سے نکل رہی ہوں گی، لوگ اس پر لعن طعن کریں گے پھر اس کو دوزخ کے فرشتے پشت کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے جس میں وہ ہزار سال تک جلتا رہے گا اور پکارے گا کہ ہائے پیاس!! پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف بدبو دار پسینہ بکھیں گے اور وہ کہے گا یا اللہ! اس پسینے کو مجھ سے دور کر دے لیکن وہ دور نہیں کیا جائے گا پھر آگ کی ایک چنگاری آئے گی جو اس کو جلا کر رکھ کر دے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کریں گے اور آگ کا لباس پہنایا جائے گا اس کے ہاتھ اور پاؤں میں آگ کی بیڑیاں ہوں گی جن کے شعلے اس کے چہرے تک پہنچ رہے ہوں گے۔ وہ پیاس میں پانی مانگے گا لیکن اس کو گرم اور کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، وہ بھوک میں کھانا مانگے گا لیکن اس کو پیپ پلائی جائے گی جو اس کے پیٹ میں جا کر شعلے مارے گی۔ دوزخ کے داروغے مالک کے پاس آگ کا ایک جوتا ہوگا جو اس شرابی کو پہنایا جائے گا جس سے اس کا دماغ کھول اٹھے گا یہاں تک کہ اس کا دماغ اور اس کی ہڈیوں کا گودا باہر نکل آئے گا جبکہ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ پھر اس کو آگ کے تنگ صندوق میں ہزار سال تک بند کر دیا جائے جس میں عذاب کی سختی میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا اور شرابی اپنی ہی پیپ پئے گا جو اس کا رنگ بدل دے گی۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! آگ نے میرے گوشت کو جلا دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کی شکایت پر اس پر رحم نہیں کیا جائے گا، جب پکارے گا تو پکار نہیں سنی جائے گی، جب پیاس کی وجہ سے پانی مانگے گا تو اس کو گرم پیپ بدلے میں دی جائے گی جس کے پینے پر انگلیاں کٹ کر گر پڑیں گی، جب اس پیپ کی طرف دیکھے گا تو

اس کی آنکھیں اور رخسار پگھل جائیں گے۔ پھر ہزار سال کے بعد اس کو نکالا جائے گا اور ایک کوٹھڑی میں ڈال دیا جائے گا جس میں بہت بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہوں گے جو اس کے قدموں کو چمٹ جائیں گے، پھر اس کے سر پر آگ کا انگارہ رکھا جائے گا اس کے اعضاء، ہاتھ اور گردن کو لوہے کی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ دیا جائے گا۔ پھر اس کو ایک ہزار سال بعد اس کوٹھڑی سے نکالا جائے گا جس کو دوزخ کے فرشتے 'وادی ویل' کی طرف لے جائیں گے۔ 'ویسل' جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے جس کی گرمی شدید ترین اور جس کی گہرائی گہری ترین ہے جس میں لاتعداد سانپ اور بچھو ہیں، اس وادی میں اسے ایک ہزار سال تک رکھا جائے گا۔ پھر وہ 'محمد محمد' کہہ کر رسول اللہ کو پکارے گا۔ نبی اس کی پکار سننے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے: اے خدا! جہنم سے میرے امتی کی آواز آرہی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہیں گے: تیری امت میں سے یہ آدمی دنیا میں شراب پیتا تھا اور توبہ کے بغیر مر گیا۔ رسول اللہ درخواست کریں گے: یا اللہ! تو اس کو معاف کرنے کے بعد میری شفاعت سے نجات عطا فرما۔

اے بندے! اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ اور اپنی کی ہوئی غلطیوں سے

معذرت کر۔

## شرابی کا ٹھکانہ جہنم میں فرعون اور ہامان کے قریب ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرابی قبر سے پیسا اٹھایا جائے گا، اس کی زبان اس کے سینے پر پڑی ہوگی، اس کے پیٹ میں آگ ہوگی جس نے اس کی آنتوں کو جلا دیا ہوگا اور وہ خوفناک اور کرخت آواز میں چیخے گا جس سے لوگ ڈریں گے، بچھو اس کی جلد اور گوشت پر ڈسے گا اور اس کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جس سے اس کا دماغ بھوکھول اٹھے گا اور جہنم میں اس کا ٹھکانہ فرعون و ہامان کے قریب ہوگا۔ جس شخص نے شرابی کو کھانے کا ایک لقمہ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر سانپ اور بچھو مسلط کریں گے، جس نے اس کا کوئی کام کیا اس نے اسلام کو مٹانے میں مدد کی، جس نے اس کو کوئی چیز قرضہ میں دی تو اس نے مسلمان کو قتل کرنے میں مدد کی اور جو شخص اس کے ساتھ بیٹھا اللہ تعالیٰ اس کا حشر اندھوں

کے ساتھ کریں گے۔ جو شخص شراب پیتا ہو اس کے ساتھ نکاح نہ کرو، اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت نہ کرو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا جو شخص شراب نوشی کرے تو وہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں ملعون ہے۔ جس نے شراب نوشی کی اس نے تمام انبیاء پر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کا انکار کیا۔ شراب کو کافر کے سوا کوئی حلال نہیں سمجھتا اور میں ایسے شخص سے بری ہوں۔ شرابی ہمیشہ پیا سا مرتا ہے اور وہ مرنے کے بعد ہزار سال تک ہائے پیاس کی صدائیں لگاتا رہتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا، بے شک شرابی قیامت کے دن لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرمائیں گے اس کو لے جاؤ تو ستر ہزار فرشتے اس کو منہ کے بل میدان میں لے جائیں گے۔ مزید تم کو بتانا چلوں کہ جس شخص کے سینے میں قرآن کی سو آیات ہوں اور ان پر وہ شراب کو بہائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قرآن کی ہر آیت اس کے مواخذہ کی درخواست کر رہی ہوگی اور جس کے ساتھ قرآن نے جھگڑا کیا وہ ہلاک ہو گیا۔

## زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا عبرتناک انجام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ. (البقرة: ۴۳)

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنہم ینفقون. اولئک ہم

المؤمنون حقا ط لهم درجات عند ربہم ومغفرة ورزق کریم.

(الانفال: ۳)

”وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ



کرتے ہیں، یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے ہاں اعلیٰ مراتب، بخشش اور بھلا رزق ہے۔“  
رسول اللہ نے فرمایا:

”جب بندہ مومن سونے کے بیس مثقال کا مالک ہو جائے اس کے ذمہ آدھا مثقال زکوٰۃ لازم ہے اور جو شخص دو سو درہم چاندی کا مالک ہو تو سال گزرنے کی صورت میں اس پر بھی زکوٰۃ لازم ہے۔ اسی طرح رہائش کے علاوہ گھر پر بھی سال گزرنے کی صورت میں زکوٰۃ لازم ہے۔ اگر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو یہ تمام آگ کی میخیں ہیں۔“  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَيَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فبِشْرِهِمْ  
بِعَذَابِ الْيَوْمِ يَحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتَكْوَىٰ بِهَا  
جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا  
مَا كُنْتُمْ تَكْنُزُونَ. (التوبہ: ۳۴، ۳۵)

”اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو ذخیرہ کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب کی خوشخبری ہے۔ جس دن وہ مال جہنم کی آگ سے تپایا جائے گا اور ان کے چہروں، پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ مال جو تم اپنے لیے جوڑ کر رکھتے تھے، آج اس کو چکھو۔“

### قیامت کے دن زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو خوفناک سانپ کاٹے گا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی نصاب کا مالک ہو اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن ایک دیو قیامت اتر دہا جس کی آنکھیں آگ سے بھری ہوئی ہوں گی اور اس کی کوہان لوہے کی ہوگی، زکوٰۃ نہ دینے والے کے پیچھے لگا ہوگا اور کہے گا: اے بخیل! مجھے

اپنی دائیں طرف دو تا کہ میں اس کو کاٹوں، پھر مانع زکوٰۃ (زکوٰۃ نہ ادا کرنے والا) بھاگے گا اور کہے گا گناہوں سے بھاگ کر کہاں جاؤں؟ اژدہا اس کو پکڑ کر اپنی کوہان سے اس کی دائیں کروٹ کو کاٹ کر نکل لے گا۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو پہلی حالت میں لوٹایا جائے گا جیسا وہ تھا، پھر اژدہا اس کی بائیں کروٹ کو کاٹ ڈالے گا۔ اژدہا جب بھی اپنے دانتوں سے اس کو اکٹے گا تو درد کی وجہ سے ایسا چیخے گا کہ وہاں کھڑے انسان لرز اٹھیں گے۔ پھر وہ اژدہا اس کے ہاتھ کھانا شروع کرے گا یہاں تک کہ وہ بغیر ہاتھوں کے اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوگا اور وہاں اس کا سخت ترین حساب لیا جائے گا۔ پھر اس کو جہنم میں پھینکنے کا حکم سنایا جائے گا۔ عذاب کو دیکھ کر کہے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں تیرا مال ہوں جس کی زکوٰۃ دینے میں تو نے بخل سے کام لیا، آج میں تیرا دشمن بنا دیا گیا ہوں اور میں تم کو ہمیشہ عذاب دیتا رہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو معاف نہ فرمادیں کیونکہ تو غریب لوگوں سے غفلت برتا تھا، پھر اس کو سر کے بل آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذمت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جو انسان بکریوں، گایوں اور اونٹوں کا مالک بنا اور پھر اس نے نصاب مکمل ہونے پر زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے روز وہی بکری، گائے اور اونٹ دنیا کی طاقت سے ہزاروں گنا زیادہ طاقت کے ساتھ آئیں گے جن کے سینگ آگ کے ہوں گے، وہ اپنے مالک کو اپنے سینگوں کے ساتھ روندیں گے اور اپنے پنجوں کے ساتھ نوچیں گے حتیٰ کہ اس کے پیٹ کو پھاڑ دیں گے اور اس کی کمر کو توڑ ڈالیں گے، وہ مدد طلب کرے گا لیکن اس کی مدد نہیں کی جائے گی، پھر درندے اور بھیڑیے اس کو آگ تک بھگالے جائیں گے۔

## زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مال کی مکمل زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرے اس کا نام آسمان دنیا پر کریم، دوسرے آسمان پر جواد، تیسرے آسمان پر مطیع، چوتھے پر سخی، پانچویں پر مقبول، چھٹے پر محفوظ، ساتویں پر مغفور اور عرش الہی پر حبیب اللہ لکھ دیا

جاتا ہے۔ اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا نام آسمان دنیا پر 'بخیل'، دوسرے آسمان پر 'شحیح' (حریص)، تیسرے پر 'مسک' (روکنے والا)، چوتھے پر 'مفتون' (فتنہ گر)، پانچویں پر 'عاصی' (گنہگار)، چھٹے پر 'منزوع البرکة' (برکت سے محروم) اور ساتویں پر 'مطروذ' (دھتکارا ہوا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اس کی نماز مردود ہوتی ہے جو قبول کیے جانے کی بجائے اس کے چہرے پر مار دی جاتی ہے۔

روایت ہے کہ: ایک خوبصورت جوان حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاں داخل ہوا اور ملک الموت بھی وہیں بیٹھا تھا اس نے کہا: اے داؤد! کیا آپ اس کو جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، یہ نو جوان مومن ہے، مجھ سے محبت کرتا ہے اور یہ میری زیارت اور سلام کیے بغیر اپنے گھر میں داخل ہونا پسند نہیں کرتا۔ ملک الموت نے کہا: اے داؤد! اس کی عمر کے صرف چھ ایام باقی ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت داؤد علیہ السلام غمگین ہوئے۔ لیکن وہ نو جوان اس دن کے بعد سات ماہ تک زندہ رہا۔ ملک الموت حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے کہا تھا کہ یہ نو جوان صرف چھ دن مزید زندہ رہے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں میں جب چھ روز کے بعد اس کی روح قبض کرنے کے لیے روانہ ہونے لگا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے موت کے فرشتے! میرے اس بندے کو چھوڑ دے کیونکہ ایک روز کو ایک فقیر ملا جو بڑا پریشان حال تھا تو اس جوان نے اس کو زکوٰۃ دی تھی اور اس پر خوشی کا اظہار کیا تھا، جس پر اس فقیر نے اس کو طوالتِ عمر کی دعا دی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس جوان کو جنت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ساتھی بنائے، چنانچہ میں اس جوان سے خوش ہو گیا تھا اور میں نے اس کے چھ روز ساٹھ سال میں بدل ڈالے تھے۔ چنانچہ اس کی عمر بڑھا دی گئی اور اللہ سبحانہ کریم نے اس کو جنت میں آپ کا ساتھ لکھ دیا۔

## زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے پر روزانہ ستر لعنتیں نازل ہوتی ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان سے ہر روز بہتر لعنتیں نازل ہوتی ہیں، ان میں سے ایک یہودیوں پر، دوسری عیسائیوں پر اور بقیہ ستر لعنتیں زکوٰۃ نہ دینے والوں پر نازل

ہوتی ہیں۔ ہر وہ مال جس پر زکوٰۃ ادا کی جائے اس کا مالک اللہ کا دوست ٹھہرتا ہے اور اس کی موت کے بعد قیامت تک فرشتے اس کے لیے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں، اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے نجات دے دی جاتی ہے اور جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ ہر وہ مال جس پر زکوٰۃ نہ دی جائے وہ خبیث ہے اور اس کا مالک بھی خبیث ہے، اس کا بوجھ قیامت تک اس پر بڑھتا رہتا ہے۔ جو شخص خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتا ہے، قیامت کے روز اس کی گردن میں اللہ کے نور کا ایسا رہے گا جس کی روشنی مومنین پر پڑ رہی ہوگی اور اسی روشنی کی مدد سے وہ پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا مال اس کے گلے میں آگ کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا، اگر اس طوق کو ایک لمحہ کے لئے دنیا میں رکھا جائے تو تمام دنیا جل کر خاک ہو جائے، اس کے پہاڑ ٹوٹ جائیں اور اس کے سمندر خشک ہو جائیں۔

قرآن کریم میں سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۴، ۳۵ میں ارشاد خداوندی ہے:

”اور جو لوگ گاڑھ کر جمع کر کے سونا اور چاندی رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، سو آپ ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے، جو اس روز واقع ہوگا کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا، کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا آج اس کا مزہ چکھو۔“

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ صدقات سے مال کم نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بروبحر میں مال کا نقصان زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اس کے مال سے برائی ختم ہوگئی۔

زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

زکوٰۃ کے لغت میں دو معنی آتے ہیں (۱) طہارت (۲) نماء یعنی پاکیزگی اور زیادتی۔ اور اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ ایک مسلمان عاقل بالغ اپنے مال میں سے جو شرعی نصاب کو پہنچ چکا ہو ایک معینہ حصہ جو شریعت میں ۱/۴۰ مقرر ہے۔ کسی ایسے مسلمان فقیر اور محتاج کو مالک بنا دے جو نہ تو سید ہاشمی ہو اور نہ اس کا آزاد شدہ غلام ہو اور اس کا یہ خرچ کرنا بہ نیت ادائیگی زکوٰۃ ہو اور مالک بنانے والے کو اس تملیک میں ذاتی منفعت بالکل مقصود نہ ہو۔ در مختار میں ہے:

ہی تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیر  
ہاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من  
کل وجه لله تعالیٰ. (در مختار: ص ۳ ج ۲)

### زکوٰۃ کن لوگوں پر واجب ہے؟

زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہے جس کے اندر یہ پانچ شرطیں پائی جائیں:

(۱) عاقل ہو (۲) بالغ ہو (۳) مسلمان ہو (۴) آزاد ہو (۵) اور اس پر کسی کا اتنا قرض نہ ہو کہ اس کے قرض کو نکال کر صاحب نصاب نہ رہے۔

مسئلہ ۱۔ زکوٰۃ نابالغ اور پاگل کے مال میں فرض نہیں چونکہ نابالغ اور مجنون کا غیر مکلف ہونا اور مرفوع القلم ہونا ثابت ہے۔

فلا نجبُ علی مجنون وصبی لانہا عبادۃ محضۃ ولیسا  
مخاطبین بہا. (در مختار: ص ۳ ج ۲)

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع القلم عن ثلاث من النائم  
حتى یستيقظ، وعن الصبی حتى یبلغ، وعن المجنون  
حتى یفیک.

مسئلہ ۲: بالغ لڑکی کے مال پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ وہ صاحب نصاب ہو اور سال بھی گزر چکا ہو۔  
الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا

## ملك نصابًا ملكًا تامًا وحال عليها الحول.

(ہدایہ کتاب الزکوٰۃ: ص ۱۳۳ ج ۲)

مسئلہ ۳: نابالغ بچیوں کے نام سونا کر دیا اور ان کو مالک بنا دیا تو ان کے جوان ہونے تک ان پر زکوٰۃ نہیں ہے جو ان ہونے کے بعد ان میں جو صاحب نصاب ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ص ۳۳۵ ج ۳)

مسئلہ ۴: تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ یہ مال تجارت ہے، جو چیز بیچنے کی نیت سے خریدی جائے وہ مال تجارت میں داخل ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۹۵ ج ۲)

مسئلہ ۵: زیور کا مالک والدہ کو بنا دیا تو زکوٰۃ اس کی والدہ کے ذمے واجب ہے۔ ”الزکوٰۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم“ الخ (ہدایہ ص ۱۳۳ ج ۱)

مسئلہ ۶: گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی زکوٰۃ منہا کرنے کے بعد جو رقم بچے دوسرے سال اس کی زکوٰۃ ادا کرے، پھر اس کے بعد جو رقم باقی ہے تیسرے سال اس کی زکوٰۃ دے۔

قال فی التنویر وسببہ ملک و نصاب حولی تام فارغ عن دین لہ مطالب من جهة العباد فقال فی الشرح سواء کان

وفی الشامیہ (قولہ لزکوٰۃ) فلو کان لہ نصاب حال علیہ الحولان فلم یتروکہ فیہما لا زکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی. (دومختار ص ۵۰ ج ۲)

وفی البدائع اذا کان لرجل مائتا درہم او عشرون مثقال ذهب فلم یؤد زکوٰۃ سنین یزکی السنۃ الاولی و لیس علیہ السنۃ الثانیہ شیء عند اصحابنا الثلثہ وعند زفر یؤدی زکوٰۃ سنتین. (بدائع الصنائع ص ۷ ج ۲)

مسئلہ ۷: مال زکوٰۃ سے والد مرحوم کا قرضہ ادا کرنا جبکہ ادائیگی قرض کی کوئی اور صورت نہ ہو اور خود صاحب نصاب بھی نہ ہو تو کسی سے زکوٰۃ لے کر ادا کر سکتا ہے اگرچہ والد کا قرض ادا کرنا اولاد کے ذمہ نہیں ہوتا جبکہ والد نے ترکہ میں کوئی چیز نہ چھوڑی ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۸ ج ۶)

مسئلہ ۸: مال تجارت اگر ابتداء میں مقدار نصاب ہو تو بعد حولان حول اس کے ساتھ منافع کی بھی زکوٰۃ دینا چاہئے۔ من كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الى ماله و زكاه سواء كان المستفاد من نمائه او لا.

(ہندیہ کتاب الزکوٰۃ ص ۱۷۵ ج ۱)

مسئلہ ۹: اولاد کی شادی کے اخراجات کا تصور حوائجِ اصلیہ میں داخل نہیں ہے اور وہ مانع وجوب زکوٰۃ نہیں ہے، البتہ نابالغ یا بالغ معذورین کا نفقہ تو باپ کے ذمہ ہے، اس لئے کہ محض نفقہ حوائجِ اصلیہ میں داخل ہے۔ ”ونفقة اولاد الصغار على الاب“

(ہدایہ باب النفقہ ص ۳۳۳ ج ۲)

مسئلہ ۱۰۔ بیوی کے زیور کی زکوٰۃ شوہر کے ذمے نہیں بلکہ خود عورت کے ذمے ہے، البتہ شوہر اگر خوش دلی سے بیوی کی طرف سے ادا کر دے تو ہو جائے گی۔ ”الزکوٰۃ واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكاً تاماً وحال عليه الحول“

(ہدایہ ص ۱۶۷ ج ۱)

## زکوٰۃ کن چیزوں پر واجب ہے؟

مسئلہ ۱۱: سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے، حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں! تو حضور ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا تو یہ چاہتی ہے کہ خدائے پاک ان کے بدلے آگ کے کنگن تمہیں پہنائے؟ (ترمذی: ص ۱۳۸ ج ۱)

مسئلہ ۱۲: زکوٰۃ کی رقم الگ رکھی چوری ہو گئی تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ ”ولا يخرج من العهدة بالعزل بل الاداء للفقراء“ (درمختار)

”فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکوٰۃ“ (درمختار کتاب الزکوٰۃ ص ۱۵ ج ۲)

مسئلہ ۱۳: کسی خاص ضرورت کے لئے جو رقم جمع کر کے رکھی، دیگر ضروریات کو بند کر کے اگر اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ ”شروط افتراض أداءها“

حولان الحول وهو ملكه وتنمية المال كالدرهم والدنانير لعينهما للتجارة  
باصل الخلقة فتلزم الزكوة كيف امسكهما ولو للنفقة“

(درمختار کتاب الزکوة ص ۱۳، ج ۲)

مسئلہ ۱۴: اگر سونا اور چاندی دونوں کی قیمت ملا کر  $2 \frac{1}{2}$  چاندی کی قیمت کو پہنچے تو نصاب  
زکوة تام ہے، تو اس پر زکوة فرض ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود)

مسئلہ ۱۵: تجارت کی نیت سے خرید کردہ زمین اور مکان اور برائے فروخت کردہ مکانات کی  
موجودہ مالیت پر زکوة فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۹۹، ج ۳)

مسئلہ ۱۶: زکوة کی ادائیگی کے لئے مال تجارت کی جو قیمت بازاری ہو حولان حول کے بعد  
اس کا اعتبار کیا جائے گا، قیمت خرید کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ جس دن اس مال پر سال گزر  
جائے اور وجوب زکوة ہو جائے تو اس دن اس مال کی بازار میں جو عام قیمت ہو اس کا اعتبار  
کر کے زکوة ادا کی جائے اور وجوب زکوة کیلئے یعنی نصاب بننے کے لئے ضروری ہے کہ  
ابتداء سال میں اس کی بازاری قیمت کم از کم دو سو درہم شرعی کے برابر ہو تو اس پر حولان حول  
کے بعد زکوة واجب ہوگی، وجوب زکوة کے لئے بھی قیمت خرید کا اعتبار نہیں۔ کما قال  
فی العالمگیریة ج ۱ ص ۱۹۱ تعتبر القيمة عند حولان الحول بعد ان  
تكون قيمتهما في ابتداء الحول مائتا درهم من الدراهم الغالب عليها  
الفضة كذا في المضمرة وفيها ايضا بعد سطرین اذا كان له مائتا قفيز  
حنطة للتجارة تساوي مائة درهم فتمر الحول ثم اذا فان اری من عينها  
ادی خمسة اقفزه فان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لأن الواجب  
احدهما ولهذا يجبر المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء“.

مسئلہ ۱۷: ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد جس قدر مالیت موجود ہو جس میں اصل اور  
نفع سب شامل ہوگا اس کی زکوة ادا کرنی ہوگی مثلاً ابتداء سال میں چھ ہزار روپے تھے اور  
سال ختم ہونے پر چھ ہزار پانچ سو کی مالیت تھی، ان چھ ہزار پانچ سو کی زکوة ادا کرنی چاہئے  
خواہ نفع کا ماہواری نصاب اور مقدار معلوم ہو یا نہ ہو ”ومن كان له نصاب فاستفاد في



النساء الحول مالا من جنسه ضمه الى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه اولاً بائياً وجه استفاد ضمه الخ (ہندیہ کتاب الزکوٰۃ ص ۷۵ ج ۱)

مسئلہ ۱۸: دکان میں جو اشیاء تجارت کی موجود ہیں ان کی مالیت کا اندازہ لگا کر اگر وہ مالیت نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو اس پر زکوٰۃ آئے گی، یہ نصاب کو پہنچ جانا سال کی ابتداء اور انتہاء میں لازم ہے سال کے درمیان میں زیادتی اور نقصان کا کوئی اعتبار نہیں۔

(فتاویٰ مفتی محمود ص ۲۵۱، ج ۳)

مسئلہ ۱۹: کمپنیوں کے اموال پر زکوٰۃ کا حکم:

شریعت میں ہر حصہ دار کو اپنے اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کوئی عبادت بغیر نیت کے ادا نہیں ہو سکتی اس لئے ہر مکلف پر لازم ہوگا کہ وہ زکوٰۃ خود ادا کرے اور ادا کرتے وقت یا مال کو زکوٰۃ کے لئے جدا کرتے وقت نیت کرے۔

اور دوسری چیز اسباب میں یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ میں نیابت جاری ہو سکتی ہے یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کو اداء زکوٰۃ کے لئے وکیل اور نائب بنا دے تو یہ بھی جائز ہے لیکن نیابت جاری ہونے کے لئے اثابت ضروری ہے یعنی صاحب زکوٰۃ کسی شخص کو مثلاً کمپنی کے کسی حصہ دار یا منیجر کو اجازت دیدے کہ تم میرے مال میں سے زکوٰۃ دے دو تو یہ بھی جائز ہوگا حاصل یہ کہ کمپنی اور اس کے ڈائریکٹرز زکوٰۃ ادا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں مالکان حصص خود ذمہ دار ہیں۔

(خیر الفتاویٰ ص ۳۵۸ ج ۳)

مسئلہ ۲۰: زکوٰۃ ہر سال دی جائے کیونکہ زکوٰۃ سالانہ وظیفہ ہے۔ اس لئے جس روپے کی زکوٰۃ ایک سال ادا کر دی گئی ہے، اگر وہ رقم آئندہ سال تک محفوظ رہے اور بقدر نصاب ہو تو پھر اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ جب نصاب سے کم رہ جائے تو پھر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

”وشرطه ائی شرط افتراض ادائها حولان الحول فتلزم الزکوٰۃ کیفما امسکھا“ (درمختار کتاب زکوٰۃ ج ۲ ص ۱۳)

مسئلہ ۲۱: زکوٰۃ یک مشت ادا کرنے کی بجائے سال بھر میں تھوڑی تھوڑی ادا کی، تو اس صورت میں بھی ادا ہو جائے گی۔ مگر بہتر یہ ہے کہ سال تمام پر اس سال کی کل زکوٰۃ ادا کر دی

جائے کیونکہ موت و حیات کا اعتبار نہیں۔ اگر مرض الموت میں مبتلا ہو گیا تو وہ رقم جو زکوٰۃ کے لئے الگ رکھی ہے وہ ورثہ کی ملک ہو جائے گی۔ پھر وہ کیا خبر دیں یا نہ دیں۔

(امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۰)

مسئلہ ۲۲: پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب وہ قبضہ میں آجائے اور حوالان حول ہو جائے، اور وصول ہونے کے بعد بھی اس پر گزشتہ زمانہ کی زکوٰۃ نہیں۔ ”لأنه دين ضعيف كدين المهر ولا يقاس على دين اجرة الارض والدار والعبد فإنه دين متوسط لان منفعة المال مال من وجه والحر ليس بحال فدين اجرتہ ليس بمقابل للمال الحقيقي ولا الحكمي على ان الدين المتوسط ايضا كالدين الضعيف في عدم وجوب الزكوة على الراجع“ الخ

البتہ پرائیویٹ کمپنیوں کا پراویڈنٹ فنڈ ایک مستقل کمپنی کی تحویل میں دے دیا جاتا ہے جس میں ملازم کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، یہ کمپنی چونکہ ملازمین کی وکیل ہے، لہذا کمپنی کا قبضہ ملازم کا قبضہ شمار ہوگا اور یہ رقم ملازم کی ملک ہوگی، اس لئے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۶۰)

مسئلہ ۲۳: خالص مال حرام پر زکوٰۃ واجب نہیں اس مال کا اگر مالک معلوم ہو جائے تو مالک پر لوٹانا واجب ہے، اور اگر مالک معلوم نہیں تو یہ مال مسکین پر صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر حلال و حرام مخلوط ہے تو حرام مال کی مقدار اس سے نکال کر باقی اگر بقدر نصاب بچتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ ”قال في العلية ولو خلط السلطان المال المغصوب بملكه ملكه فتجب الزكوة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاك اذا لم يمكن تمييزه عند ابي حنيفة وقوله ارفق اذ قلما يخلو مال عن غصب وهذا اذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفي به دينه والا فلا زكوة كما لو كان الكل خبيثا كما في النهر.“

مسئلہ ۲۴: مسکین کو قرض معاف کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے کر قرض میں واپس لے لے۔ اگر واپس نہ کرنے کا خطرہ ہو تو اس کو

کہا جائے کہ کسی کو اپنی طرف سے زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے اس سے قرض ادا کرنے کا وکیل بنائے۔ ”کما فی شرح التنویر واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوة ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضي وفي الشامية تحت (قوله واعلم) وفي صورتين لا يجوز الاولي اداء الدين عن العين كجعله ما في ذمة مديونه زكوة لماله الحاضر“ (رد المحتار ج ۲)

مسئلہ ۲۵: زکوٰۃ کا حساب کرنے کے لئے چاند ہی کی تاریخ مقرر کرنا ضروری ہے انگریزی تاریخ مقرر کرنا درست نہیں۔ (فقہی مقالات ج ۳ ص ۱۶۳، مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی)

### مصارف زکوٰۃ

زکوٰۃ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں بیان فرمائے ہیں:

انما الصدقات للفقراء . الآية ..... جو کہ کل آٹھ ہیں:

(۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عامل یعنی زکوٰۃ کی وصولی کرنے والا (۴) مؤلفۃ القلوب یعنی نئے نئے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے (۵) مجاہدین (۶) غلام کو آزاد کرانے میں مدد کرنا (۷) مسافر جو محتاج ہو (۸) غرماء یعنی مقروض کو قرض کی ادائیگی کے لئے دینا۔

ان میں سے مؤلفۃ القلوب تو ساقط ہو چکے ہیں، غلاموں کا فی الحال وجود نہیں۔

لہذا باقی چھ مصرف رہ گئے، ان میں سے جس کو چاہے دیدے۔ ایک کو یا سب کو۔

مسئلہ: بنام قرض یا ہدیہ زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے یہ

کہا کہ یہ روپیہ تم کو قرض دیتا ہوں یا ہدیہ کرتا ہوں اور وہ زکوٰۃ کا مال تھا تو دینے والے کی

زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ”قال ابن عابدین رحمه الله فلو سماها هبة او قرضا

تجزئة في الاصح“ (شامی ج ۱ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۲: عیال دا مستحق زکوٰۃ کو نصاب سے اتنا زیادہ بھی دے سکتے ہیں کہ اس کے گھر کے تمام

افراد پر تقسیم ہو کر کوئی بھی صاحب نصاب نہ بن سکے۔ ”و کرہ اعطاء فقیر نصاباً او اکثر الا اذا كان المدفوع اليه مديونا ان كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخصص كلاً.“ (در مختار ج ۳ ص ۲۵۵)

کون سے افراد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور کن کاموں میں خرچ کرنا درست نہیں؟  
 زکوٰۃ دینے والے کا اپنے والد، دادے، اسی طرح اوپر تک جہاں تک یہ سلسلہ چلا جائے ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد یعنی پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں آخر تک کسی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ مال دار شخص اور اس کی نابالغ اولاد، ہاشمی، سید اور ان میں آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث بن عبدالمطلب شامل ہیں۔ ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

اسی طرح خاوند کا بیوی کو اور بیوی کا خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔  
 زکوٰۃ سے مسجد کی تعمیر کرنا، میت کو کفن دینا جائز نہیں۔

(قدوری شریف ص ۴۳)

مسئلہ: غنی طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اور تنویر الابصار میں جو مطلقاً جواز منقول ہے وہ غیر معتمد ہے۔ علامہ شامی نے اس کی تصریح فرمائی۔ قال فی تنویر الابصار ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكوة ولو غنياً. اذا فرغ نفسه لافادة العلم وقال ابن العابدین فی الشامیہ وهذا الفرع مخالف لاطلاق الحرمة فی الغنی ولم يعتمدہ احد قلت وهو كذلك والوجه تقيده بالفقير ويكون طلب العلم مرخصاً لجواز سواله من الزكوة وغيرها وان قادراً على الكسب اذ بدونہ لا يحل له السؤال كما سيأتي. (ج ۳ ص ۳۳۵ كتاب الزكوة شامی)

مسئلہ: زکوٰۃ مانگنے والے کو دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو یا کمانے پر قادر ہو اس کا خوراک کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔

اسی طرح لڑکیوں کے جہیز کے لئے سوال کرنا بھی شرعاً ضرورت میں داخل نہیں لہذا یہ بھی ناجائز ہوگا۔ البتہ بغیر سوال کئے اگر کوئی دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ولا يحل له ان

يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل او بالقوة كا الصحيح المكتسب ويأثم معطيه ان علم بحاله ولاعانتة المحرم“ (شامی ج ۳ ص ۳۵۷)

مسئلہ: مدارس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے بلکہ مدارس میں زکوٰۃ دینا زیادہ ثواب ہے، اس میں فرض کی ادائیگی بھی ہے اور تبلیغ دین کی اعانت بھی ہے۔ بلکہ ایک علاقہ کی زکوٰۃ دوسرے علاقہ کے مدارس کو دینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس کے رشتہ دار فقراء ہیں تو ان کے لئے بھی زکوٰۃ منتقل کرنا جائز ہے۔ علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اہل علم فقراء پر زکوٰۃ خرچ کرنا جہلاء پر زکوٰۃ خرچ کرنے سے افضل ہے۔

وكره نقلها الا لى قرابة بل فى الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاييج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمين او من دار الحرب الى دار الاسلام او الى طالب علم وفى المعراج التصديق على العالم الفقير افضل او الى الزهاد او كانت معجلة قبل تمام الحول فلا يكره خلاصه (در مختار على الشامی ج ۳ ص ۳۵۶)

مجالس الا برار میں ہے کہ زکوٰۃ پر ہیزگار کو دو کہ وہ اس امداد سے امداد فی العبادۃ حاصل کرتا ہے اور اس کو دینے والے بھی ان کی عبادت کے ثواب میں شریک بن جائیں گے یا زکوٰۃ عالم دین کو دو کہ عالم دین کی خدمت کرنا اس کے علم میں امداد کرنا ہے البتہ عالم سے وہ عالم مراد ہے جو علم آخرت کے لئے حاصل کرتا ہو نہ کہ برائے دنیا۔

اسی طرح احياء العلوم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ہمیشہ اپنی زکوٰۃ و خیرات اہل علم پر ہی خرچ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں درجہ نبوت کے بعد علماء کے درجہ سے افضل کسی کا مرتبہ نہیں دیکھتا ہوں۔ اگر اہل علم تنگ دست ہو گئے تو دینی خدمت نہ ہو سکے گی، نتیجتاً موروثیہ میں نقص آجائے گا۔ لہذا علمی خدمت کے لئے ان کو فارغ و بے فکر کر دینا سب سے بہتر ہے۔

اور فضائل العلم والعلماء میں ایک حدیث ذکر کی گئی ہے کہ جس نے طالب علم کو ایک درہم دیا تو گویا اس نے راہِ خدا میں جبلِ احد کے برابر بہترین سونا خیرات کیا۔

مسئلہ: سیلاب زدگان اگر محتاج ہوں تو ان کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے یا جو کھانے پینے کی اشیاء ان کو مددِ زکوٰۃ میں سے دی جائیں اور ان کو ان اشیاء کا مالک بنا دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں۔ لان الزکوٰۃ ہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی.....

## رشوت خوری

رشوت خوری یعنی دوسروں سے ناحق رقم وغیرہ لینے کا مرض ایسا خطرناک اور بدترین ہے جس سے نہ صرف قوم کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے بلکہ جرائم پیشہ افراد کو بھی رشوت کے سہارے خوب پھلنے پھولنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

جو شخص رشوت کی چاہت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں نہ اپنے مذہب اور قوم کا مفاد رہتا ہے اور نہ ملک کی سلامتی کی اہمیت اس کے سامنے رہتی ہے۔ اس کی نگاہ میں تو صرف اپنی جیب کا فائدہ اور منافع خوری ہی کا جذبہ ہوتا ہے۔ اور دولت کے نشہ میں وہ کسی دوسرے کے نقصان کی ہرگز پرواہ نہیں کرتا۔ اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور ذہن سے رحم و مروت کا جذبہ فنا ہو جاتا ہے۔ اسی بناء پر رشوت ستانی کی، شریعت میں سخت مذمت وارد ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي.

(رواہ ابن حبان الترغیب والترہیب ۱۲۵/۲)

”رشوت لینے والے اور (بلا ضرورت) رشوت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔“

اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

الراشي والمرتشي في النار. (رواہ الطبرانی، الترغیب ۱۲۵/۳)

”رشوت لینے والا اور (بخوشی بلا ضرورت) رشوت دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔“

نیز ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے کے ساتھ رائس یعنی اس شخص پر بھی لعنت بھیجی ہے جو رشوت کے لیے درمیان میں دلائی کرتا ہے۔

(ادب الخفاف ص ۸۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص رشوت لے کر ناحق فیصلہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اتنی گہری جہنم میں ڈالے گا کہ پانچ سو برس تک برابر گرتے چلے جانے کے باوجود وہ اس کی تہہ تک نہ پہنچ پائے گا۔ اللہم احفظنا منہ۔ (الترغیب والترہیب ۱۲۶/۳)

ان سخت ترین وعیدوں سے رشوت کے بھیا تک انجام کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں رشوت ایسا ناسور ہے جس کے مفاسد صرف آخری ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی اس کے بھیا تک نتائج واقف کار لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آج اپنے ہی ملک کے سرکاری محکموں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں۔ کس طرح رشوت کا بازار گرم ہے؟ آخر کون سا ایسا غیر قانونی کام ہے جو رشوت دے کر بآسانی انجام نہ دیا جاسکتا ہو؟ بجلی کی چوری سے لے کر ٹرین اور بسوں میں بلا ٹکٹ سواری تک ہر جگہ رشوت کا چلن ہے۔ اور عدالتوں، محکمہ پولیس اور کسٹم میں تو رشوتیں ایسی جسارت اور دباؤ سے لی جاتی ہیں گویا وہ ان کا قانونی حق ہو۔ یہاں کے سرکاری اہلکاروں سے لے کر وزراء تک رشوت کے معاملات میں ملوث ہیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ قدرتی وسائل سے مالا مال ملک آزادی کے چوں سال گزر جانے کے باوجود آج بھی ترقی یافتہ ممالک سے بہت پیچھے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کو سب سے زیادہ نقصان اسی رشوت خوری نے پہنچایا ہے، اور جب تک یہ لعنت یہاں باقی رہے گی ملک کے وسائل سے کبھی بھی کما حقہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ رشوت کا عادی معاشرہ کام چور ہوتا ہے۔ بے مروت اور مفاد پرست ہوتا ہے۔ وہ اپنے مفاد کی خاطر ملک کی بڑی سے بڑی دولت کا بھی سودا کر سکتا ہے۔ اور قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے اس لعنت سے معاشرہ کو بچانے کی ضرورت

ہے۔ ہر سطح پر رشوت خوری کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے تاکہ خود غرضی کا دروازہ بند ہو سکے۔  
رشوت لینے والے کے لیے رشوت کا پیسہ کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہے۔

## نافرمانیوں کی مختلف صورتیں اور انجام

### اللہ کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں؟

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو دینے والے، سو دکھانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر لعنت کی ہے، اور وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ (رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ) ”یعنی جو آدمی لوط (علیہ السلام) کی قوم کے جیسا عمل کرے وہ لعنتی ہے“ (یعنی مرد سے بد فعلی کرنے والا) پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سارق (چور) پر لعنت بھیجتا ہے، جو اٹھے اور رستی جیسی حقیر چیز کی چوری تک سے گریز نہیں کرتا، جس کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

لعن اللہ اکل الربو' ومؤكله والواشمة والمستوشمة  
والمصور. (رواہ البخاری بحوالہ مشکوٰۃ)

”اللہ کی لعنت ہے سو دکھانے والے اور کھلانے والے پر اور ان عورتوں پر جو اپنے جسم کو گودنے والی (یعنی سوئی کے ناکہ سے جسم میں سوراخ کر کے سرمہ ڈالتی ہیں تاکہ زینت ہو) یا گدوانے والی ہیں، اور ایسے ہی تصویر کھینچنے والوں پر لعنت کی ہے۔“



ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے، خریدنے والے، اس کے نچوڑنے والے، اس کے اٹھانے والے اور منگوانے والے سب پر۔

(رواہ ابو داؤد، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے، اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے، وہ چھ آدمی یہ ہیں:

(۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اور وہ شخص جو جبر و قہر سے اقتدار حاصل کر کے وہ اس آدمی کو عزت دے جس کو اللہ نے ذلیل کیا، ہو اور جس کو اللہ نے عزت عطاء کی ہو اس کو ذلیل کرے (۳) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا (۴) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا (۵) میری اولاد میں وہ آدمی جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو (۶) اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (رواہ البیہقی فی المدخل بحوالہ مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا: لَعْنُ اللَّهِ النَّاطِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ. ”یعنی جو کوئی نامحرم پر بُری نظر ڈالے اور جس کے اوپر نظر ڈالے (بشرطیکہ جس پر بُری نظر پڑی ہے اس کے ارادہ اور اختیار کو اس میں دخل ہو)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَعْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْءَةِ وَالْمَرْءَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ.

”یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا سالباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا سالباس پہنے۔“ (مشکوٰۃ)

عن عائشة رضي الله تعالى عنها ان امرءة تلبس النعل قالت لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل من

النساء. (رواہ ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۸۳)

”حضرت عائشہؓ سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے“

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوہم من بیوتکم.

(رواہ البخاری بحوالہ مشکوٰۃ)

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل و صورت بنا کر بیچنے بنیں، اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل و صورت میں مردانہ پن اختیار کریں اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو“

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتقلجات للحسن المخيرات خلق اللہ.

”یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور جو (ابرو یعنی بھوؤں کے بال) چلتی ہیں (تا کہ بھوئیں باریک ہو جائیں) اور خدا کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو حسن کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بد لئے والی ہیں“







333-4165728

35-کبیر سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-37122543

0321-2565051, 0333-4320877

